دیوان حضرت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن ابی قحافۃ القرشی التیمی

کا اولین اردو ترجمہ معہ عربی متن

ترجمہ
اُستاذ ظفر اقبال کلیار

تحقیق وحواشی
ڈاکٹر عمر الطباع

ترتیب واشاریہ
سید اویس علی سہروردی

اورینٹل پبلی کیشنز

دیوان
حضرت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن ابی قحافۃ القرشی التیمی

کا اولین اردو ترجمہ معہ عربی متن

تحقیق و حواشی
ڈاکٹر عمر الطباع

ترجمہ
اُستاذ ظفر اقبال کلیار

ترتیب و اشاریہ
سید اویس علی سہروردی

اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان ®

دوران اشاعت فہرست سازی:

الصدیق، ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ

دیوانِ حضرت ابوبکر صدیقؓ
لاہور، اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان، ۲۰۰۸ء، ۳۸۴ص
ا-عنوان: I دیوان، II عربی شاعری، III سیرت صحابہ
ISBN: 969-8461-05-7

''دیوان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ''

بسعی واہتمام: سیّد اویس علی سہروردی
طبع اوّل: ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء طابع: حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹر، لاہور
حروف نگاری: گرافک ان، فون: 6363009

اورینٹل پبلی کیشنز پاکستان

35-رائل پارک، لکشمی چوک، لاہور فون: 042-63 63 009

خوبصورت کتب کی اشاعت کیلئے رابطہ

ORIENTAL PUBLICATIONS PAKISTAN
35-Royal Park, Lahore 54000, Pakistan
Tel: 042-6363009 awais.oriental@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

مفتی محمد خان قادری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا مظہر اتم ہیں۔ اُن کی شخصیت قبل از اسلام بھی نہایت ہی معزز اور محترم مانی جاتی تھی، آپ کے بارے میں دشمنوں کا یہ جملہ معروف ہے کہ آپ جیسے شخص کو لا یخرج ولا یخرج (نہ مکہ چھوڑنا چاہیے اور نہ انہیں یہاں سے نکالا جائے)۔

آپ اُن لوگوں میں شامل ہیں جو اپنے دور میں نہایت ہی عظیم دانشور تصور کیے جاتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور کچھ کبار صحابہ کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ جب انہیں علم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول مان لیا ہے تو یہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے مجھے کیسے پہچان لیا ہے تو عرض کیا ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو رسول تسلیم کر لیا ہے۔ ہم اُن کے فیصلے سے متاثر ہوئے ہیں کیونکہ اعلیٰ اور عظیم راستوں میں اُن کے فیصلوں نے ہمیشہ ہماری رہنمائی کی ہے۔ وہ عقل سلیم کے مالک ہیں اُنہوں نے یقیناً آپ کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر ہی اسلام قبول کیا ہوگا۔

آپ نے دین متین کی اسقدر خدمت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((اِنَّ مِنْ اَمَنَ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَکْرٍ. وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ. وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا یَبْقَیَنَّ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ)). ''بیشک میرا ساتھ دیکر اور مال خرچ کر کے ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے ہیں۔ اگر میں اہل زمین سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اس کے اور میرے درمیان اسلامی اخوت اور مودت کا رشتہ ہے۔ (مسجد کی طرف کھلنے والا) ہر دروازہ بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے''۔

غار ثور کی تنہائیوں کے بعد ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا یوں غلبہ تھا کہ اہل مدینہ کے اِس وسواس پر

کہ اُن میں سے رسول اللہ کون ہیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر سایہ کرنا شروع کر دیا تاکہ ہر کوئی پہچان لے کہ سایہ کرنے والا خادم ہے.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے بھی بڑے دانا و دانشور تھے صحبت نبوی میں آنے کے بعد اُن کی مملکتِ دانائی کو ایسی بلندی نصیب ہوئی کہ آج ہم اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے. آپ کے بارے میں صحابہ کے اقوال مشہور ہیں.

- ھوا اعلمنا وا حفظنا : آپ کی شخصیت ہم سب سے زیادہ صاحب علم و فضل ہے.
- ہم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ حضرت ابوبکر صدیق کی رائے ہے.

قارئین کرام آپ کے سامنے اُسی برگزیدہ ہستی کا یہ دیوان ہے. آپ کی حکمت کے موتیوں کو علامہ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا تھا اُس کے ایک ایک مصرعہ میں معانی کی کائنات مخفی ہے، آیئے ہم سب اِس سے خوب مستفید ہو کر اپنی روح کو تازہ کریں اور اپنے بہتر مستقبل کے لیے کوشاں ہو جائیں.

استاذ ظفر اقبال کلیار صاحب نے اِسے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے. اشعار کو کسی دوسری زبان میں ڈھالنا بہت مشکل کام ہے اُس پر عربی زبان کی فصاحت، بہر حال میں نے جستہ جستہ ترجمہ کو جہاں جہاں سے دیکھا ہے میں کلیار صاحب کی کوشش سے متاثر ہوا ہوں. اللہ کریم اُن کو جزائے خیر سے نوازے.

اورینٹل پبلی کیشنز کے مدیر محترم سید اویس علی سہروردی صاحب نے نہ صرف اِسے بڑی محبت اور محنت سے ترتیب دیا ہے بلکہ اِس کا اشاریہ مرتب کر کے اِنہوں نے ہمارے ہاں دینی لٹریچر کی اشاعت میں ایک نئی طرح کی بنیاد رکھی ہے، اشاریہ کی مدد سے کسی بھی کتاب سے استفادہ، سہل اور کم وقت میں ممکن ہو جاتا ہے. اُمید ہے اشاریہ سازی کی اِس روایت کو دوسرے اشاعتی ادارے بھی آگے بڑھائیں گے. دیوان کی اشاعت میں اُس کے حُسن ظاہری پر بڑی توجہ دی گئی ہے چنانچہ اِس کی تعریف نہ کرنا بھی بخل ہوگا.

آخر میں دعا ہے کہ ایسے قیمتی سرمائے کو مزید سامنے لانے کی کوشش ہونی چاہیے تاکہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں سے آشنا ہو کر اپنے مستقبل کو خوب سنوار سکیں.

دعا گو

محمد خان قادری

رحمانیہ مسجد، شادمان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ صدیقِ اکبرؓ اور دیوانِ صدیقِ اکبرؓ

عرض ناشر: سید اویس علی سہروردی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سیدنا صدیق اکبرؓ سے حادثاتی یا اتفاقی نہیں تھی بلکہ آپ کی بعثت سے بھی کئی سال بیشتر سے آپ کے تعلقات گہرے روابط کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آرہے تھے جس میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ہر لحظہ نئی تجلی تھی اور ہر لحظہ نیا طور۔ آپ کی حیاتِ طیبہ ایک عاشقِ صادق کی طرح مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں گزری۔ کون سا موقع تھا یا کون سی گھڑی تھی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونس وغم خوار، قابل اعتماد ساتھی یا مشیرِ خاص نہ تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: میری ذات پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے یعنی صحبت میں اور خدمت میں اپنا وقت اور میری رضامندی وخوشنودی میں اپنا مال بہت زیادہ خرچ کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔ (۱)

حُبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی قلبی کیفیات کو آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر آشکار کر دیا کہ: اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیوں اور روشندانوں کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکرؓ کے۔ (۲)

آپ ہمہ وقت خلیفۃُ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہم جلیسِ غار، ہمراہِ مزار، حقیقتوں کے رازدار اور قافلۂ عُشاق کے سالار تھے۔ سرخیلِ سلسلۂ سہروردیہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب رشف النصائح الایمانیہ میں آپ کی مدح میں کیا خوب فرمایا ہے کہ:

- آپ کے قلب مبارک میں ثمرۂ ایمان اس لیے زیادہ عزیز تھا کہ اُس سے آپ کو تازگی ملی تھی۔ آپ کی روح میں آفتابِ یقین اِس قدر روشن اس لیے تھا کہ اُس صبح صادق کی سب سے پہلی روشن کرن آپ کے چہرے پر پڑی تھی جسے آفتابِ جان عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے روشن کیا تھا۔
- آپ کے صحن ذات میں یقین کی عمارت اِس قدر استوار تھی کہ جب منکرین نے آپ کو انکار کے طور پر حدیث معراج سنائی تو آپ نے انہیں جواب میں فرمایا: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُصَدِّقُه، بِـاَکْبَرِ مِنْ ذَالِكَ ''خدا کی قسم! میں آپ کی اِس سے بھی زیادہ محیر العقول باتوں کی تصدیق کروں گا''۔

- آپ کی روح قدسی کا ہما فضائے عرفان میں اتنا پرواز کر چکا تھا اور حقائق اشیاء کی اُسے اس قدر اطلاع مل چکی تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانحہ ارتحال ہوا تو فرمایا کہ ''آپ جواہر رحمت الٰہی میں منتقل ہوگئے ہیں''۔ بڑے بڑے صحابہ کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتقدس کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا اطلاق نہیں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن وجود کی جانب راہِ وصال جائز نہیں سمجھتے تھے۔ مگر جب آپ کو اِن باتوں کی اطلاع ملی تو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان فصیح کے ساتھ فرمایا: مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ قَدْمَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ'' لَا یَمُوْتُ ''جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے تھے، وہ سن لیں کہ آپ کا وصال ہوگیا، اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کی عبادت کرتے تھے وہ تو زندہ ہے، اس کے لیے موت نہیں ہے''۔ اِس اندوہناک اور دین اسلام کی بنیادوں کو ہلا ڈالنے والے حادثے سے قریب تھا کہ مخالفین اپنے دل میں قلعہ دین اسلام کو ﴿خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا﴾ ''اجڑا ہوا تہہ و بالا شدہ'' (۲۵۹:۲) خیال کرتے آپ نے اُس وقت سکون و وقار کی عمارت کو ارکان وقواعد کی درستگی کے ذریعے مضبوط بنایا اور اُسی سعی و مشکور سے سلطنت دین اور مملکت یقین کی حمایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَضِیَ عَنْہُ ''اللہ اُن کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ان سے خوش ہو''۔ (۳)

آپ کے علمی مفاخرات

علم قرآن: حضرت صدیق اکبرؓ کا شمار اُن صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے سارا قرآن یاد کر لیا تھا۔ چونکہ سفر و حضر میں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے چنانچہ آپ آیات قرآنی کے اسباب نزول اور اُن کے فحوائے کلام کو فوراً سمجھ لیتے تھے اس لیے فہم قرآنی، قرآنی استنباط و استدلال اور مفہوم قرآنی کے تعیین میں آپ کو دوسرے صحابہ پر فوقیت حاصل ہے۔

حدیث: حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نسبتاً کم حدیثیں مروی ہیں۔ اس قلتِ روایت کا سبب ایک تو یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوا دو سال زندہ رہے۔ دوسرا آپ کے ساتھی قریب قریب سبھی صحابی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست صحبت یافتہ تھے اِس لیے اُن سے حدیث کا بیان کرنا ضروری بھی نہ تھا۔ سیوطی نے آپ سے مروی احادیث کی تعداد 142 بیان کی ہے۔ (۴)

فقہ: استنباطِ احکام کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قضیہ کا حل قرآن وحدیث میں دیکھتے۔ نہ ملتا تو گواہ طلب فرماتے یا صحابہ سے مشورہ کرتے اور جس بات پر اُن کی رائے جم جاتی، اُس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ بقول شاہ ولی اللہ اُمت نے اِسی اصول کو استنباطِ مسائل کے لیے بنیاد بنایا ہے۔ (۵)

علم الانساب: عرب کو دنیا کی معاصر قوموں میں یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ اُس نے اپنے نسب کو محفوظ رکھا اور مختلف نسلی وقبائلی روابط کو ایک علم کی حیثیت دی، جسے یاد رکھنا اور اس کی بناء پر نسلی فخر و مباہات کرنا

اہل عرب کی لیے آسان تر ہو گیا قریش میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نسب عرب کے فن میں بڑی مہارت حاصل تھی اور یہ اُس منصب کے عین مطابق بھی تھا جو قریش کی اعیانی ریاست میں اُنہیں تفویض کیا گیا تھا۔ تاریخ نے ابن البکار (اساسی نسب نگار) کے علم انساب کی کڑی جبیر بن مطعم بن عدی قرشی کے واسطے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ تک ملائی ہے۔ گویا عربوں کا علم الانساب جو ہم تک اِن فضلاء کے ذریعہ سے پہنچا وہ حضرت صدیق اکبرؓ ہی کا فیض ہے۔(۶)

ایام عرب: حضرت صدیق اکبرؓ کو قریش میں اشناق یعنی قبائلی جنگوں کی مصالحت اور مقتولین کی دیت کی خدمات تفویض تھیں اور اِس مقصد سے جہاں انساب عرب سے اُن کا واقف ہونا ضروری تھا وہیں ایام عرب سے بھی اُن کی آگہی لابدی تھی، اِس سلسلے میں آپ انساب قریش کے ساتھ ساتھ ایام عرب کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے قریش میں آپ کو ایک وصفِ خاص حاصل تھا۔

خطابت: خطابت وتقریر کا فن عربوں کا طرۂ امتیاز تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ کو خطابت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے خطبات اپنی دل نشینی واثر انگیزی کے لیے شہرت رکھتے ہیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا خطبہ، بیعت خلافت کے بعد اولین خطبہ، جیش اسامہ کو نصیحت آمیز خطبہ، حضرت عمرؓ کو بوقتِ استخلاف نصائح اور مرتدین کے نام آپ کے مراسلات، اِن سب سے آپ کی خطیبانہ جلالتِ شان کا پتا چلتا ہے۔

تعبیر رویا: حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خوابوں کی تعبیر کے علم میں بھی کمال حاصل تھا، چنانچہ خود نبی کریم ﷺ اُن سے اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت فرماتے اور اُن کی بیان کردہ تعبیر کی تصدیق فرماتے تھے۔ شاہ ولی اللہ نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور ازالۃ الخفاء میں ایسی متعدد تعبیرات کو نقل کیا ہے جن سے صدیق اکبرؓ کی روحانی پاکیزگی اور ذہن کی جودت کا حال بخوبی معلوم ہوتا ہے۔(۷)

کتابت: اہل عرب نوشت وخواند کے فن سے عموماً نا آشنا تھے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عہد رسالت میں حضرت صدیق اکبرؓ فتویٰ دیتے تھے جس کی ایک شرط کتابت بھی ہے۔(۸) اِس کے علاوہ یہ روایت بھی متفق علیہ ہے کہ خلفاء اربعہ کتابتِ وحی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، یوں یہ اصحاب نوشت وخواند سے کما حقہٗ واقف تھے۔ سراقہ بن جعشم کی فرمائش پر آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو پروانہ لکھ کر سراقہ کو دینے کا حکم دیا تھا۔ اِن تمام روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

دیوان حضرت ابو بکر صدیقؓ

یہ اَمر کہ کیا آپ کسی دیوان کے مصنف ہیں یا آپ کا شعری کلام کبھی کسی کتاب کی صورت میں منضبط ہوا تو اِس کا سادہ جواب تو یہی ہے کہ نہیں ہوا مگر آپ کی شعر گوئی اسلام سے پہلے اور بعد میں مسلمہ ہے۔ اسلام سے پہلے آپ کبھی کبھی شعر کہتے تھے۔ بلکہ دوسرے شعراء کے اچھے اشعار بھی آپ کو یاد تھے۔ کئی موقعوں پر جناب رسول اکرم ﷺ نے آپ سے شعر کے متعلق استفسار بھی فرمایا ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ آپ کا ذوق شعری بہت پاکیزہ تھا۔(۹) اسلام لانے کے بعد اگرچہ اِس میں کمی ہو گئی، مگر حسب موقع آپ اشعار کے

ذریعے اپنے جذبات وخیالات کا اظہار ضرور فرماتے. چنانچہ بلاذری نے انساب الاشراف میں آپ کے چھ اشعار نقل کیے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ ارتحال کے موقع پر آپ نے کہے. اسی طرح محمد بن اسحاق نے ''سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں آپ کے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں.

زیرنظر دیوان تقریباً اُن تمام اشعار وقصائد کا مجموعہ ہے جو آپ کی ذات اقدس سے کسی طرح بھی منسوب تھے. اِسے علامہ عبدالغنی نابلسی نے مختلف مصادر ومعاجم سے اکٹھا کر کے ایک دیوان کی صورت میں مدوّن کیا. دمشق کی الاسد الزاہرہ لائبریری میں یہ ایک خطی نسخہ کی صورت میں پڑا تھا کہ جناب ڈاکٹر عمر الطباع نے اسے بڑے اہتمام سے دارالارقم، بیروت سے ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹ء میں شائع کیا. ہم اُسی نسخے کا اُردو ترجمہ اُن کے شکریہ کے ساتھ شائع کررہے ہیں. ہم نے اِس اشاعت کو حتی الوسع علمی اور معنوی حسن دینے کی پوری کوشش کی ہے پھر بھی اگر کہیں کمی رہ گئی ہو تو نشاندہی فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اُسے دور کیا جاسکے.

اھو ھست زمین و مکہ نافہ

مشک پسرِ ابو قحافہ

(زمین آہوئے مشک کی مانند ہے، اُس کا نافہ مکۂ مکرمہ ہے اور اس نافہ کا مشک ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں).

فقیر سیّد اویس علی سہروردی

حواشی

۱،۲- مشکوٰۃ: ج2،ص416 بحوالہ بخاری ومسلم

۳- رشف النصائح الایمانیہ وکشف الفضائح الیونانیہ، شہاب الدین عمر سہروردی، اورینٹل پبلی کیشنز، ص344-345

۴- ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، شاہ ولی اللہ: ص: 71، 76

۵- حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ: ج: 1، ص: 149

۶- انساب الاشراف، بلاذری: ج1، ص352؛ ابن ہشام: ج1، ص165

۷- ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، شاہ ولی اللہ: ص: 84-87

۸- اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، الجزری، ابن اثیر: ج3، ص216

۹- انساب الاشراف، بلاذری: ج1، ص592؛ الروض الانف، سہیلی: ج2، ص6-7-55؛ ابن ہشام بھی حوالہ: الکامل، ابن اثیر: ج2، ص187

عرض مترجم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں. عربی، اردو اور فارسی زبان میں بے شمار کتابیں آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو واضح کرتی ہیں. لیکن آپ کی شاعری پر کچھ زیادہ دادِ تحقیق نہیں دی گئی. زیرِ نظر کتاب اس کمی کو پورا کرتی ہے. اسی لیے آپ کے اس دیوان کے ساتھ محققین کی آرا سے تعلیقات وحواشی کا اہتمام کیا گیا ہے. میری دانست میں اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہوگی.

ترجمہ کرنا مشکل کام ہے. راقم الحروف پچھلے سترہ سال سے مسلسل اس میدان میں ہے لیکن اب بھی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ترجمہ حرف آخر ہے. بہت سے اہل علم مجھ سے بہت بہتر ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں. ہاں میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے پوری احتیاط کی ہے اور جہاں کہیں مجھے کوئی بات سمجھ نہیں آئی. اہل علم سے استفادہ کیا ہے. امید ہے عربی زبان و ادب کا ذوق رکھنے والے احباب نظر التفات فرمائیں گے اور مجھے میری غلطیوں سے آگاہ کریں گے.

وَما توفیقی اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیّ الْکَرِیمْ

المحتاج الی رحمة اللهِ الْکَرِیمِ

ظفر اقبال کلیار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور شاعری معلومات کے آئینے میں

ڈاکٹر عمر الطباع

ہم یہاں دیئے گئے عنوان سے ذرا ہٹ کر پہلے اُن اشعار کے بارے معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو آپ کی طرف منسوب ہیں تاکہ ہمیں اُن اشعار میں غور وخوض کرنے کا موقع ملے قطع نظر اِس کے کہ ہم آپ کی ادبی اور شاعرانہ حیثیت کے حوالے سے گفتگو شروع کردیں.

ہماری اس گفتگو پر چند سوالات کا اٹھنا ایک طبعی امر ہے کیونکہ اِس سے قبل ہم نے بعض شعراء کے دواوین پیش کرنے میں جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ اِس دیوان کو پیش کرنے کے طریقے سے جداگانہ ہے. (قارئین یاد رہے) ''دار ارقم'' (بیروت) سے ہم نے مختلف شعراء کے دیوان شائع کئے ہیں جن کی تعداد ساٹھ بنتی ہے.

پہلے دیوانوں کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم نے اُس طریقہ کار سے کیوں اعراض کیا جو پہلے ہم نے اختیار کر رکھا تھا یعنی دوسرے شعراء کے دیوان شائع کرنے میں ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ہم اُن کے فکری ومعنوی منہج کو تاریخی پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے تھے. اس کو کیوں ترک کردیا. دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور اُن کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر ہم اُن کی طرف منسوب شاعری کو غلبہ کیوں دے رہے ہیں؟ اگر غور کیا جائے تو ان دونوں سوالوں میں ایک طرح کی یکسانیت اور

ہم آہنگی ہے. اِن کا مآل اور نتیجہ ایک ہی ہے کہ یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور سیرت سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اُن کی شاعری یا دوسرے لفظوں میں اُن کی طرف منسوب شاعری پر توجہ دی جارہی ہے. لیکن نقد و تحلیل کی طرف کوئی توجہ مبذول نہیں کی جارہی.

اس کی دو وجوہات ہیں. پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور سیرت پر پہلے سے ہی بہت کام ہو چکا ہے، جو اُن کی شخصیت اور سیرت پر مزید کچھ لکھنے سے ہمیں مستغنی کر دیتا ہے. امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار پر ہمیں ایک ایسی دستاویز فراہم کر دی ہے کہ آنے والے وقتوں میں اُس پر اضافہ ممکن نہیں. آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے جملہ گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے. تمام تاریخی دستاویزات اور آپ کے بارے تمام مخالف و موافق آراء کے بارے پوری تحقیق اور تفحص سے کام لیا ہے. آپ کی صدیقیت، دعوت اسلام کو بلا تامل قبول کرنے، اسلام کی اشاعت کے بارے آپ کی کوششوں، آپ کی خدمت، آپ کے دور میں حاصل ہونے والی کامیابیوں اور ان جیسے کئی موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے. اس ضمن میں دوسری تحریر پروفیسر العقاد کی کتاب ہے جو آپ کی شخصیت کے عبقریت ہونے سے تعلق رکھتی ہے. یہاں اس کتاب کے دو اہم اور نمایاں عنوانات کو شامل کتاب کیا گیا ہے. جس کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نئے کام کرنے والوں کو ایک تو معروضی تنقید کا حوصلہ ملا ہے. دوسرا اہم پر اُن کی شخصیت کے جملہ پوشیدہ پہلو بھی واضح ہو گئے ہیں. جن کی موجودگی میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی.

لہٰذا آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں، آپ کے کارناموں اور تاریخ اسلام میں انتظامی اور سیاسی لحاظ سے اُن کی اہمیت کو پیش کر کے ہم اپنے قارئین کے اذہان کو پریشان نہیں کرنا چاہتے. لیکن پھر بھی آپ کی سیرت کے بعض پہلو ایسے ہیں جن کے بارے کچھ کہنا ضروری ہے. ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ اِس حوالے سے بات کریں گے اور کسی طرح کی طوالت میں نہیں جائیں گے. صرف بنیادی خطوط اور جامع باتوں کو ذکر کریں گے. جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ادبیت اور آپ سے مروی اشعار کے مطالعہ کرنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں.

☆☆☆

☆- آپ کا اسم گرامی عبداللہ، کنیت ابوبکر تھی اور آپ صدیق کے نام سے مشہور تھے.
ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا. زمانہ جاہلیت میں آپ دیتوں کی تولیت کے معاملے میں قریش کی نمائندگی کرتے تھے. آپ کو صدیق کا لقب دیا گیا. کیونکہ جب بھی آپ دیتوں کے بارے نمائندہ بنائے گئے تو قریش نے آپ کی تصدیق کی لیکن آپ کے علاوہ ہر شخص کو اس سلسلے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا.

ایک قول کے مطابق آپ کو صدیق کا لقب اسلام قبول کرنے کے بعد اُس وقت ملا جب معراج واسراء کی رات آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور کسی تردد کا اظہار نہ کیا.

آپ کو عتیق کے نام سے بھی شہرت ملی. یہ لفظ عتق یا عتاقہ سے مشتق ہے. کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ کی اولاد زندہ نہیں بچتی تھی. جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی ماں آپ کو کعبہ شریف لے گئی اور کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا.

''اے اللہ! یہ تیرا آگ سے آزاد کردہ بندہ ہے. یہ بچہ مجھے عطا فرما دے سو اُسی دن سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا.''

ایک روایت کے مطابق آپ کا چہرہ بہت روشن اور تاباں تھا. چہرے کی اس خوبصورتی کی وجہ سے آپ کو عتیق کا لقب دیا گیا (اس صورت میں یہ لفظ عتاقہ سے مشتق مانا جائے گا).

ایک اور روایت جو اس ضمن میں پیش کی جاتی ہے یہ ہے کہ آپ کو جہنم کی آگ سے آزادی کی وجہ سے عتیق کہا جاتا ہے.[1] (ایسی صورت میں یہ عتق سے ماخوذ مانا جائے گا).

آپ کے والد گرامی کا نام عثمان تھا. جو ابوقحافہ کنیت کرتے تھے. والدہ ماجدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر تھا اور وہ اُم الخیر کہلاتی تھیں.

☆- کہا جاتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے تین سال چھوٹے تھے. آپ واقعہ فیل کے دو یا تین سال بعد پیدا ہوئے. آپ کا نسب نبی کریم ﷺ کے نسب پاک سے چھ پشتوں کے بعد مرۃ بن کعب پر مل جاتا ہے. آپ خاندان بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے. اس خاندان کے افراد فہم وفراست میں کافی شہرت رکھتے تھے. یہ لوگ تجارت پیشہ تھے اور اپنی بلندئ اخلاق اور خوش خلقی میں پورے شہر سے نمایاں اور منفرد تھے.

☆- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رنگت سفید مائل بہ سرخی تھی. پیشانی ابھری ہوئی، چہرے کی رگیں نمایاں، جسم کمزور، ٹانگیں پتلی، رخسار ہلکے اور سر کے بال گھنے تھے.

☆- رہیں آپ کی اخلاقی خوبیاں تو انہیں اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایمانی قوت، مروت، سچائی، عقلمندی، اخلاص صحبت، سلامت وجدان اور صحت رائے میں بہت مشہور تھے. اپنے ذاتی مال سے بہت سے نادار غلاموں کو خرید کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد فرمایا. اپنی ثروت کو دین اسلام کی خدمت کے لیے خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہ کیا. آپ کی رحم دلی اور رقت قلبی آپ کی شجاعت، عزم واستقلال، دین کے بارے سختی اور خطرناک مقامات میں جرات مندانہ اقدامات کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی. حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

''میں بعض اوقات آپ کی تیزی طبع کو کم کرنے کی کوشش کرتا تھا''.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے.

''آپ میں جو سختی پائی جاتی تھی وہ سراسر خیر تھی''.

پروفیسر عقاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اخلاقی خوبیوں کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کرتے ہیں. اس ضمن میں انہوں نے بڑی تحقیق سے کام لیا ہے اور اُن کی بیدار مغزی، روحانی کیفیات اور بلندی اخلاق کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے. اُن کے بیان کے مطابق جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بتقاضے بشری کوئی ناروا بات صادر ہو جاتی یا آپ کوئی غلطی اور خطا کر بیٹھتے تو کس طرح اس پر نادم ہوتے. ویسے آپ رضی اللہ عنہ بڑے بُردبار اور حلیم الطبع انسان تھے.[۲]

☆☆☆

☆- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جسمانی خدوخال اور معنوی یا روحانی صفات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے بعد ہم آپ کی ادبی یا فکری صفات کی طرف آتے ہیں. سیرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر لکھی گئی کتابوں اور علمی مصادر ومراجع زیر بحث موضوع کے سلسلے میں ہمارے سامنے بعض ایسے نکات لاتے ہیں جن سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ثقافتی اور علمی حیثیت کو بیان کرنے میں ہمیں مدد ملتی ہے اور اُن کے ذریعے ہم آپ کی ادبی شخصیت کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کرنے کے قابل بن جاتے ہیں. اُن میں

سے جو اہم نکات ہیں وہ درج ذیل ہیں.

1- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنے سے پہلے عربی فکر کے مختلف اجزاء ترکیبی کا احاطہ کرنا اور اسلام قبول کرنے کے بعد فکر اسلامی کے نتیجے میں علم و معرفت کے نہایت ہی اعلیٰ مراتب تک رسائی حاصل کرنا: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے. اپنی قوم میں انہیں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی. خاندان کے لوگ اُن کی بات کو بڑا وزن دیتے تھے. اُن سے محبت کرتے تھے اور اُن کو باقی لوگوں پر ترجیح دیتے تھے. یہ جو بات کر دیتے خاندان کے لوگ اس کو قبول کرتے تھے اور اُن کی ہر بات پر کان دھرتے تھے. اِس کے علاوہ اللہ کریم نے انہیں مال و دولت سے بھی نواز رکھا تھا. اُن کا کاروبار بہت نفع بخش تھا اگر چہ آپ زیادہ مالدار لوگوں اور چوٹی کے سرمایہ داروں میں شمار نہیں ہوتے تھے لیکن اپنے معاصرین کی نسبت اپنے روابط، نسب اور تعلقات عامہ کی وجہ سے عرب کی فکری و لسانی معلومات، اُن کے نسبوں، اُن کے جنگی کارناموں اور اُن کے طبعی رجحانات کے بارے زیادہ معلومات رکھتے تھے. یہی وجوہات ہیں جن کی بناء پر آپ قبول اسلام سے قبل عربی فکر کے مختلف اجزائے ترکیبی کا احاطہ رکھتے تھے. اِن خوبیوں کے علاوہ آپ تعبیر الرویا کے فن میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے.

2- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کو بیان کرتے ہوئے عباس محمود العقاد نے اُن کی فہم و فراست اور اُن کی قادر الکلامی کی بہت دلکش منظر کشی کی ہے. وہ اپنے مافی الضمیر کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کرنے کا ملکہ رکھتے تھے. بقول العقاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑی محتاط گفتگو فرماتے تھے. ہر بات سوچ سمجھ کے کرتے اور یہ جانتے تھے کہ کونسی بات کس وقت کرنی ہے. اُن کی گفتگو ہر لحاظ سے ایک فائق، بلند پایہ گفتگو کی حیثیت رکھتی تھی. فصاحت و بلاغت اور معانی و مطالب ہر لحاظ سے اُن کی گفتگو ایک بلند معیار کی حامل گفتگو سمجھی جاتی تھی. ان کی باتیں آج بھی ادب عربی میں جوامع الکلم کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں اور آپ کی سخن فہمی اور ملکۂ گفتگو کا پتہ دیتی ہیں.

3- جو کچھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عربی معیار ثقافت کے بارے کہا گیا ہے وہی کچھ ان

کی اسلامی ثقافت کو سمجھنے کے بارے کہا گیا ہے. زیادہ مناسب لفظوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرآنی فقہ جو ایک سرچشمۂ علوم وفنون تھا اور جس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خوب سیراب ہوئے تھے کو خوب سمجھا تھا جیسا کہ العقاد نے کہا ہے اور اپنی طبعی سلامتی اور صفائے ذہنی کی بدولت اس چشمے سے خوب فائدہ اٹھایا. اور یہ طبعی استعداد قرآن کریم کی تعلیمات سے مل کر سونے پر سہاگے کا کام کر گئیں.

4- صدیق شناسی کے سلسلے میں ہم نے جن پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے ان کے مطابق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ثقافت، ان کے اپنے دور کی اصطلاح کے مطابق، ایک ادیب اور مؤرخ کی ثقافت تھی. بلکہ وہ اپنے دور کی ثقافت میں ایک نہایت ہی اعلیٰ معیار رکھتے تھے. محققین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ جزیرہ عرب کے ماحول میں رہنے والے لوگوں سے کہیں زیادہ علوم و معارف سے فیض یاب ہو چکے تھے. اپنی فطرتی صلاحیتوں، سچے مشاہدے، تجارت وسیاحت کے ذریعے حاصل ہونے والے دنیا کے بارے تجربات، سخن فہمی، قابل وثوق اطلاعات، علم الانساب، تاریخ دانی کی وجہ سے علم وثقافت کے میدان میں اپنے ہم عصروں سے بہت آگے تھے. پھر انہیں قرآن کریم کی روشنی بھی میسر تھی. انہوں نے اس چشمہ علم ومعرفت سے خوب استفادہ کیا تھا. دین حنیف کے بارے ان کی معلومات کسی بھی شخص سے کم نہیں تھیں. وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت قرآن کریم کے علوم ومعارف کو خوب سمجھتے تھے اور صاحب قرآن حضرت رسول کریم ﷺ کے قرب اور استماع حدیث نے ان کے اندر علوم وفنون کی وہ روشنی بھر دی تھی کہ وہ ہر میدان میں دوسروں پر فائق سمجھے جاتے تھے.

5- حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منقول ارشادات کی صورت میں ہمارے پاس ایسے دلائل وشواہد موجود ہیں. جن سے آپ کی سخن سنجی وسخن فہمی، سلیقہ تکلم، ادبیت اور اعلیٰ معیار کی قدرت کلامی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے. مثلاً آپ کا ارشاد ہے.

اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ "خاموشی ہر مصیبت سے بچاتی ہے"

آپ ہمیشہ اس بات کی ترغیب دیتے تھے کہ بات سلیقے سے کی جائے. بے جا طوالت سے احتراز کیا جائے. کم لفظوں میں پوری بات کہنے کی کوشش کی جائے. ان کے نزدیک طوالت،

بے وقوفی کی علامت تھی۔مثلاً وہ حضرت یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں۔
"جب فوج کو نصیحت کرنا، اختصار کو ملحوظ رکھنا، کیونکہ زیادہ بولنے سے اصل بات بھول جاتی ہے۔" آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی اور کہا:
اقل من الکلام فانما لک ماوعی عنک "بات مختصر کرو، اتنی جتنی ضرورت ہو۔"

6- آپ کے منقول ادبی شاہ پاروں میں سے چند درج ذیل ہیں۔ان سے آپ کی ذہنی پختگی، فکری گہرائی، کمال دانائی اور گفتگو میں فنی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

اصدق الصدق الامانة واکذب الکذب الخیانة
"سب سے بڑی سچائی امانت ہے اور سب سے بڑا جھوٹ خیانت ہے۔"
اِذَا فَاتَکَ خَیْرٌ " فادر کہ، وان اَدْرَکَکَ فَاسْبِقْهُ
"اگر تجھے بھلائی پیچھے چھوڑ جائے تو اُس تک رسائی حاصل کر لے اور اگر وہ تجھ تک پہنچ جائے تو اس سے آگے نکل جا" (ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں)۔
خیر الخصلتین ابغضھما الیک "بہترین خصلت وہ ہے جو تجھے زیادہ ناپسند ہے۔"
لیست مع العزاء مصیبة "تسلی کے ہوتے ہوئے کوئی مصیبت نہیں۔"
لاتخف عن المشیر خبرک فتؤتی من قبل نفسک
"مشیر سے اپنی بات نہ چھپا ورنہ وہ تجھے اپنی طرف سے مشورہ دے دے گا۔"
کوئی بھی شخص اس بات میں قطعاً شک نہیں کر سکتا کہ اِس طرح کی حکیمانہ باتیں عقلی پختگی، درستگی رائے، پختہ مزاجی اور محل گفتگو میں بصیرت اور حسن قصد کا عنوان ہیں۔
ایک ادیب کی طبعی تکوین، اس کی مہارتوں کو جلا دینے اور اس کے ادبی ذوق کو بڑھانے کے لیے ان صفات سے استغناء ممکن نہیں اگر چہ ہم یہ نہ بھی کہیں کہ ان صفات کی ضرورت ادب کے پیشے اور صنعت کو ہے اور ان کے بغیر ادب اور فن میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ادب میں اگر چہ صنعت کے درجے کو نہیں پہنچے تھے۔کیونکہ ان کے اسلامی سیاست میں مشاغل دوسرے تمام مشاغل سے مقدم تھے۔لیکن وہ ادبی محرکات، ادبی سلوک اور اسباب ادب کے ضرور مالک تھے۔اگر وہ اس دروازے میں اس طرح داخل ہوتے جس طرح ایک خالص پیشہ ور ادیب داخل ہوتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کو بروکار لاتے تو اپنے دور

کے یقیناً ایک بہت بڑے ادیب اور شاعر شمار ہوتے.

☆☆☆

ہمارے پاس ایسے بہت سے نا قابل تردید دلائل اور تاریخی شواہد موجود ہیں جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ثقافت کی مختلف انواع اور اُن کے ادب وفکر کے مختلف رنگوں کی نشاندہی کرنے کے سلسلہ میں اعتماد کیا جا سکتا ہے. اُن میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ آپ نسب دانی اور تاریخ دانی میں نہایت ہی بلند مرتبہ پر فائز تھے. رائے اور حکمت کے حوالے سے بات کرنے کے مختلف اسالیب سے بھی پوری طرح آگاہ تھے. اِس کے ساتھ ہم اُن کی روایت حدیث اور اُن خطبات کے مجموعے کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں جو اُن کی خلافت کے حالات کا تقاضا تھا لیکن بنیادی اور مرکزی سوال ابھی تک باقی ہے.

کیا مصادر میں ہمارے پاس ایسی روایات موجود ہیں. جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شاعری اور اس میں ان کی حصہ داری کا پتہ دیتی ہیں اِس حصہ داری کی قدر و قیمت اور ماہیت کیا ہے؟ زیادہ آسان لفظوں میں کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شاعری کی یا کوئی کلام موزوں فرمایا؟ اُن کی طرف جن اشعار کی نسبت کی جاتی ہے یا جو قطعات اور قصائد آپ سے روایت کئے جاتے ہیں اُن کے بارے میں ہمارا موقف کیا ہے؟

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات جو ہمارے مطالعہ میں آتی ہے یہ ہے کہ قدماء کا اِس بات پر اجماع ہے کہ ابن ابی قحافہ گفتگو کا کمال ملکہ اور تجربہ رکھتے تھے. زیادہ مناسب لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے ہم وطن بلغاء، خطباء اور شعراء کا پیچھا کرتے تھے (یعنی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو عزت حاصل تھی اُس کی ایک وجہ قادر الکلامی بھی تھی).

العقاد ادبی سرمایہ کے مصادر سے نقل کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "شعر کہتے، ضرب الامثال یاد کرتے اور نبی کریم ﷺ کو اُن اشعار کے بارے مشورہ دیتے جن میں آپ (کسی معنوی سقم کو دور کرنے کے لیے) تبدیلی کرنا چاہتے تھے اور یہ مشورہ اس لیے ہوتا تھا کہ معنوی تبدیلی سے شعر اپنے وزن سے نکل نہ جائے" (گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شعر نظم کرنے کا سلیقہ آتا تھا اور آپ شاعر تھے).

ایک اور چیز جس کی طرف پروفیسر العقاد نے اشارہ کیا ہے:

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خلیفہ رسول ﷺ کے اشعار اور خطبات کے کئی اجزاء روایت فرمائے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے"

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ

"ان کے بچوں میں شعر گوئی کا سلیقہ موجود تھا جو دراصل انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے وراثت میں ملا تھا. آپ کے دونوں بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم قادر الکلام شاعر تھے اور انہوں نے کئی اشعار نظم فرمائے"

تیسری چیز جس کو آپ کے سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے اور آپ کی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہوئے نمایاں کیا ہے یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اگر خود کبھی شعر، نظم نہیں فرمایا تو بھی وہ جن لوگوں نے شعر کہے ہیں اُن جیسا سلیقہ رکھتے تھے اور ذوق شعر، حفظ کلام اور روایت شعر میں اُن سے ہرگز پیچھے نہیں تھے.

اِن تمام آثار کے اندر ایسے بہت سارے دلائل موجود ہیں جو اِس بات کو واضح کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور شعر کے درمیان ایک تعلق اور علاقہ ضرور ہے. یعنی اگر شعراء اور خطباء کے کلام کا تتبع کیا جائے تو یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شعر سے ایک تعلق تھا. پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مختلف شعراء کے کلام سے اقتباس کرنا، اُن کے خطبات کو روایت کرنا، آپ کی اولاد میں پایا جانے والا شعری ذوق، آپ کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کا شاعر ہونا. یہ تمام باتیں آپ کے اعلیٰ شاعری ذوق اور شعر سے تعلق کا پتہ دیتی ہیں.

اِن تمام دلائل کی بناء پر ہم اس بڑے حجاب کو پھاند جاتے ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور شعر کے درمیان پڑا ہوا تھا یا بعض لوگوں کے نزدیک پڑا ہوا ہے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے ایک دانا، ماہر نسب، خطیب اور فقیہ سے کچھ عجیب نہیں کہ وہ شعر کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہوں. انہیں شعر حفظ کرنے اور روایت کرنے کا شوق ہو بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ وہ شعر گوئی کا سلیقہ رکھتے ہوں.

☆ ☆ ☆

جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شاعر نہیں تھے. وہ اِس بات کا بہر حال برملا اظہار کرتے ہیں کہ آپ شعر کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے. ہزاروں شعر آپ کو یاد تھے اور آپ جب

چاہتے حسب موقع ومحل اُن اشعار کو اپنی گفتگو میں استعمال کرتے تھے. ایسے لوگوں کی گفتگو میں ہمیں ایک تضاد اور تناقض نظر آتا ہے. جب ہم اُس تناقض اور تضاد کا تجزیہ کرتے ہیں اور غور و خوض سے کام لیتے ہیں تو ہم اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شاعر تھے اور آپ میں وہ تمام خصائل موجود تھے. جو شعر گوئی کے لیے ضروری ہیں. ایک شاعر کے لیے ذوق اور سلیقہ ہی تو ضروری ہیں. کیا اِن کے علاوہ بھی شعر گوئی کے لیے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟ کیا بہت سے شعراء ایسے نہیں گزرے جنہوں نے اپنے اعلیٰ ذوق اور حفظ و روایت کی بدولت شعر گوئی کے اعلیٰ مراتب تک ترقی کی. عمر بن ابی ربیع جو پہلے بے تکے ایک یا دو شعر کہنے کی استعداد رکھتا تھا. وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شعر کے بلند ترین افق پر ماہِ تاباں کی طرح چمکا اور اُس کی شاعری نے حسیناؤں کے دلوں کو موہ لیا. اُس کی غزل گوئی اور سخن سنجی کی آواز فضائے بسیط میں یوں گونجی کہ دنیا دنگ ہو کر رہ گئی. ابونواس کی شاعری جسے نقاد ادب عربی کی بہترین شاعری شمار کرتے ہیں. کیا بے شمار اشعار حفظ کرنے کا نتیجہ نہیں. اُن کے استاد خلف الامر نے انہیں رجز اور قصائد یاد کرنے کی تلقین کی. وہ جت گیا، بے شمار اشعار اپنے حافظے میں محفوظ کر لیے اور بالآخر شعر گوئی میں اپنے ہم عصروں سے بازی لے گیا.

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دیوان میں اِس قدر قصائد اور قطعات. اگرچہ بعض کے بارے اختلاف ہے. غلطی سے آپ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے اور نہ ہی بظاہر ایسی کوئی وجہ نظر آتی ہے کہ اُن اشعار کو جان بوجھ کر آپ کے نام منسوب کر کے مدون کر دیا گیا ہو. بلکہ اِن اشعار میں غور و فکر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کی زندگی سے کلی موافقت رکھتے ہیں. کوئی شعر قبل از اسلام اور بعد از اسلام کی زندگی کے منافی نہیں. آپ کے یہ اشعار عموماً تین نکات کے ارد گرد گھومتے ہیں.

I- مشرکین کی مخالفت جو دین اسلام کی مخالفت کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی دعوت کو تکبر و غرور کی وجہ سے قبول کرنے سے گریزاں تھے چنانچہ حق سے روگردانی اور راہِ صواب کو چھوڑ دینے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اُن پر ناکامی اور نامرادی مسلط کر دی اور انہیں شکست و ناکامی سے دوچار کر دیا.

II- نبی کریم ﷺ کی دعوت کی عظمت و بزرگی کو بیان کرنا اور آپ کے محامد و مناقب کو بیان کرنا

اور ان ارکان دین کی تعریف کرنا جو دین جدید کا حصہ تھے. نیز ان مکارم اخلاق، زندگی کے اعلیٰ ترین نمونے اور نہایت ہی اہم تعلیمات جو آپ کے پیروں کاروں کی زندگی کا خاصہ تھیں کی تعریف وتوصیف کرنا.

III- اور تیسرا نمایاں نکتہ وہ ہے جس کا تعلق وجدان سے ہے. صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے محبوب دوست اور اپنے دینی قائد کے وصال کی خبر سنتے ہیں تو رو دیتے ہیں اور صحبت رسول ﷺ، آپ کی ہم نشینی اور آپ سے گفتگو کرنے کی سعادت سے جب محروم ہو جاتے ہیں تو مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور نہایت ہی دردمند لہجے میں اس جدائی پر شعر کہتے ہیں.

ایک اور اہم بات کے بارے ابھی تک بات کرنا باقی ہے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اگرچہ شاعری کی ہے. لیکن اُن کے اشعار کی تعداد اِس قدر کم ہے کہ ہم اُنہیں دوسرے شعراء کی طرح شاعر کا نام نہیں دیتے. آپ کے دیوان میں جو اشعار ہیں اُن کی تعداد ایک سو اسی (180) سے زیادہ نہیں. آپ کی عظیم اور منفرد شخصیت کو اگر نظر میں رکھا جائے تو یہ اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں. آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے عظیم صحابی، جانشین اور غار میں دو میں سے دوسرے ہیں تو اُن کی پوری زندگی کا شاعرانہ سرمایہ اگر صرف ایک سو اسی (180) اشعار ہوں تو یہ نہ ہونے کے برابر ہیں. پھر ایک اور وجہ بھی ہے آپ کی زندگی کا یہ پہلو آپ کی عظیم المرتبت شخصیت کے سامنے دب کر رہ گیا ہے. آپ ایسی عظمتوں کے مالک تھے اور آپ کی شخصیت اس قدر قد آور تھی کہ آپ کی شاعری پس پردہ چلی گئی اور بہت سارے عربی مصادر اور معاجم میں بکھر کر رہ گئی. اُن کے منقولہ اشعار کے سامنے نہ آنے کی ایک اور اہم وجہ کیا یہ نہیں ہو سکتی کہ اسلام اور قرآن کا نظریہ شعراء کے بارے کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں. قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ شعراء کی مذمت فرمائی ہے اور کہا ہے کہ اُن کی اتباع صرف گمراہ لوگ کرتے ہیں اور وہ وادی وادی بھٹکتے پھرتے ہیں. اگرچہ آیت کریمہ میں مومن شعراء کا استثناء موجود ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ دین جدید نے فکر اسلامی کے دوسرے پہلوؤں کی نسبت شعر کی طرف بہت ہی کم توجہ دی.

☆☆☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شاعری کے بارے ہماری گفتگو بالکل اُسی گفتگو سے مماثلت رکھتی ہے. جو ہم نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شاعری کے بارے کی. اُن دونوں کے بارے

کی گئی گفتگو جوہری اعتبار سے ہر گز مختلف نہیں اگرچہ جزئیات کے حوالے سے مختلف ہو سکتی ہے.
اِن دونوں خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شاعری کا منبع و مصدر ایک ہی ہے. یعنی اسلام، اس کی تعلیمات، رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کی شخصیت سے اُن کا متاثر ہونا، اہل ایمان کی جماعت کے وجدان کو مخاطب کرنا اور انہیں مکارم اخلاق کی تعلیم دینا.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شاعری میں ہمیں آپ کی فکر و شخصیت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں. آپ کا کلام ایجاز و بیان سے مزین حشو و زوائد سے پاک ذوق فن کی چوٹی پر نظر آتا ہے. آپ قدرت کلام، تخلیقی پختگی، حسن لفظ اور موزونیت جیسے اوصاف کو کہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیتے. رہا اس شاعری کا مضمون تو زیادہ تر آپ نے مناقب، خصائل حمیدہ اور قابل فخر و عزت نصائح کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے.

☆☆☆

دیوان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں موجود اشعار جن کی نصوص کو ضبط تحریر میں لا کر ہم نے تعلیقات اور حواشی کے ذریعے اُن پر کام کیا ہے. بیس سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے. یہ دیوان ایک میکرو فلم کی صورت میں دمشق کی لائبریری ''الاسد الزاہرہ'' میں موجود ہے اور اس پر 6254 نمبر درج ہے. یہ میکرو فلم پہلے ایک مخطوطے کی صورت میں شام کے دارالحکومت کی ایک قدیم لائبریری میں محفوظ تھی اور اس پر 3624 نمبر درج تھا جیسا کہ لائبریری کی فہرستوں سے پتہ چلتا ہے.

اس دیوان کا ایک حصہ مختلف مصادر اور قدیم معاجم میں بکھرا پڑا تھا. اُن تمام مصادر اور معاجم کو ہم نے اس مجموعہ کے آخر میں 'فہرست کتب تخریج' میں لکھ دیا ہے. مکتبہ ظاہریہ کی فہرستوں اور اس پر لائبریری کے نگران جناب سید یاسین السوّاس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت پڑھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ علامہ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی لکھائی ہے. جس کو فارسی رسم الخط (نستعلیق) میں لکھا گیا ہے.

دیوان کے مخطوطے کا مکمل جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیوان کے صفحات خط نسخ میں ہیں فارسی رسم الخط میں نہیں اور زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ صفحات امام نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی

لکھائی نہیں ہے. اس کی تائید سید سواس کی تحریر سے بھی ہو جاتی ہے. جو غلاف کے داخلی صفحہ پر موجود ہے.

☆☆☆

ہم مکتبہ ظاہریہ کے سیکٹریٹ کے بالعموم اور الاسد لائبریری کے شعبہ مخطوطات کے بالخصوص احسان مند ہیں جنہوں نے ہماری اس کاوش کو سراہا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دیوان کے اِس مخطوطہ کو شائع کرنے میں ہماری مدد کی. اِس موقعہ پر ہم لائبریری کے ڈائریکٹر جنرل ''ڈاکٹر بسام اللحام'' اور شعبہ مخطوطات کی صدر ''ڈاکٹر مریم درع'' کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس دیوان کو شائع کرنے میں ہماری مدد کی اور میکروفلم کی ضروری فوٹو کاپیاں مہیا فرما کر ہماری مشکل کو آسان بنا دیا.

ہمارے لیے اور بیروت میں موجود اس ادارہ ''دار الارقم'' کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ ''مکتبۃ الاسد'' کی طرف سے ہمیں یہ عزت ملی. کہ ہمیں قاسیون کی پہاڑ کی بلندیوں پر موجود اس عظیم لائبریری سے استفادہ کی اجازت مل گئی. یہ مکتبہ جو اپنے کردار اور تعلیمی و تحقیقی خدمات کے حوالے سے موجودہ اور ہمیشہ رہنے والے دمشق میں سب سے بڑا مکتبہ ہے. جس نے عربی اور اسلامی بزرگوں کو تاریخ سے چھوٹنے سے لے کر آج تک محفوظ کر رکھا ہے. ہمارے لیے یہ بھی بڑی عزت کی بات ہے کہ ہم اس مکتبہ کی انتظامیہ کی خدمت میں تشکر و امتنان کے جذبات کا اظہار کریں اور دعا کریں کہ یہ ادارہ ترقی اور صداقت کے رکھوالے سیادۃ الرئیس حافظ الاسد کے زیر سایہ ہمیشہ پھولتا پھلتا رہے.

﴿ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ﴾

''اور فرما دیجئے. اللہ تعالیٰ، اُس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے عمل کو دیکھ رہے ہیں''.

29 مئی 1999ء

14 صفر 1420ھ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ

از: حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان ہے.

شجرہ نسب

عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیّم بن مرّہ بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی، التیمی. آپ کا نسب نامہ مرّہ بن کعب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے.

امام نووی کی تحقیق

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التھذیب'' میں فرماتے ہیں ''ابوبکر صدیق کا نام عبداللہ ہے اور یہی قول صحیح ہے''. ایک روایت میں آپ کا نام عتیق بتایا گیا ہے. لیکن اکثر علماء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے نام نہیں.

لقب عتیق کی وجہ

آپ رضی اللہ عنہ کو عتیق کا لقب جہنم کی آگ سے آزاد ہونے (کی بشارت) کی وجہ سے دیا گیا(۱) جیسا کہ ترمذی کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عتیق کی وجہ تسمیہ آپ کے چہرے کا حسن و جمال ہے (اس صورت میں عتیق عتاقہ سے مشتق ہوگا) یہ قول حضرت مصعب بن زبیر، لیث بن سعد اور راویوں کی ایک جماعت کا ہے. ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کو عتیق اس لیے کہا گیا کہ آپ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے آپ کو عار

دلائی جا سکتی (اس صورت میں بھی عتیق عتق سے ماخوذ ہو گا. یعنی نسبی نقص سے نجات حاصل کرنے والا).

لقب صدیق کی وجہ

مصعب بن زبیر وغیرہ راویان حدیث بیان کرتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں جلدی کی اس لیے آپ کو صدیق کا لقب دیا گیا. اور پھر ہمیشہ سچائی کو اختیار کیئے رکھا. آپ نے اسلام کے بارے کسی قسم کے شک وارتیاب کا مظاہرہ نہ کیا اور نہ کبھی اس بارے تامل کیا.

آپ کا کردار

اسلام میں آپ کا کردار بہت نمایاں رہا. ان میں ایک اہم واقعہ معراج کی رات کا واقعہ ہے. آپ نے اس واقعہ کو سن کر فوراً یقین کر لیا اور کفار کی ہرزہ سرائیوں کا خوب جواب دیا. آپ کا دوسرا کارنامہ ہجرت الی المدینہ میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینا ہے. آپ نے اپنے اہل وعیال کو چھوڑا. غار ثور میں اور پوری راہ میں آپ کے ساتھ رہے.

غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے روز جب کہ کئی لوگ مکہ شریف میں داخل ہونے میں تاخیر کے معاملے کو نہ سمجھ سکے تو ایسے نازک موقعہ پر آپ کی گفتگو، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا میں رہنے اور سفر آخرت اختیار کرنے کا اختیار دیا اور اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا تو آپ کا رو دینا (اور سمجھ جانا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب ہم سے بچھڑ جائیں گے) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر آپ کی ثابت قدمی، لوگوں سے خطاب، انہیں تسلی دینا، پھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو شام روانہ کرنے کا اہتمام اس بارے ثابت قدمی کا مظاہرہ، پھر مرتدین کے خلاف جنگ آزما ہونا. صحابہ کرام کو اس جنگ کے سلسلے میں دلائل دے کر آمادہ کرنا، اللہ کریم کا ان دلائل کی بناء پر صحابہ کو شرح صدر عطا کرنا اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کی اہمیت کا اُن پر عیاں ہو جانا. شام کو فتح کرنے کے لیے لشکروں کی تیاری اور پھر ان لشکروں کو کمک روانہ کرنا. پھر سب سے بڑھ کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسے جہاندیدہ قابل شخصیت کا انتخاب، مسلمانوں کے لیے اُن کو خلیفہ منتخب کرنا، اُن کی خوبیوں کو بھانپ لینا. اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کے حق میں دعا کرنا. یہ ایسی خوبیاں ہیں جنہیں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسلام کو بڑا فائدہ پہنچا. اللہ کریم نے اُن کے ذریعے مسلمانوں کو کمال شان و شوکت عطا کی اور اُن کے ہاتھ پر اپنا وعدہ سچ کر دکھایا کہ یہ دین اس لیے آیا ہے کہ دوسرے تمام ادیان پر غالب آ جائے. حضرت صدیق اکبر کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن اتنے ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا. امام نووی کی گفتگو ختم ہوئی.

میں (سیوطی) کہتا ہوں: میں چاہتا ہوں کہ آپ کا ذکر خیر تفصیل سے کروں اور اُن میں اُن بہت ساری باتوں کا تذکرہ کروں جن سے میں واقف ہوں اور اس بارے (کئی) فصول قلم بند کروں.

فصل

یہ فصل آپ کے نام اور لقب کے بارے میں ہے.

اس طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں. امام ابن کثیر کہتے ہیں.[2] اس بات پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ آپ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا. مگر ابن سعد کی ایک روایت جو انہوں نے ابن سیرین کے حوالے سے نقل کی ہے کے مطابق آپ کا نام عتیق تھا. لیکن صحیح یہ ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ کو یہ لقب کب اور کس وجہ سے دیا گیا. ایک قول کے مطابق آپ کو یہ لقب حسن و جمال کی وجہ سے دیا گیا. یہ قول لیث بن سعد، احمد بن حنبل اور ابن معین وغیرہ کا ہے. ابو نعیم فضل بن دکین کا کہنا ہے کہ عتیق آپ کو اس لیے کہا گیا کہ آپ بھلائی میں پیش پیش تھے. ایک قول یہ ہے کہ طہارت نسب کی وجہ سے آپ کو عتیق کا لقب دیا گیا. کیونکہ آپ کے نسب میں کوئی معیوب چیز نہیں تھی. ایک قول یہ ہے کہ پہلے آپ کا نام عتیق تھا پھر بعد میں آپ کو عبداللہ نام سے موسوم کیا گیا. طبرانی قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا آپ کا نام عبداللہ تھا. آپ نے پوچھا لوگ انہیں عتیق کہتے ہیں تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا. ابو قحافہ کے تین بیٹے تھے. جن کے انہوں نے عتیق، معتق اور معتیق نام رکھے تھے. ابن مندہ اور ابن عساکر موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت ابوبکر کو عتیق کیوں کہتے ہیں. انہوں نے فرمایا ان کی ماں کے ہاں بچے زندہ نہیں رہتے تھے. جب انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑی

ہوئیں اور عرض کیا۔ اے اللہ! بیشک یہ بچہ موت سے آزاد ہے۔ اسے مجھے عطا فرما دے۔ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کو حسن صورت کی وجہ سے عتیق کا نام دیا گیا۔ ابن عساکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں آپ فرماتی ہیں کہ گھر والوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ رکھا لیکن اس نام پر عتیق کا نام غالب آ گیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ گھر والوں نے آپ کا نام عبداللہ رکھا لیکن نبی کریم ﷺ نے آپ کو عتیق کا نام دیا۔ ابو یعلی اپنی مسند میں ابن سعد اور حاکم (حاکم اسے صحیح قرار دیتے ہیں) نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں ایک روز اپنے گھر کے اندر تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان گھر کے صحن میں تھے۔ میرے اور اُن کے درمیان پردہ تھا کہ اسی اثناء میں ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا ((جس کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ جہنم کی آگ سے آزاد انسان کو دیکھے تو وہ ابو بکر کو دیکھ لے))۔ (حضرت عائشہ نے فرمایا) گھر والوں نے ان کا نام عبداللہ رکھا لیکن اس نام پر عتیق کا نام غالب آ گیا۔ امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر! آپ کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے نجات عطا کر دی ہے۔ پس اس روز سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔ بزاز اور طبرانی نے سند جید کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ابو بکر کا نام عبداللہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ((آپ کو اللہ نے جہنم سے آزادی عطا کی ہے)) تو (اسی وجہ سے) آپ کو عتیق کا نام دیا گیا۔

رہا صدیق (کا لقب) تو کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں آپ کو صدیق کا لقب دیا جاتا تھا کیونکہ آپ سچائی میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اس قول کا ذکر ابن مسدی نے کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو بھی (غیب کی) خبر دیتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً اُس کی تصدیق کر دیتے اِس لیے آپ کو صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب دیا گیا۔ حضرت ابن اسحاق، حسن بصری اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جو اسراء کی صبح کو اِس نام سے مشہور ہوئے۔ حاکم مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، مشرکین (مکہ)

حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہنے لگے. تمہارے دوست کے بارے اب تمہاری رائے کیا ہے. اُن کا گمان ہے کہ اُنہیں رات کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے.(۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا ہی کہا ہے؟ کفار کہنے لگے، ہاں. آپ نے فرمایا، آپ نے یقیناً سچ فرمایا ہے. میں تو صبح وشام اِس سے زیادہ عجیب آسمان (غیب) کی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں. سو اسی وجہ سے آپ کا نام صدیق رکھا گیا. اِس روایت کی سند جید ہے. یہ روایت حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بھی آئی ہے. اس روایت کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے.

سعید بن منصور اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو معشر نے بیان کیا. انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کے آزاد کردہ غلام ابی وہب سے روایت کیا. انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب شب اسراء کو سفر سے واپس تشریف لائے تو ذی طوی(۴) وادی میں آپ نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا. جبریل! میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی. جبریل امین نے عرض کیا. (یا رسول اللہ ﷺ!) آپ کی تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے اور وہ صدیق ہیں. اسے طبرانی نے اوسط میں ابی وہب سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے.

حاکم مستدرک میں نزال بن سبرہ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا. یا امیر المومنین! ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے کچھ بتائیے. آپ نے فرمایا یہ وہ مرد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کی زبانی صدیق کا نام دیا ہے. وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے. رسول اللہ ﷺ اُن سے ہمارے دین کے لیے راضی تھے. سو ہم اُن سے اپنی دنیا کے لیے راضی ہیں. اس کی سند جید ہے.

دار قطنی اور حاکم ابو یحییٰ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام نبی کریم ﷺ کی زبان سے صدیق رکھا.

اسے طبرانی نے جید اور صحیح سند کے ساتھ حکیم بن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے. فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرما رہے تھے اور قسم اٹھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام الصدیق(۵) اتارا ہے اور حدیث احد میں مذکور ہے'' (اے احد!)

ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ آپ کے والد کی چچا زاد تھیں۔ اُن کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب تھا۔ اور وہ اُم الخیر کنیت کرتی تھیں۔ یہ قول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسے ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔

فصل

یہ فصل آپ کی جائے ولادت اور پرورش پانے کی جگہ سے متعلق ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دو سال اور کچھ ماہ بعد پیدا ہوئے اور جب فوت ہوئے تو عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں رہی وہ حدیث جسے خلیفۃ بن الخیاط نے یزید بن الاصم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں بڑا ہوں یا آپ؟ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ (مرتبہ میں) بڑے ہیں اور میں آپ سے عمر میں بڑا ہوں تو یہ حدیث مرسل اور نہایت غریب ہے۔ مشہور اِس کے برعکس ہے (یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے عمر میں چھوٹے تھے) یہ حدیث حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی جائے پرورش مکہ مکرمہ ہے۔ آپ صرف تجارت کی غرض سے مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ مالدار، کمال صاحب مروت، احسان کرنے والے اور صاحب فضیلت تھے۔ جیسا کہ ابن الدغنہ نے کہا تھا "بیشک آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں، غریب پرور ہیں، کمزور کا بوجھ اٹھاتے ہیں، زمانے کے مصائب میں اُن کی مدد کرتے ہیں اور مہماں نوازی کرتے ہیں۔"

امام نووی فرماتے ہیں "زمانہ جاہلیت میں آپ قریش کے رؤسا، ان کے مشیروں، اُن کے پسندیدہ لوگوں اور اُن کے حسب ونسب کو سب سے زیادہ جاننے والوں میں سے تھے۔ جب اسلام آیا تو آپ نے اسے ہر چیز پر ترجیح دی اور اس میں مکمل طور پر داخل ہو گئے۔"

زبیر بن بکرا اور ابن عساکر معروف بن خربوذ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن دس قریشیوں میں سے ایک ہیں جن کو عہد جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں عزت حاصل ہوئی. دیتوں اور تاوان کا معاملہ آپ ہی کے سپرد تھا(٦) کیونکہ قریش کا کوئی فرمانروا نہیں تھا جس کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے. بلکہ ہر قبیلہ کلی طور پر خود مختار تھا اور اُس کے رئیس کو سب اختیارات حاصل تھے. سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) اور رفادہ (غریب حاجیوں کے کھانے کا اہتمام کرنا) کا منصب بنی ہاشم کے پاس تھا. اِس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص کھاتا پیتا نہیں تھا مگر اُن کے کھانے سے اور اُن کے مہیا کیے گئے پانی سے، بنی عبدالدار کے پاس حجابہ (٧)، لواء (٨) اور ندوہ (٩) کے مناصب تھے. یعنی بیت اللہ شریف میں کوئی شخص اُن کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا تھا اور جب قریش جنگ کے لیے علم باندھتے تھے تو یہ جھنڈا ابنو عبدالدار باندھا کرتے تھے. جب کسی معاملے کے لیے اکٹھے ہوتے یعنی اسے جاری کرنے کے لیے یا ختم کرنے کے لیے تو اُن کا اجتماع صرف دارالندوہ میں ہوتا اور اِس کا نفاذ یہیں سے ہوتا اور دارالندوہ بنی عبدالدار کے پاس تھا.

فصل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ پاک دامن تھے.

ابن عساکر سند صحیح کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''خدا کی قسم! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا(*) نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ عہد اسلام میں، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم زمانہ جاہلیت میں ہی شراب نوشی ترک کر چکے تھے.''

ابونعیم جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا ''حضرت ابوبکرؓ بلاشبہ شراب نوشی کو اپنے آپ پر زمانہ جاہلیت سے حرام کر چکے تھے.''

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی شعر نہیں کہا.''

*- اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ایسا کوئی شعر کبھی نہیں پڑھا جو خلافِ واقع ہو. کیونکہ عرب خلافِ واقع بات پر بھی شعر کا اطلاق کرتے تھے.

ابن عساکر حضرت ابولعالیہ الریاحی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نے مجمع میں سوال ہوا. کہا آپ نے زمانہ جاہلیت میں شراب پی؟ تو آپ نے فرمایا خدا کی پناہ! پوچھا گیا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں اپنی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا اور مروت کی حفاظت کا خواہاں تھا اور جس شخص نے شراب پی. اُس نے اپنی عزت اور مروت کو ضائع کر دیا. ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا. ابوبکر نے سچ کہا، ابوبکر نے سچ کہا، یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ کہا'' یہ حدیث مرسل ہے. سند اور متن دونوں حوالوں سے غریب ہے.

فصل

آپ کے حلیہ مبارک کے بارے میں ہے.

ابن سعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا. آپ ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک حلیے کے بارے بتائیں تو آپ نے فرمایا. آپ سفید رنگت والے کمزور جسم والے، ہلکے گالوں والے تھے. کندھے کسی قدر سینے پر جھکے ہوئے تھے. آپ کا تہہ بند جمتا نہیں تھا، کوکھ سے نیچے ڈھلک جاتا تھا. چہرے کی رگیں نمایاں. آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی. ماتھا ابھرا ہوا اور ہاتھ کی رگیں ابھری ہوئی تھیں. یہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ.

ابن سعد ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم (۱۰) کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگتے تھے.

ابن سعد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جس کے بال سیاہ وسفید ملے جلے ہوں. پس آپؓ نے مہندی اور کتم نامی بوٹی لگا کر خضاب کر لیا.''

فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بارے میں ہے.

امام ترمذی اور ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

کہ انہوں نے فرمایا: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمام لوگوں سے اِس کا زیادہ حق دار نہیں ہوں؟ یعنی خلافت کا، کیا میں تمام لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والا نہیں؟ کیا مجھ میں فلاں فلاں کمالات اور خوبیاں موجود نہیں؟''

ابن عساکر حارث کے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مردوں میں سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں''.

ابن ابی خیثمہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جس شخص نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں.''

ابن سعد نے ابواروی دوسی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا

''سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں.''

طبرانی کبیر میں اور عبداللہ بن احمد ''زوائد الزھد'' میں حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں ''فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، لوگوں میں اسلام لانے میں اول کون تھا؟ تو انہوں نے بتایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کیا آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر نہیں سنا.

اِذَا تَذَکَّرْتَ شَجْواً مِنْ اَخِیْ ثِقَةٍ   فَاذْکُرْ اَخَاكَ اَبَا بَکْرٍ بِمَا فَعَلَا

خَیْرُ الْبَرِیَّةِ اَتْقَاھَا وَاَعْدَلَھَا   اِلَّا النَّبِیَّ وَاَوْفَاھَا بِمَا حَمَلَا

وَالثَّانِی التَّالِی الْمَحْمُوْدُ مَشْھَدُہٗ   وَاَوَّلُ النَّاسِ مِنْھُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

☆ جب تو قابل اعتماد بھائی کے غم کو یاد کرے تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کر اُن کارناموں کی وجہ سے جو اُنہوں نے سرانجام دیئے.

☆ جو نبی کریم ﷺ کے بعد تمام مخلوق میں سب سے بہتر سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ عدل گستر اور سب سے زیادہ اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے والے تھے.

☆ آپ دو میں سے دوسرے تھے، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے تھے، آپ کے خصائل بڑے پسندیدہ تھے اور تمام لوگوں میں سب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے تھے۔

ابونعیم فرات بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میں نے میمون بن مہران سے پوچھا اور عرض کیا. آپ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیادہ فضیلت رکھتے ہیں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ؟ فرات بن سائب کہتے ہیں کہ میمون بن مہران کانپ اٹھے حتیٰ کہ عصا اُن کے ہاتھ سے گر پڑا پھر فرمایا. مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میں ایک ایسے دور تک بھی زندہ رہوں گا. جس میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کی برابری کی باتیں ہوں گی. کیا ہی کمال لوگ تھے وہ! حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم اسلام کا تاج تھے. میں نے عرض کیا. اسلام لانے میں حضرت ابوبکرؓ پہلے ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ فرمایا. خدا کی قسم! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحرہ راہب کے دور میں نبی کریم ﷺ پر ایمان لا چکے تھے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بحیرہ کے پاس سے گزر ہوا تھا. اولیت ایمان میں اختلاف تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہے. حتیٰ کہ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا. یہ تمام واقعات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے کے ہیں. انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ تمام لوگوں، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور دوسرے تمام لوگوں سے پہلے آپؓ نے اسلام قبول کیا بلکہ بعض لوگوں نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے. ایک ضعیف قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا. ایک قول کے مطابق سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا. اِن تمام اقوال میں تطبیق یوں کی جاتی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا. بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جبکہ عورتوں میں سب سے پہلے اس سعادت سے بہرہ مند ہونے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں. اس تطبیق کا تذکرہ سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا. یہ روایت انہیں کی نقل کردہ ہے۔

حضرت امام ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر حضرت سالم بن ابی جعد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میں نے محمد ابن الحنفیہ سے عرض کیا. کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مسلم قوم میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں. میں نے عرض کیا تو پھر

کس وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ بلند مقام اور آپ کو سبقت حاصل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا؟ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں میں افضل ترین مسلمان تھے. جب سے اسلام قبول کیا. اس دور سے لے کر آخری دور تک جب کہ وہ اپنے رب سے جا ملے (۱۱).

ابن عساکر سند جید کے ساتھ محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت سعد سے پوچھا. کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تم سب میں پہلے اسلام لانے والے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں. اُن سے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے. البتہ وہ ہم سب سے بہتر مسلمان تھے.

ابن کثیر فرماتے ہیں. ''حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہر ایک شخص سے پہلے ایمان لائے. آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپ کے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت زید کی زوجہ محترمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ''.

ابن عساکر عیسیٰ بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. ''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. میں صحن کعبہ میں بیٹھا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل بھی وہاں بیٹھا تھا کہ اسی اثنا میں اس کے پاس سے امیہ بن ابی صلت گزرا. اس نے زید سے کہا. اے بھلائی کو طلب کرنے والے کیسے صبح کی؟ انہوں نے کہا خیر سے. اُمیہ نے کہا. کیا اسے پا لیا؟ زید نے کہا نہیں.'' پھر زید نے یہ شعر پڑھا.

كُلُّ دِيْنٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَا قَضَى اللهُ فِي الْحَقِيْقَةِ بُوْرُ

''قیامت کے روز ہر دین بے کار ہو جائے گا. سوائے اُس دین کے جسے حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے (بندوں کے لیے) مقدر فرما دیا ہے.''

یہ نبی منتظر یا ہم میں سے ہوگا یا تم میں سے. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے نبی منتظر اور عنقریب مبعوث ہونے والے رسول کے بارے نہیں سننا تھا. فرماتے ہیں میں ورقہ بن نوفل کے پاس جا پہنچا. وہ بہت زیادہ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور اکثر (خود کلامی کے انداز میں) آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہتے تھے. میں نے اُن کو ٹھہرنے کے لیے کہا (جب وہ خاموش ہو گئے) تو میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا. انہوں نے فرمایا ہاں! اے

میرے بھتیجے ہم کتابوں اور علوم والے لوگ ہیں. البتہ اُس نبی منتظر کا تعلق نسب کے اعتبار سے عرب کے بہترین قبیلہ میں سے ہوگا. میں علم نسب سے واقف ہوں. آپ کی قوم عرب میں بہترین نسب کے مالک ہے (حضرت ابوبکر کہتے ہیں) میں نے کہا چچا وہ نبی کیا ارشاد فرمائیں گے؟ ورقہ نے کہا وہ وہی کچھ فرمائیں گے جو اُن سے فرمایا جائے گا. البتہ وہ ظلم نہیں کریں گے نہ ظلم کو برداشت کریں گے اور نہ ہی ظلم و زیادتی میں شریک ہوں گے. جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو میں آپ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی.

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حصین تمیمی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مادعوت احدًا الی الاسلام الا کانت له عنه کَبْوَة" وَتَرَدُّد" وَنَظَر" اِلَّا اَبَابَکْرٍ مَاعَتَمَ عَنْهُ حِیْنَ ذَکَرْتُهُ وَمَا تَرَدَّدَفِیْهِ)) "میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی مگر اس میں اس کی طرف سے ایک گونہ کراہت، تردد اور فکر پائی لیکن ابوبکر سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو انہوں نے بلا توقف و تردد اس کو قبول کر لیا."

امام بیہقی فرماتے ہیں "بلا تردد و تامل ایمان لانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھ چکے تھے اور آپ کی دعوت سے قبل آثار نبوت کے بارے سن چکے تھے. جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ فوراً اسلام لے آئے کیونکہ اس سے پہلے وہ اس بارے سوچ و بچار کر چکے تھے" پھر امام بیہقی نے ابومیسرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب باہر جاتے تو ایک ندا کرنے والے کی آواز سنتے جو کہتا تھا. اے محمد ﷺ! جب آپ ﷺ یہ آواز سنتے تو بھاگ کھڑے ہوتے اور یہ بات چپکے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتاتے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی آپ ﷺ کے دوست تھے.

ابونعیم اور ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے.

((مَا کَلَّمْتُ فِی الْاِسْلَامِ اَحَدًا اِلَّا اَبٰی عَلَیَّ وَرَاجَعَنِی الْکَلَامَ اِلَّا ابْنَ اَبِیْ قُحَافَةَ فَاِنِّیْ لَمْ اُکَلِّمْهُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا قَبِلَهُ وَاسْتَقَامَ عَلَیْهِ)).

"میں نے جب بھی کسی سے اسلام کے بارے بات کی تو اس نے میری بات کا انکار کیا

اور مجھ سے بحث مباحثہ کیا سوائے ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے. میں نے جب بھی ان سے کسی چیز کے بارے بات کی تو انہوں نے اسے قبول کیا اور اس پر استقامت کا مظاہرہ کیا."

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے.

((هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْنَ لِيْ صَاحِبِيْ؟ هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْنَ لِيْ صَاحِبِيْ، اِنِّيْ قُلْتُ: اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتَ)).

"کیا تم میرے دوست کو میری وجہ سے ستانا چھوڑ دو گے؟ کیا تم میرے دوست کو میری وجہ سے ستانا چھوڑ دو گے؟ میں نے کہا کہ لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں. تو تم نے کہا تو نے جھوٹ کہا اور ابو بکر نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا."

فصل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت اور غزوات میں شرکت کے بارے میں.

علماء فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو اس گھڑی سے لے کر اس گھڑی تک جب آپ کا وصال ہوا. سفر و حضر میں آپ حضور ﷺ سے جدا نہ ہوئے مگر صرف اس صورت میں کہ آپ نے انہیں حج پر جانے کے لیے یا کسی غزوہ میں شرکت کے لیے خود حکم دیا. تمام غزوات میں آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے. آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی. اپنے اہل و عیال کو چھوڑا. محض اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی محبت کی خاطر، آپ غار میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے. رب قدوس نے اس بارے ارشاد فرمایا. ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:40) "آپ دوسرے تھے دو میں سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے. جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" آپ نے کئی مواقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی. غزوات میں آپ نے بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا. احد [۱۲] اور حنین [۱۳] کے روز جبکہ دوسرے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے آپ ثابت قدم رہے. جیسا کہ شجاعت کے باب

میں ہم ان واقعات کا ذکر کریں گے.

ابن عساکر حضرت ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما بدر کی جنگ میں مشرکین کی طرف (سے لڑ رہے) تھے. جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو (ایک دن) اپنے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا. بدر کے روز آپ میرے نشانے پر آ چکے تھے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا اور قتل نہ کیا. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. لیکن اگر آپ میرے نشانہ پر آ جاتے تو میں ہرگز آپ کو نہ چھوڑتا.

ابن قتیبہ کہتے ہیں اس کا معنی ہے تلوار کی زد میں آنا. اسی وجہ سے بلند عمارت کو ھدف کہتے ہیں کیونکہ وہ سامنے آ جاتی ہے.

فصل

یہ فصل آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے آپ کے زیادہ بہادر ہونے کے بارے میں ہے.

بزاز نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا. بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون تھے؟ لوگوں نے کہا آپ! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا. میں نے کسی شخص کو دعوت مبارزت نہیں دی مگر میں نے اس سے انتقام لیا. لیکن مجھے بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون تھے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم نہیں جانتے (آپ ہی بتائیں) سب سے زیادہ بہادر کون تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ. جب بدر کی جنگ ہو رہی تھی تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عریش (کمان پوسٹ) بنائی اور ہم نے کہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا کہ مبادا کوئی مشرک آپ کی طرف نہ نکل آئے. بخدا ہم میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ٹھہرا سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہ اپنی تلوار بے نیام کر کے رسول اللہ ﷺ کے سر پر کھڑے ہو گئے کہ اگر کوئی شخص ان کی طرف آئے تو ابو بکر اس کو جا لیں. وہ سب لوگوں میں بہادر تھے. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو پکڑ رکھا ہے. کوئی آپ ﷺ پر دست درازی کر رہا ہے تو کوئی آپ ﷺ کو جھنجھوڑ رہا ہے اور کافر آپ سے کہہ رہے ہیں. کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے تمام خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے (یعنی تمام

خداؤں کا انکار کر کے صرف ایک خدا کی عبادت کا پرچار کرتا ہے؟) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں. خدا کی قسم! سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہم میں سے کوئی شخص بھی آپ ﷺ کے قریب نہ گیا. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی کافر کو مار رہے تھے تو کسی کو اچانک پکڑ کر الگ کر رہے تھے. کسی کو سخت سست کہہ رہے تھے تو کسی کو پکڑ کر جھنجھوڑ رہے تھے اور ساتھ کہتے جاتے تھے تمہارا ستیاناس ہو! تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل (نعوذ باللہ) کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے. پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر جو انہوں نے اوڑھ رکھی تھی اوپر اٹھائی (آنکھوں پر رکھی ہوگی) اور زار و قطار رونے لگے. حتیٰ کہ آنسو آپ کی ریش مبارک پر گرنے لگے پھر فرمایا خدا کے لیے مجھے بتاؤ! کیا آل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابوبکر؟ لوگ خاموش رہے. آپ نے فرمایا تم لوگ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے. خدا کی قسم! ابوبکر کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کی زندگی کے ہزار لمحوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے. آل فرعون کا مومن اپنا ایمان چھپاتا تھا جبکہ اس شخص (ابوبکر) نے اپنے ایمان کا اظہار کیا.

امام بخاری عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا. سب سے زیادہ سختی جو مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر کی وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے. اپنی چادر آپ ﷺ کی گردن میں ڈالی اور (اسے بڑی سختی سے بل دیئے) اور آپ ﷺ کا گلہ مبارک گھونٹا. اسی اثناء میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے. ابی معیط کو رسول اللہ ﷺ سے دور کیا اور فرمایا کیا تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل (نعوذ باللہ) کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل بھی لے کر تمہارے پاس آیا ہے؟

ہیثم بن کلیب اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. جب احد کی جنگ ہوئی تو تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے. میں سب سے پہلا شخص ہوں جو واپس آیا. مکمل حدیث عنقریب ذکر کی جائے گی.

ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا. جب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان جمع ہوئے تو ان کی تعداد 38 تھی. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اصرار کیا کہ آپ سامنے آئیں. نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ابوبکر! ہم تھوڑے ہیں. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سامنے آئے. مسلمان مسجد کے کونوں میں بکھر گئے. ہر آدمی اپنے خاندان میں جا بیٹھا. حضرت ابوبکر لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے اٹھے. آپ پہلے خطیب تھے جنہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا. مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں پر پل پڑے اور مسجد کے کونوں میں مسلمانوں کو خوب زدوکوب کیا...... یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں مکمل ذکر کی جائے گی.

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اپنے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا.

فصل

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انفاق فی سبیل اللہ اور تمام صحابہ سے زیادہ سخی ہونے سے متعلق بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے. ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى﴾ (اللیل:17-18)

''اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہوگا. جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو''.

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیات کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں.

امام احمد حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. ((مَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ)). ''مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا نفع مجھے ابوبکر کے مال نے دیا ہے''. یہ بات سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اور میرا مال سب کچھ آپ ﷺ ہی کی تو ملکیت ہے.

ابویعلی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مرفوعاً ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں.

ابن کثیر کہتے ہیں اس واقعہ کو حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ عنہم کے واسطے سے بھی روایت کیا گیا ہے. اسے خطیب

نے سعید ابن المسیب سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں۔ ((وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْضِيْ فِيْ مَالِ اَبِيْ بَكْرٍ كَمَا يَقْضِيْ فِيْ مَالِ نَفْسِهٖ.)) ''رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے تھے جیسے اپنے مال میں تصرف فرماتے تھے''۔

ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار دینار اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم تھے۔ یہ سب رقم آپ نے رسول اللہ ﷺ پر خرچ کردی۔

ابوسعید بن اعرابی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے گھر میں چالیس ہزار درہم تھے اور وہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی غرض سے نکلے تو ان کے پاس صرف پانچ ہزار درہم موجود تھے۔ یہ سب رقم وہ غلاموں کو آزاد کرانے اور اسلام کی مدد پر خرچ کرتے رہے۔

ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو آزاد کیا۔ ان سب کو محض اللہ کے لیے عذاب دیا جاتا تھا۔

ابن شاہین سنت میں، بغوی اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایک عباء تھی۔ جو آپ نے کانٹوں کے ذریعے سی رکھی تھی اور اس سے اپنا جسم چھپا رکھا تھا۔ ایسے میں جبریل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمد ﷺ! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں ابوبکر پر جو عباء ہے اس میں کانٹے لگے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے جبریل! انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کردیا۔ جبریل امین نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے ان سے پوچھئے۔ کیا تو مجھ سے اپنے اس فقر میں راضی ہے یا ناراض؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بہت کمزور ہے۔

اسی طرح کی ایک حدیث کو ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے لیکن اس کی یہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں۔ اسی طرح کی حدیث ابن عساکر نے ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے. خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ اور انہوں نے نبی پاک ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا. مجھ پر جبریل امین اترے اور ان پر بورے کا لباس تھا جو انہوں نے کانٹوں کے ذریعے آپس میں جوڑ رکھا تھا. میں نے ان سے پوچھا. جبریل یہ کیا ہے؟ کہا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آسمان میں اسی طرح کانٹوں کے ذریعے بوریا جوڑ کر پہنیں جس طرح زمین پر ابوبکر نے بوریا زیب تن کر رکھا ہے.

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث بہت منکر ہے اور فرمایا اگر یہ اور اس سے ماقبل حدیث لوگوں میں متداول نہ ہوتی تو ان دونوں سے اعراض کرنا بہتر ہوتا.

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عمر بن الخطاب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صدقہ کریں. میں نے دل میں سوچا آج میں ابوبکر سے سبقت لے سکتا ہوں اگر ان سے کبھی سبقت لے سکتا ہوں. میں اپنا آدھا مال لے کر آیا. رسول اللہ ﷺ نے پوچھا. اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا اتنا ہی. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سب کچھ لے کر حاضر ہوئے جو ان کے پاس تھا. نبی کریم ﷺ نے پوچھا ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟ عرض کیا ان کے لیے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں. میں نے دل میں سوچا. میں کبھی بھی کسی کام میں ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا. امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے.

ابونعیم نے حلیہ میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدقہ لے کر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اس صدقے کو چھپایا اور عرض کیا. یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا صدقہ ہے اور میرا مقصود ذات باری تعالیٰ ہے. اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صدقہ لے کر حاضر ہوئے اور اس کو ظاہر فرما دیا اور عرض کیا. یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا صدقہ ہے اور اس کا بدلہ اللہ کے پاس ہے. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دونوں کے صدقوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا فرق تمہاری بات میں ہے.

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں. فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا. ((مَالِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ" اِلَّا وَقَدْ كَافَانَاهُ اِلَّا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا. يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ)).

"نہیں کسی شخص کا ہم پر احسان مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے. سوائے ابوبکر کے، بے شک ان کا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ اللہ کریم قیامت کے روز چکائے گا. مجھے کسی شخص کے مال نے کبھی اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا مجھے ابوبکر کے مال نے فائدہ دیا ہے."

بزاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میں اپنے والد گرامی ابوقحافہ کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا. آپ ﷺ نے فرمایا. آپ نے ان بزرگوں کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ میں خود ان کے پاس آتا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. بلکہ یہ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کے پاس حاضر ہوں. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم اس لیے ان کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کے صاحبزادے کے ہم پر بڑے احسانات ہیں.

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے. ابوبکر سے زیادہ میرے نزدیک احسان کے حوالے سے کوئی شخص عظیم نہیں. انہوں نے اپنی جان اور اپنے مال سے میری دلجوئی کی اور اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا.

فصل

یہ فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے ہے. آپ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ صاحب علم اور زیادہ صاحب فہم وذکاء تھے.

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التہذیب میں کہتے ہیں اور یہ روایت میں نے ان کی ہاتھ کی تحریر سے نقل کی ہے. ہمارے اصحاب نے صحیحین کی اس حدیث سے آپ کی وجاہت علمی پر استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا. میں اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق روا رکھے گا. خدا کی قسم اگر یہ لوگ اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی رسی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو زکوۃ میں دیتے تھے روکیں گے تو میں ان سے اس رسی کے نہ دینے پر جنگ کروں گا. شیخ ابواسحاق طبقات میں اس حدیث اور کئی دوسری احادیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بڑے عالم تھے. کیونکہ تمام صحابہ کرام اس مسئلے کو سمجھنے سے قاصر رہے. سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے. پھر جب ان کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس بارے بات چیت ہوئی تو وہ سمجھ گئے کہ صدیق اکبر کی بات صحیح ہے اور انہوں نے اپنی بات سے رجوع کرلیا.

ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا. رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کون لوگ فتویٰ دیتے تھے تو آپ نے فرمایا. حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم. میں ان کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں جانتا (جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ دیتا ہو).

شیخین حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا. اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ دنیا کی زیب وزینت کو پسند کر لے اور چاہے تو وہ انعام واکرام جو اللہ کے پاس ہے. اس کو اختیار کرے. چنانچہ اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسے اختیار کر لیا ہے. یہ بات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا. ہم اپنی ماؤں اور باپوں کو بطور فدیہ پیش کرتے ہیں. ہم ان کے رونے سے بڑے حیران ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے بارے خبر دی ہے. جس کو اختیار دیا گیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہی وہ شخص تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ اس بات کا علم رکھتے تھے. چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا.

((اِنَّ مِنْ اَمَنَ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبَابَکْرٍ. وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ. وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتِہٖ لَایَبْقِیَنَّ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ)).

"بیشک میرا ساتھ دیگر اور مال خرچ کر کے ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے ہیں. اگر میں اہل زمین سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اس کے درمیان اور میرے درمیان اسلامی اخوت اور مودت کا رشتہ ہے (مسجد کی طرف کھلنے والا) ہر دروازہ بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازے کے." امام نووی (۱۴) کا کلام ختم ہوا.

ابن کثیر فرماتے ہیں. صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑے قاری یعنی قرآن کریم کو زیادہ جاننے والے تھے. کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے لیے انہیں بطور امام آگے کیا اور یہ بھی حضور ﷺ کا ارشاد ہے. ((یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاءُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ)). "قوم کی امامت وہ کرائے جو ان تمام میں کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو".

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے. "جس قوم میں ابوبکر ہو اُسے کسی اور کو اپنا امام نہیں بنانا چاہئے".

اس کے علاوہ وہ سنت نبوی ﷺ کا علم بھی سب سے زیادہ رکھتے تھے. جیسا کہ صحابہ کرام

علیہم الرضوان نے کئی مواقع پر آپ سے رجوع کیا اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی احادیث کو نقل کر کے اُن کے سوالوں کے جواب دیئے. کیونکہ آپ کو بے شمار احادیث یاد تھیں اور جب بھی کسی مسئلہ میں ضرورت پڑتی تھی آپ ان احادیث کو پیش کر دیتے تھے. جبکہ دوسرے صحابہ کرام کے ذہن میں وہ احادیث نہیں ہوتی تھیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپ نے پوری زندگی بعثت سے وصال تک اپنے محبوب کے قدموں میں بسر کر دی. پھر جو فہم و فراست اور عقل و ذکاء اللہ کریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی. کوئی دوسرا شخص اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا. رہی یہ بات کہ آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے بعد بہت کم عرصہ دنیا میں رہے اور بہت جلد وصال پا گئے. اگر آپ زیادہ دیر تک زندہ رہتے تو یقیناً آپ کی مرویات کی تعداد بہت زیادہ ہوتی. آپ سے نقل کرنے والوں نے کوئی حدیث نہیں چھوڑی مگر اس کو نقل کر لیا. لیکن آپ کے دور میں جو صحابہ تھے انہیں ان احادیث کو ان سے نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی. جو خود ان کو یاد تھیں. انہوں نے صرف ان احادیث کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جو ان کے پاس نہیں تھیں.

ابوالقاسم بغوی میمون بن مھران سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا، آپ کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے. اگر اس کا حل قرآن کریم میں پاتے تو اسی سے اس جھگڑے کا تصفیہ فرما دیتے. اگر کتاب اللہ میں اس کا حل نہ پاتے تو حدیث شریف کی طرف رجوع کرتے. اگر حدیث میں اس مسئلہ کا حل موجود پاتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے. اگر حدیث شریف میں پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہ مل پاتا تو گھر سے باہر نکل آتے. مسلمانوں سے پوچھتے اور کہتے. میرے پاس اس اس طرح کا مسئلہ آیا ہے. کیا آپ کے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے کوئی فیصلہ فرمایا ہو. بارہا ایسا ہوتا کہ بہت سارے لوگ جمع ہو جاتے جو تمام رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کا تذکرہ فرما دیتے. چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کا شکر ادا کرتے اور کہتے. تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے ہم میں ایسے لوگوں کو پیدا فرما دیا ہے جو اپنے نبی کی احادیث کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھتے ہیں. اگر آپ عاجز آ جاتے اور اس بارے رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت نہ پاتے تو سرکردہ اور بہترین لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ فرماتے. اگر لوگ ایک رائے پر اتفاق کر لیتے تو اسی کے مطابق پیش آمدہ مسئلے کا حل

فرمادیتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول رہا۔ اگر انہیں قرآن وسنت میں کسی مسئلے کا حل نہ ملتا تو وہ دیکھتے کہ اس بارے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ موجود ہے۔ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ موجود ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کردیتے۔ ورنہ سرکردہ مسلمانوں کو بلاتے اور جب یہ لوگ کسی بات پر اتفاق کرلیتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرمادیتے۔

قرآن وسنت کے علاوہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم الانساب میں بھی سب سے فائق تھے۔ بالخصوص قریش کے نسبوں کو باقی تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ابن اسحاق، یعقوب بن عتبہ سے اور وہ ایک انصاری بزرگ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ جبیر بن مطعم قریش اور پورے عرب کے انساب کو تمام قریشیوں سے زیادہ جاننے والے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے علم الانساب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب بھر میں علم الانساب کو زیادہ جاننے والے تھے۔

ان علوم کے علاوہ انہیں تعبیر الرؤیا میں بھی کمال مہارت حاصل تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ پاک میں بھی خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ محمد بن سیرین جو بالاتفاق اس علم میں سب سے آگے ہیں کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے ماہر تعبیر دان ہیں۔ اس روایت کو ابن سعد نے نقل کیا ہے۔

دیلمی مسند الفردوس میں اور ابن عساکر حضرت سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ((اُمِرْتُ اَنْ اوّل الرؤیا وان اعلمها ابابکر))۔ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خوابوں کی تعبیر بتاؤ اور ابوبکر کو اس کی تعلیم دوں''۔

ابن کثیر کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر تمام لوگوں سے زیادہ فصیح اور سب سے بڑے خطیب تھے۔ زبیر بن بکرا کہتے ہیں۔ میں نے بعض اہل علم کی زبانی یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے زیادہ فصیح خطیب ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تھے۔ سقیفہ بنی سعدہ کے ضمن میں جو حدیث بیان ہوگی اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش کیا جائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ ایک مستقل فصل میں آپ کے کلام، تعبیر رؤیا اور خطابت کے بارے میں کلام کیا جائے گا۔

اس بات کی دلیل کہ آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ عالم تھے. صلح حدیبیہ والی حدیث ہے. جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس صلح کے بارے پوچھا اور عرض کیا. عَلَامَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا؟ ''ہم دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟'' اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیا. پھر عمر فاروق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور ان سے بھی وہی سوال کیا. جو رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا. تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بالکل وہی جواب دیا جو نبی کریم ﷺ نے دیا تھا. اس حدیث کو امام بخاری اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے.

اس کے علاوہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے زیادہ پر عزم اور عقل میں زیادہ کامل تھے. امام رازی اپنی کتاب ''فوائد'' میں اور ابن عساکر عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا. میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا. اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ ابوبکر سے مشورہ کیا کریں. طبرانی اور ابونعیم وغیرہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو اپنے صحابہ کرام میں سے بعض لوگوں سے مشورہ کیا جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے. ہر شخص نے اس سلسلے میں اپنی رائے دی. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. اے معاذ! آپ کی رائے کیا ہے. میں نے عرض کیا میری رائے وہی ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے. چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا. اللہ تعالیٰ آسمان میں اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر کو خطا کار ٹھہرایا جائے. ابن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ آسمان میں اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ زمین میں ابوبکر صدیق کو خطا کار ٹھہرایا جائے.'' طبرانی نے اوسط میں سھل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے. فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. ''بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر کو خطا کار ٹھہرایا جائے.'' اس حدیث کی سند میں موجود تمام راوی ثقہ ہیں.

امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں فرماتے ہیں. صدیق اکبر ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک ہیں جنہیں پورا قرآن کریم حفظ تھا. ایسے حفاظ صحابہ کرام کی ایک جماعت کا تذکرہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کیا ہے. رہی وہ حدیث جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے. ''قرآن

کریم کو عہد رسالت مآب ﷺ میں صرف چار آدمیوں نے جمع کیا تھا۔" تو اس سے مراد انصار میں سے چار صحابہ ہیں جیسا کہ میں نے الاتقان (۱۵) میں اس کی وضاحت کی ہے. رہی وہ حدیث جسے امام ابوداؤد نے حضرت شعبی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت پورا قرآن جمع نہیں ہوا تھا تو یہ حدیث مردود ہے. یا اس کی تاویل کی جائے گی کہ اس سے مراد ایک مصحف میں اس ترتیب پر جمع ہونا ہے جس ترتیب پر حضرت عثمان نے قرآن کریم کو جمع کیا تھا.

فصل

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل اور اعلیٰ مرتبہ کے حامل تھے.

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے زیادہ فضیلت حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی پھر تمام عشرہ مبشرہ پھر باقی اہل بدر پھر باقی اہل احد پھر باقی اہل البیعۃ اور پھر باقی صحابہ کرام کو حاصل ہے. اسی طرح ابومنصور بغدادی نے اس پر اجماع بیان کیا ہے.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے. فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے. چنانچہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باقی لوگوں پر فضیلت دیتے تھے. طبرانی نے الکبیر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ "نبی کریم ﷺ اس بات کو جانتے تھے لیکن اس کی تردید نہیں فرماتے تھے."

ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "ہم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو باقی صحابہ کرام پر فضیلت دیتے تھے حالانکہ نبی کریم ﷺ ہم میں موجود تھے."

ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان جو کافی تعداد میں تھے کہا کرتے تھے. نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین فرد ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر عثمان اور پھر ہم خاموش ہو جاتے تھے."

امام ترمذی حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا اور کہا: ''اے رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ یہ کہتے ہیں تو میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو.''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے والد گرامی سے دریافت کیا. رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں تو انہوں نے فرمایا. ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر؟ انہوں نے فرمایا عمر، مجھے اندیشہ ہوا کہ اب وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے. اس لیے میں نے کہا پھر آپ؟ انہوں نے فرمایا میں اس کے سواء کچھ نہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں.''

امام احمد اور دوسرے محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''اس امت کے نبی حضرت سید عالم ﷺ کے بعد اس امت کے بہترین فرد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں.'' امام ذھبی کا قول ہے کہ ''یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ روایت کی گئی ہے.'' خدا رافضیوں پر لعنت کرے وہ کتنے جاہل ہیں!.

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''ابوبکر ہمارے سردار ہیں. وہ ہم سب سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں.''

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: یاد رکھو بیشک نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق اس امت کے سب سے افضل فرد ہیں. جس شخص نے اس کے علاوہ کوئی بات کی وہ جھوٹا ہے. اور اس کی وہی سزا ہے جو جھوٹے کی سزا ہے.

ابن ابی لیلیٰ سے ابن عساکر نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مجھے جو شخص حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے گا میں اس پر جھوٹے کی حد لگاؤں گا اور اسے کوڑے کی سزا دوں گا.

عبدالرحمٰن بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہ نے حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے مختلف طرق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا. ''آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ بزرگ ہو اِلا یہ کہ وہ نبی ہو.'' ایک روایت میں یہ

الفاظ ہیں ''آفتاب کسی ایسے مسلمان پر انبیاء ورسل کے بعد طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔''

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اس روایت کے الفاظ یوں ہیں ''سورج تم میں سے کسی شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔'' اس حدیث کو طبرانی اور کئی دوسرے محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ اس حدیث کے مختلف طرق سے کئی شواہد موجود ہیں جو اس کی صحت یا اس کے حسن ہونے کے متقاضی ہیں۔ امام ابن کثیر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے۔

طبرانی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے بہتر ہیں الا یہ کہ وہ نبی ہو۔'' اوسط میں سعد بن زُرارہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''روح القدس حضرت جبریل امین نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں آپ کے بعد بہترین شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔''

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! سب آدمیوں میں آپ کے نزدیک کون زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ۔ میں نے عرض کیا۔ مردوں میں؟ فرمایا ان کے والد گرامی۔ میں نے پھر عرض کیا ان کے بعد؟ فرمایا پھر عمر بن الخطاب'' یہ حدیث حضرت انس، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ''پھر عمر'' کے الفاظ کے بغیر بھی آئی ہے۔

امام ترمذی، امام نسائی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کون سے صحابی آپ ﷺ کے نزدیک زیادہ محبوب تھے؟ انہوں نے فرمایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا پھر عمر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پھر عرض کیا ان کے بعد کون؟ فرمایا ابوعبیدہ بن الجراح۔''

امام ترمذی وغیرہ محدثین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔ یہ دونوں انبیاء ومرسلین کے سوا اولین اور آخرین میں سے درمیانی عمر کے اہل جنت کے سردار

ہیں. اسی طرح کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے. اس مفہوم کی حدیث حضرت ابن عباس، ابن عمر اور ابوسعید الخدری اور جابر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے.

طبرانی نے اوسط میں حضرت عمار بن یاسر سے ایک روایت نقل کی ہے. فرماتے ہیں جس شخص نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم پر رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کو فضیلت دی اس نے مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کی بدگوئی کی.

ابن سعید نے حضرت امام زھری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا. کیا آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں. فرمایا کہو میں بھی سنوں.'' چنانچہ حضرت حسان نے یہ شعر پڑھے.

وَالثَّانِی اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ   طَافَ الْعَدُوُّ بِہٖ اِذْ صَعَّدَ الْجَبَلَا

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا   مِنَ الْبَرِیَّۃِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ رَجُلَا

☆ اور وہ بلند غار میں دو میں سے دوسرے تھے جب دشمن پہاڑ پر چڑھ کر اردگرد گھوم رہے تھے.

☆ وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور لوگوں کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ ساری مخلوق میں آپ کے نزدیک اُن کے برابر کوئی نہیں ہے.

یہ سن کر سرورِ عالم ﷺ اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے اور فرمایا. حسان! تم نے سچ کہا. وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا ہے.

امام احمد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. ''میری امت میں، میری امت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں. اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ان سب میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں. ان سب میں زیادہ شرم وحیا والے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں. حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں. علم فرائض (وراثت) کو زیادہ جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں. سب سے زیادہ ماہر قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں. ہر امت کا ایک امین ہوا ہے اور

اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہے۔''

ابویعلی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کو روایت کرتے ہیں. ان کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں. ''اور ان تمام میں زیادہ عادل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں.'' اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں شداد بن اوس سے روایت کیا ہے. ان کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں. اور ابوذر میری امت میں سب سے زیادہ زاہد اور سب سے زیادہ صدقہ کرنے والے ہیں. ابوالدرداء میری امت کے سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ متقی شخص ہیں اور معاویہ بن ابی سفیان میری امت کے سب سے زیادہ حلیم اور سخی انسان ہیں.

ہمارے شیخ حضرت علامہ کافیجی رحمۃ اللہ علیہ سے ان باہمی فضیلتوں کے بارے پوچھا گیا کہ کیا یہ سابقہ تفضیل کے منافی تو نہیں. تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے.

فصل

ان آیات کے بارے میں جو آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف، آپ کی طرف سے نبوت کی تصدیق یا آپ کے بارے کسی اور حوالے سے نازل ہوئی ہیں.

یاد رہے کہ کسی شخص کی لکھی ہوئی ایک کتاب میری نظر سے گزری ہے جس میں ان لوگوں کے اسماء کو جمع کیا گیا ہے. جن کے بارے آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں لیکن وہ کتاب تمام ناموں کا احاطہ نہیں کرتی. چنانچہ میں نے اس موضوع پر ایک جامع کتاب تالیف کی اور اس میں ایسے تمام افراد کے ناموں کو بالاستیعاب نقل کیا. یہاں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے جو آیات نازل ہوئی ہیں. ان کی تلخیص بیان کرتا ہوں. رب قدوس کا ارشاد ہے. ﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ﴾ (التوبہ:40).

''آپ دوسرے تھے دو میں سے. جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے. جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے. پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر.'' مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں جن شخصیت کا ذکر خیر ہو رہا ہے. وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ذیل میں اس بارے آثار ذکر کیے جاتے ہیں.

ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ﴾ (التوبہ:40) کے بارے نقل کرتے ہیں کہ ضمیر علیہ کا مرجع ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ (یعنی پھر نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر) کیونکہ نبی کریم ﷺ کو تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین حاصل تھی۔

ابن ابی حاتم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیۃ بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک چادر اور دس اوقیہ (سونا) کے عوض خریدا اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انہیں آزاد کر دیا۔ چنانچہ اس بارے میں رب قدوس نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى﴾

"قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز پر) چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب چمک اٹھے۔ اور اُس کی قسم جس نے پیدا کیا نر اور مادہ کو بیشک تمہاری کوششیں مختلف نوعیت کی ہیں۔" (اللیل:1تا4)۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیہ اور ابی بن خلف، ان تمام کی کوششوں کی نوعیت مختلف ہے۔

ابن جریر نے عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں غلاموں کو خرید کر آزاد فرماتے تھے۔ وہ بوڑھے مردوں اور خواتین کو جب وہ اسلام قبول کرتی تھیں تو خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ اُن کے والد گرامی نے کہا۔ بیٹا! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور لوگوں کو آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم طاقتور مردوں کو آزادی دلاتے تو وہ تمہارا ساتھ دیتے۔ وہ لوگوں کو تجھ سے روکتے اور مخالفوں کو تجھ سے دور کرتے۔ عرض کیا۔ ابا جان میں وہ انعام واکرام چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔" عامر بن عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں مجھے میرے گھر والوں نے بتایا ہے کہ یہ آیات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور اسی جانثاری کے بارے میں اتری ہیں۔ ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ...... الی آخر السورۃ﴾ (اللیل:5الی آخر السورۃ)۔

"پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال خرچ کیا اور (اس سے) ڈرتا رہا...... الی آخر سورۃ"۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اذیت دی جا رہی تھی تو اس بارے میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں. ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ...... الی آخر سورۃ﴾ (اللیل:17).

''اور دور رکھا جائے گا اس سے وہ نہایت پرہیز گار......''.

بزاز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا.

﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ...... الی آخر سورۃ﴾ (اللیل:19).

''اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو......''.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئیں.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنی قسم نہ توڑی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کے بارے حکم نازل فرمادیا.

بزاز اور ابن عساکر نے حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ (حضرت اسید کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف میسر ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے.

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالْحَقِّ * وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (الزمر:33).

''اور وہ ہستی جو اس حق کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں.''

کہ اس آیت میں حق کو لے کر آنے والے نبی کریم ﷺ ہیں اور تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں. روایت میں جَاءَ بِالْحَقِّ کے الفاظ آئے ہیں. شاید یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے.

حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران:159) (١٦) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی. ابن ابی حاتم، ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (الرحمٰن:46) (١٧) حضرت ابوبکر کے بارے نازل ہوئی. اس حدیث کے کئی

*- معروف قرآپ میں بالحق کی جگہ بالصدق ہے. شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرآت بالحق ہے. (مترجم)

اور طرق بھی ہیں جن کو میں نے اسباب نزول میں ذکر کیا ہے۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (التحریم:4)(۱۸) میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی شان کو بیان کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن ابی حمید رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (الاحزاب:56)(۱۹) تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بھلائی نازل نہیں فرمائی جس میں ہمیں شریک نہ کیا ہو۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔﴿هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ﴾ (الاحزاب:43)۔ (۲۰)

ابن عساکر حضرت علی بن الحسین سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر، حضرت عمر، اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں نازل ہوئی۔

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ...... وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ (الاحقاف:15-16)۔ (۲۱)

ابن عساکر حضرت ابن عیینہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کی رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں سرزنش کی سوائے ابو بکر کے۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (التوبہ:40)۔

"اگر تم مدد نہیں کرو گے رسول کریم ﷺ کی تو (کیا ہوا) اُن کی مدد فرمائی ہے خود اللہ نے۔ جب نکالا تھا اُن کو کفار نے۔ آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔"

فصل

اس فصل میں سابقہ احادیث کے علاوہ چند ایسی احادیث ذکر کی جائیں گی جو حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں آئی ہیں.

شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے. جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں میں ہوگا کہ اچانک اس پر ایک بھیڑیا چھپٹے گا اور اس کے ریوڑ سے ایک بکری کو پکڑ لے گا. چنانچہ چرواہا اس بھیڑیے کا پیچھا کرے گا. تو وہ بھیڑیا اس چرواہے کی طرف مڑے گا اور کہے گا. درندے کے دن اس کا رکھوالا کون ہوگا. یہ وہ دن ہوگا جس میں اس بکری کا میرے سوا کوئی چرواہا نہیں ہوگا اور اس دوران کہ ایک شخص بیل کو ہانک رہا ہوگا اور اس بیل پر اس نے بوجھ رکھا ہوگا. بیل اس شخص کی طرف متوجہ ہوگا اور اس سے کلام کرے گا اور کہے گا. میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا. میں تو ہل چلانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں. لوگ کہیں گے سبحان اللہ بیل باتیں کر رہا ہے. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں. ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم وہاں موجود نہیں تھے یعنی یہ دونوں اس مجلس میں موجود نہیں تھے. یہ واقعہ بیان کر کے نبی کریم ﷺ نے ان کے ایمان کی گواہی دی کیونکہ نبی کریم ﷺ کو ان کے کمال ایمان کی خبر تھی.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں. میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبریل اور میکائیل علیہم السلام اور اہل زمین میں سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم ہیں.

اصحاب سنن اور دوسرے محدثین نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے. ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں. اور (اسی طرح) آپ ﷺ نے تمام عشرہ مبشرہ کا ذکر فرمایا.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا. بلند مرتبہ (جنتیوں) کو نیچے درجے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم افق

آسمان پر روشن ستارے کو دیکھتے ہو. ابوبکر اور عمران ہی میں سے ہیں. اس حدیث کو حضرت جابر بن سمرہ اور حضرت ابوہریرہ کی روایت سے طبرانی نے بھی نقل کیا ہے.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام، مہاجرین اور انصار کے مجمع میں تشریف لے آتے. ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما ہوتے. مجمع میں موجود لوگوں میں سے کوئی شخص آپ ﷺ کو نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا سوائے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے. یہ دونوں نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کی طرف دیکھتے رہتے تھے. یہ دونوں آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ کر تبسم کناں ہوتے تھے.

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے. حالت یہ تھی کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم میں سے ایک ان کے دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف اور آپ ﷺ ان دونوں کے ہاتھوں کو تھامے ہوئے تھے. آپ ﷺ نے فرمایا. قیامت کے روز ہم اسی طرح اٹھیں گے. اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے.

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے. میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے زمین شق ہوگی (یعنی قیامت کے روز سب سے پہلے میں زمین سے زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا) پھر ابوبکر اور پھر عمر رضی اللہ عنہم.

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن حنطب سے یہ روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر فرمایا. یہ دونوں (میری) سمع وبصر ہیں. اسے طبرانی نے ابن عمر اور بن عمرو رضی اللہ عنہم کے طریق سے روایت کیا ہے.

بزاز اور حاکم نے ابواروی دوسی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تشریف لائے. نبی کریم ﷺ نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا: ''تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے تم دونوں کے ذریعے میری مدد فرمائی.'' یہ روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے.

جسے طبرانی نے اوسط میں نقل فرمایا ہے.

ابویعلی نے حضرت عمار بن یاسر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی کچھ دیر پہلے میرے پاس جبریل امین آئے اور میں نے ان سے کہا .اے جبریل! مجھے حضرت عمر بن الخطاب کے فضائل بتایئے. انہوں نے کہا. اگر میں آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کروں اور اتنی دیر کرتا رہوں جتنی دیر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے تو پھر بھی عمر کے فضائل ختم نہیں ہوں گے اور عمر رضی اللہ عنہ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں.

امام احمد عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے فرمایا. اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا. اسے طبرانی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے.

قاسم بن محمد سے امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی فتویٰ دیتے تھے.

طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. ہر نبی کے اس کی امت میں سے کچھ مقرب بارگاہ لوگ ہوتے ہیں. میرے صحابہ میں میرے مقرب ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم ہیں.

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہی، مجھے سوار کر کے دارالھجرت (مدینہ طیبہ) کی طرف لے گئے اور بلال کو آزاد کیا. اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑوی ہو. اور اسی راست گوئی نے انہیں تنہا کر چھوڑا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں رہا. اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے. ان سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں. اللہ تعالیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے. اے اللہ تعالیٰ حق کو ان کے ساتھ کر دے وہ جس طرف پھریں حق بھی اسی طرف پھر جائے.

طبرانی حضرت سھل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے. اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور پھر فرمایا. لوگو! ابوبکر

نے مجھے کبھی تکلیف نہیں پہنچائی. ان کے بارے میں اس بات کو جان لو. اے لوگو! میں ان سے، عمر سے، عثمان سے، علی سے، طلحہ سے، زبیر سے، سعد سے، عبدالرحمٰن بن عوف سے اور اولین مہاجرین سے راضی ہوں. یہ بات ان کے بارے میں جان لو.

عبداللہ بن احمد نے ''زوائد الزہد'' میں حضرت ابن ابی حازم سے نقل فرمایا کہ انہوں نے فرمایا ''ایک شخص حضرت علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کیا مقام و مرتبہ تھا. آپ نے فرمایا. جیسا اب ان کا مقام و مرتبہ ہے'' (یعنی دونوں آپ کے پاس سوئے ہوئے ہیں).

ابن سعد نے بسطام بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے. فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے فرمایا. میرے (وصال کے) بعد کوئی شخص تمہارے خلاف سازش نہیں کرے گا (اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرے بعد تم پر کوئی تسلط حاصل نہیں کر سکے گا مترجم).

ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کی محبت ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی محبت اور ان کی معرفت سنت ہے.''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ''میں امید کرتا ہوں کہ میری امت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی محبت پر کاربند رہے گی. جس طرح مجھے امید ہے کہ میری امت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر کاربند رہے گی.''

فصل

مذکورہ احادیث کے علاوہ اب یہاں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جو صرف آپ کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں.

شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے. فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا

خرچ کیا تو اسے جنت کے دروازے سے یہ آواز دی جائے گی. اے اللہ کا بندہ! یہ ہے بھلائی جو نماز والوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا. جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا. اسے جہاد والے دروازے سے بلایا جائے گا. جو صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اس کو صدقہ والے دروازے سے بلایا جائے گا. جو اہل صیام میں سے ہوگا. اسے باب الریان سے آواز دی جائے گی. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. جس شخص کو ان دروازوں سے بلایا جائے گا پھر اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی (ا). یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ اے ابو بکر تو بھی ان میں سے ہوگا.

ابوداؤد اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے. کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا. اے ابو بکر آپ وہ پہلے شخص ہوں گے جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے.

شیخین نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. جس شخص کا مجھ پر صحبت اور مال کے لحاظ سے سب سے زیادہ احسان ہے وہ ایک ابو بکر ہیں. اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلامی بھائی چارہ (ہم میں موجود ہے) (۲۲). یہ حدیث ابن عباس، ابن زبیر، ابن مسعود، جندب بن عبداللہ، براء بن عازب، کعب بن مالک، جابر بن عبداللہ، انس، ابی واقد لیثی، ابی المعلی، عاشہ، ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت سے بھی آئی ہے. ان کے طرق کو میں نے احادیث متواترہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اسی اثناء میں ابو بکر صدیق آئے. سلام عرض کیا اور کہا. میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ ان بن سی ہوگئی ہے. میں نے جلدی میں انہیں کچھ کہہ دیا. پھر مجھے شرمندگی ہوئی اور میں نے ان سے کہا کہ مجھے معاف کر دو لیکن انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا. سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے. نبی کریم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی. پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی

ندامت محسوس ہوئی. وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے. لیکن وہاں آپ کو نہ پایا. وہاں سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے. نبی کریم ﷺ کے چہرے کی رنگت (مارے غصے کے) بدلنے لگی حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رحم آ گیا. آپ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا. یارسول اللہ! بخدا میں ان سے زیادہ ظالم ہوں. یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبار عرض کی. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تم نے کہا تو نے جھوٹ کہا اور ابوبکر نے کہا تم نے سچ فرمایا اور اپنی جان و مال سے مجھے تسلی دی. کیا تم میرے لیے میرے دوست کو نہیں چھوڑتے؟ یہ ارشاد دو مرتبہ ہوا. اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ دی گئی.

ابن عدی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں. اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. مجھے اپنے دوست کے معاملے میں اذیت نہ دو. اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور تم نے کہا. تو نے جھوٹ بولا جبکہ ابوبکر نے کہا. آپ نے سچ فرمایا. اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب کا نام نہ دیا ہوتا تو میں ان کو خلیل بنا لیتا. لیکن اسلامی بھائی چارہ (ہم میں موجود ہے).

ابن عساکر نے حضرت مقدام سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا. جس نے تکبر سے اپنا دامن زمین پر گھسیٹا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. (یارسول اللہ!) میرے کپڑے کا ایک پلو ڈھیلا ہو کر نیچے کھسک جاتا ہے مگر یہ کہ خوب خیال رکھوں اور اسے کس کر باندھوں. سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. آپ تکبر سے ایسا نہیں کرتے.

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا. آج تم میں سے کسی نے روزے کی حالت میں صبح کی؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. میں نے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون شخص جنازہ کے ساتھ گیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں، نبی کریم ﷺ نے (تیسرا) سوال کیا تم میں سے کس شخص نے آج مسکین کو کھانا کھلایا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے. نبی کریم ﷺ نے (چوتھا) سوال کیا. آج تم میں سے کس شخص نے مریض کی عیادت کی؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا، میں نے. چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. یہ نیکیاں کسی شخص میں جمع نہیں ہوتیں مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے.

یہ حدیث حضرت انس بن مالک اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی روایت سے بھی وارد ہوئی ہے. حضرت انس کی حدیث کو امام بیہقی نے ''الاصل'' میں نقل کیا ہے. اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں. آپ کے لیے جنت واجب ہوگئی. اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت بزاز رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا ہے. اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں. نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز ادا فرمائی پھر اپنا رخ انور صحابہ کرام کی طرف پھیرا اور فرمایا تم میں سے کس شخص نے آج روزے کی حالت میں صبح کی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! گذشتہ رات مجھے روزے کا خیال نہیں رہا اور میں نے حالت افطار میں صبح کی. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! میں روزے سے ہوں. رسول اللہ ﷺ نے پوچھا آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. مجھے اطلاع ملی کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن عوف بیمار ہیں تو میں ان کے پاس حاضر ہوا کہ دیکھوں انہوں نے کیسے صبح کی. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے اور ابھی یہاں سے باہر ہی نہیں نکلے. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائل وہاں موجود ہے. میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا تو میں نے روٹی کا وہ ٹکڑا لے کر اس سائل کو دے دیا. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. آپ کو جنت کی خوشخبری ہو. پھر نبی کریم ﷺ نے کوئی بات فرمائی. جسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خوش ہو گئے البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ انہوں نے جب بھی کسی بھلائی کا ارادہ کیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے سبقت لے گئے.

ابویعلی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اندر آئے. ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے. آپ ﷺ نے مجھے دعا کرتے ہوئے پایا اور فرمایا. مانگ تمہیں دیا جائے گا. پھر فرمایا جو چاہتا ہو کہ قرآن کریم کو پست اور نرم آواز میں پڑھے تو وہ ابن ام عبد کی آواز میں قرآن کی تلاوت کرے. میں اپنے گھر لوٹ آیا حضرت ابوبکر صدیق میرے گھر میں آئے اور مجھے خوشخبری

سنائی. پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (میرے گھر سے) باہر جاتے ہوئے دیکھا جو ان سے پہلے تشریف لائے تھے. اور فرمایا بیشک آپ نیکی میں بہت سبقت لے جانے والے ہیں.

امام احمد سند حسن کے ساتھ حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی. انہوں نے مجھے کوئی ایسی بات کہہ دی جس کو میں نے ناپسند کیا. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ندامت ہوئی. چنانچہ انہوں نے مجھ سے فرمایا. اے ربیعہ! آپ بھی مجھے ایسا ہی کہہ لیں تاکہ بدلہ ہو جائے. میں نے کہا. میں ایسا نہیں کروں گا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا. آپ ضرور کہیں گے یا پھر میں آپ کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کروں گا (یعنی آپ کی بارگاہ نبوت میں شکایت کروں گا). میں نے عرض کیا. میں ایسا کرنے والا نہیں. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف چل دیئے. میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا. کچھ لوگ آئے جو قبیلہ اسلم سے تھے اور مجھ سے کہنے لگے. اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے. وہ آپ کی کسی غلطی کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت لگائیں گے. انہوں نے خود آپ سے کہا ہے جو کہا ہے. میں نے کہا جانتے ہو وہ کون ہیں؟ وہ ابوبکر صدیق ہیں. دو میں سے دوسرے ہیں. مسلمانوں کے بزرگ ہیں. بچو کہ کہیں وہ مڑ کر دیکھ نہ لیں کہ آپ ان کے خلاف میری مدد کر رہے ہیں. وہ (اس بات سے) ناراض ہو جائیں گے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ ان کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے اور ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور ربیعہ ہلاک ہو جائے گا. لوگوں نے پوچھا تو پھر ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ فرمایا تم واپس چلے جاؤ. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور میں بھی اکیلا ان کے پیچھے چلتا گیا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو وہ بات بتائی بالکل اسی طرح جس طرح تھی. رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر مجھے دیکھا اور فرمایا. اے ربیعہ! تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس طرح بات ہوئی ہے. انہوں نے مجھے ایک بات کہی جسے میں نے ناپسند کیا. انہوں نے کہا تم بھی اسی طرح کہو جس طرح میں نے کہا، تاکہ یہ قصاص ہو جائے لیکن میں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے ان کو جواب نہ دو لیکن یہ کہو. اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ تمہیں

معاف فرمائے. میں نے کہا اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے. حسن کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا.

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا. آپ حوض کوثر اور غار (ثور) میں میرے ساتھی ہیں.

عبداللہ بن احمد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. ابو بکر غار ثور میں میرے ساتھی اور غمگسار تھے. اس کی سند حسن ہے.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. جنت میں ایک پرندہ ہے جو بخاتی (خراسانی اونٹوں) کی طرح ہے. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا. یا رسول اللہ ﷺ! اس کا گوشت تو بہت عمدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا. جو اس پرندے کو کھائیں گے وہ اس سے بھی عمدہ ہوں گے اور آپ بھی ان میں سے ایک ہوگے. یہ حدیث حضرت انس کی روایت سے بھی آئی ہے.

ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. مجھے آسمانوں کی طرف اٹھا کر لے جایا گیا تو میں جس بھی آسمان سے گزرا. اس آسمان پر اپنا نام اس طرح لکھا ہوا دیکھا محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ابو بکر ان کے خلیفہ ہیں. اس کی سند ضعیف ہے. لیکن یہ حدیث حضرت ابن عباس، ابن عمر، انس، ابی سعید اور ابو درداء رضی اللہ عنہم سے بھی کمزور اسناد کے ساتھ مروی ہے. سو یہ اسناد ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں.

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس یہ آیت کریمہ تلاوت کی. ﴿یَـٰٓأَیَّتُهَا ٱلنَّفۡسُ ٱلۡمُطۡمَئِنَّةُ﴾ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (سن کر) بولے یہ بات کیا ہی خوب ہے (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لیکن فرشتہ تو موت کے وقت آپ سے یہی کہے گا (اے نفس مطمئنہ لوٹ آ، اپنے رب کی طرف......).

ابن ابی حاتم نے حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی. ﴿وَلَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ﴾ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ اگر آپ مجھے یہ حکم دیں کہ میں اپنے آپ کو قتل کردوں تو میں ایسا کروں گا. آپ ﷺ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو.

ابوالقاسم بغوی نے نقل کیا ہے کہ ہم سے داؤد بن عمر نے بیان کیا. ہم سے عبدالجبار بن الورد نے انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا. فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان (نہانے کے لیے) ایک تالاب میں داخل ہوئے. آپ ﷺ نے فرمایا، ہر آدمی اپنے دوست کی طرف تیر کر جائے. ہر آدمی اپنے دوست کی طرف تیرنے لگا، حتی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی بچ گئے. چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف تیرے، حتی کہ اُن سے گلے جا ملے اور فرمایا. اگر میں کسی کو خلیل بناتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا (یعنی تازیست) تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ تو میرے دوست ہیں. وکیع نے بھی اسی طرح کی حدیث عبدالجبار بن الورد سے روایت کی ہے.

اسے ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے. عبدالجبار ثقہ راوی ہیں اور اُن کے شیخ ابن ابی ملیکہ حدیث کے امام ہیں. لیکن یہ حدیث ہے مرسل اور بہت غریب ہے.

میں کہتا ہوں کہ اس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں اور ابن شاہین نے ''سنن'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے.

ابن ابی الدنیا نے ''مکارم الاخلاق'' میں اور ابن عساکر نے صدقہ بن میمون قرشی کے طریق سے اور انہوں نے سلیمان بن یسار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. ''بھلائی کی تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں. جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس میں اُن خصائل میں سے کوئی خصلت پیدا فرما دیتا ہے. جس کی بدولت وہ شخص جنت میں چلا جاتا ہے''. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! کیا مجھ میں ایسی کوئی خصلت موجود ہے. آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں تم میں وہ تمام کی تمام خصلتیں موجود ہیں''.

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے صدقۃ القرشی سے اور انہوں نے ایک شخص سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. ''بھلائی کی خصلتیں

تین سو ساٹھ ہیں. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا. اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ میں اُن میں سے کوئی خصلت موجود ہے. آپ ﷺ نے فرمایا. وہ تمام خصلتیں آپ میں موجود ہیں. اے ابو بکر آپ کو مبارک ہو".

ابن عساکر نے مجمع بن یعقوب الانصاری کے طریق سے اُن کے والد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ کا حلقہ احباب بہت سمٹ کے ایک دوسرے میں گھ کر بیٹھتے تھے حتی کہ کنگن جیسا حلقہ بن جاتا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ خالی پڑی رہتی تھی. کوئی شخص اس جگہ بیٹھنے کی خواہش نہیں کرتا تھا. جب آپ تشریف لاتے تو اپنی جگہ بیٹھ جاتے. نبی کریم ﷺ آپ کی طرف متوجہ ہوتے اور آپ سے بات کرتے اور لوگ سنتے.

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. "ابو بکر کی محبت اور اُن کا شکر یہ ادا کرنا پوری امت پر فرض ہے".

حضرت سھل بن سعد سے بھی اسی طرح کی حدیث نقل کی گئی ہے. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ "تمام لوگوں کا محاسبہ ہوگا سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے".

فصل

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحابہ اور سلف صالحین کا کلام.

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے. "ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے آقا ہیں".

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "اگر روئے زمین کے تمام لوگوں کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو تولا جائے تو ان کے ایمان کا وزن تمام سے بڑھ جائے گا".

ابن ابی خیثمہ اور عبد اللہ بن احمد "زوائد الزہد" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. "ابو بکر رضی اللہ عنہ سبقت لے جانے والے اور نیکی کے مقابلے میں آگے نکل جانے والے تھے". حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ "میں پسند کرتا ہوں کہ (کاش!) میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے کا ایک بال ہوتا". اسے مسدد نے اپنی "مسند" میں نقل کیا ہے.

اور عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے. میں پسند کرتا ہوں کہ میں جنت میں وہاں رہوں جہاں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ سکوں"۔ اسے ابن ابی دنیا اور ابن عساکر نے نقل فرمایا ہے. اور فرمایا "ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خوشبو مشک کی خوش بو سے زیادہ پاکیزہ ہے"۔ اسے ابونعیم نے نقل کیا ہے.

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے. آپ کے جسد پاک پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی. آپ نے فرمایا "ایسا کوئی شخص جو اپنے نامہ اعمال کو لے کر اللہ تعالیٰ سے ملا ہو میرے نزدیک اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص (یعنی ابوبکر) سے زیادہ پسندیدہ نہیں."

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ! کا ارشاد گرامی ہے. "مجھے عمر بن الخطاب نے بتایا کہ انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی کسی بھلائی میں مقابلہ نہیں کیا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بھلائی میں سبقت لے گئے."

طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم نے جب بھی بھلائی کے کسی کام میں مقابلہ کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے سبقت لے گئے". اور اوسط ہی میں حضرت جحیفہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے. "رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم ہیں. میری محبت اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے."

"الکبیر" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "تین شخص خاندان قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ خوش اخلاق اور دل کے اعتبار سے سب سے مضبوط ہیں. اگر تجھ سے بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں. اگر تو اُن سے کوئی بات کرے تو میری تکذیب نہ کریں (وہ تین شخص) ابوبکر صدیق، ابوعبیدہ بن الجراح اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہم ہیں."

ابن سعد نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "رافت و رحمت کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اوّاہ (رحم دل) کا نام دیا جاتا تھا."

ابن عساکر نے ربیع بن انس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''پہلی کتابوں ''تورات،، انجیل'' میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کی سی ہے. بارش جہاں بھی برستی ہے فائدہ دیتی ہے.''

ابن عساکر حضرت ربیع بن انس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''ہم نے انبیاء علیہم السلام کے صحابہ میں نظر کی تو ہم نے کوئی نبی ایسا نہیں پایا جس کا صحابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ہو.''

زبیر بن بکر سے یہ روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے بعض اہل علم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں خطباء ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تھے.''

حضرت ابی حصین سے روایت ہے کہ ''آدم علیہ السلام کی اولاد میں نبیوں اور رسولوں کے بعد ابوبکر سے زیادہ فضیلت والا شخص پیدا نہیں ہوا. مرتدین کے خلاف جنگ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک نبی کا کردار ادا کیا.''

دینوری ''مجالسہ'' میں اور ابن عساکر حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چار خصلتوں میں خصوصیت عطا فرمائی ہے اور اُن خصلتوں میں کسی اور شخص کو خصوصیت حاصل نہیں. آپ کا نام صدیق رکھا حالانکہ کسی اور کا نام آپ کے علاوہ صدیق نہیں رکھا. آپ رسول اللہ ﷺ کے یار غار اور رفیق ہجرت ہیں. نبی پاک ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا حالانکہ اور مسلمان بھی موجود تھے.''

ابن ابی داؤد نے جعفر سے ''کتاب المصاحف'' میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ اور جبریل علیہ السلام کی باہمی گفتگو سنتے تھے لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے.''

حاکم نے ابن المسیب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے. آپ تمام امور میں آپ ﷺ کو مشورہ دیتے تھے. آپ اسلام میں دوسرے تھے (یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد پہلے مسلمان آپ ہی تھے) غار میں دوسرے تھے. یوم بدر کو قریش میں دوسرے تھے. قبر میں آپ کے دوسرے ہیں اور رسول اللہ ﷺ آپ پر کسی کو مقدم نہیں رکھتے تھے.''

فصل

وہ احادیث اور آیات جو آپ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور اس بارے آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا کلام شامل ہے.

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے. فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ان لوگوں کی اقتداء کرو. ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم" اس حدیث کو طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے.

ابوالقاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت کم ٹھہریں گے (یعنی زندہ رہیں گے)" اس حدیث کے پہلے حصے کی صحت پر اجماع ہے اور یہ حدیث متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے. اس کتاب کے شروع میں اس کی تشریح گزر چکی ہے. سابقہ حدیث کے صحیحین کی روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب آپ ﷺ نے اپنے وصال کے قریب خطبہ ارشاد فرمایا تو فرمایا "ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے......" اس حدیث کے آخر میں ہے کہ کوئی دروازہ باقی نہ رہے مگر اُس کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے. اور دونوں روایتوں میں یہ الفاظ موجود ہیں. مسجد کی طرف کھلنے والا کوئی دروازہ ہرگز باقی نہ رہے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے. علماء فرماتے ہیں کہ یہ خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ اس دروازہ سے مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے نکلا کرتے تھے. حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں. "اُن دروازوں کو جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے" اسے ابن عدی نے روایت کیا ہے. یہی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے جسے امام ترمذی اور دوسرے محدثین نے نقل فرمایا ہے. اور یہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "**زوائد المسند**" میں روایت کی گئی ہے. نیز یہ حدیث حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوئی ہے اور طبرانی نے نقل کیا ہے. ان کے علاوہ حضرت انس سے بھی مروی ہے جسے بزاز نے نقل کیا ہے. شیخین "**بخاری و مسلم**" جبیر بن

مطعم رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے یہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. ایک عورت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی. آپ ﷺ نے اسے دوبارہ اپنے پاس آنے کا حکم دیا. اس نے عرض کیا. اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر آپ کا کیا حکم ہے. گویا وہ کہہ رہی تھی اگر آپ کا وصال ہو جائے تو، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا''.

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے. فرماتے ہیں کہ مجھے بنو مصطلق نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا. یہ پوچھنے کے لیے کہ ہم آپ کے بعد صدقات کس کو دیں. میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ''ابو بکر کو دینا''.

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. ''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی. وہ آپ سے کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی. آپ نے اسے فرمایا تم دوبارہ آنا اس عورت نے کہا. یا رسول اللہ ﷺ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو (موت کی طرف اشارہ کر رہی تھی) فرمایا: ''اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس جانا (کیونکہ) وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے''.

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں مجھ سے فرمایا. اپنے والد ابو بکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلا کر لاؤ. مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی (خلافت کا) متمنی تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا: ''میں زیادہ حقدار ہوں. حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابو بکر کے سوا (ہر شخص کی خلافت کا) انکار کریں گے''.

امام احمد اور کئی دوسرے محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے اس حدیث کو نقل کیا ہے. بعض روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں. ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے. رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے دوران جس میں آپ کا وصال ہوا مجھ سے فرمایا: ''میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا لاؤ. تاکہ میں ابو بکر کے لیے ایک تحریر لکھ دوں تاکہ میرے بعد کوئی شخص اُن سے اختلاف نہ کرے. پھر فرمایا. انہیں رہنے دو. خدا کی پناہ کہ اہل ایمان ابو بکر کے بارے میں اختلاف کریں''.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اُن سے پوچھا

گیا. اگر رسول اللہ ﷺ کسی کو اپنا جانشین بناتے تو کس کو جانشین بناتے؟ فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو. اُن سے عرض کیا گیا. ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو. عرض کیا گیا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو؟ فرمایا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو."

شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور بیماری نے شدت اختیار کر لی. چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" .حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! وہ رقیق القلب ہیں. جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے. آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: "ابوبکر سے کہئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" .حضرت ام المومنین نے دوبارہ وہی بات عرض کر دی. نبی کریم ﷺ نے (سہ بارہ) فرمایا: "ابوبکر سے کہئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" ,تم زنان (۲۳) یوسف ہو. سو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی. یہ حدیث متواتر ہے. اس کو حضرت عائشہ صدیقہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زمعہ، ابوسعید، علی بن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے. اُن کے طرق کو میں نے احادیث متواترہ میں جاری کیا ہے. اُن میں سے بعض روایات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لی گئی ہیں اُن میں یہ الفاظ بھی ہیں." میں نے اِس بارے بار بار رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی اور بار بار گزارش کرنے پر مجھے صرف اس چیز نے آمادہ کیا کہ میرے دل میں یہ بات نہ آئی کہ جو شخص اُن کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ ہمیشہ اُس سے محبت کریں گے بلکہ میرے دل میں یہ بات آ گئی کہ جو شخص بھی اُن کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ ضرور اُس سے بدفالی لیں گے. میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سلسلہ میں ابوبکر صدیق سے پھیر دوں" (یعنی کسی اور شخص کو وہ نماز پڑھانے پر متعین کریں).

ابن زمعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ذریعے ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے آئے اور نماز پڑھائی. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں نہیں نہیں. اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کریں گے. لوگوں کو نماز ابوبکر صدیق پڑھائیں گے."

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور رسول اللہ نے اُن کی تکبیر کی حالت میں سر باہر نکالا اور فرمایا ابوقحافہ کے بیٹے (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟''

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث دلالت کے اعتبار سے بالکل واضح ہے کہ صدیق اکبر علی الاطلاق تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل، خلافت کے زیادہ مستحق اور امامت کے زیادہ لائق ہیں. اشعری فرماتے ہیں کہ یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ مہاجرین اور انصار موجود تھے اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ لوگوں کی امامت وہ کرائے جوان میں زیادہ اللہ کی کتاب کو جاننے والا ہو. سو واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان تمام میں قرآن کریم کو زیادہ جاننے والے تھے.

خود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اس ارشاد نبوی سے یہی استدلال کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں. ان لوگوں میں (جنہوں نے ارشاد نبوی سے خلافت ابوبکر پر استدلال کیا) ایک عمر رضی اللہ عنہ ہیں. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو بیعت خلافت کے سلسلے میں آئے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس سے یہی استدلال فرماتے تھے.

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ میں موجود تھا. غائب نہیں تھا اور نہ ہی میں بیمار تھا. لہٰذا ہم اُس شخص کو اپنی دنیا کے لیے پسند کرتے ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا ہے.''

علماء فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں آپ رضی اللہ عنہ اہلیت امامت کے سلسلہ میں معروف تھے.

حضرت امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے سہل بن سعد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. بنی عمرو بن عوف کے لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگئی. رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی آپ ظہر کے بعد اُن کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے اور حکم دیا: ''بلال! اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ آؤں تو ابوبکر سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''. جب نماز عصر کا وقت آیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نماز پڑھائیں چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی.

ابوبکر شافعی نے ''غیلانیات'' میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا. جب آپ بیمار ہوئے تو آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کیا. آپ ﷺ نے فرمایا. میں انہیں آگے کرنے والا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کو آگے کرنے والا ہے.

دارقطنی نے ''افراد'' میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا. ''میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے درخواست کی کہ میں آپ کو تینوں سے آگے کروں لیکن اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو آگے کرنے کے سواء (کسی اور کو آگے کرنے سے) انکار فرما دیا''.

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا (ایک دفعہ) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے آپ کو (خواب میں) دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں کے پاخانوں میں چل رہا ہوں. نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگوں پر حکمرانی کرو گے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا. میں اپنے سینے میں دو نشان سے دیکھتا ہوں. فرمایا یہ دو برس ہیں یعنی یہ حکمرانی دو سال (چھ ماہ) ہوگی.

ابن عساکر نے ابی بکرہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. ''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا. کچھ لوگ آپ کے ہاں کھانا کھا رہے تھے. تمام لوگوں کے آخر میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی طرف آپ نے دیکھا اور پوچھا. پہلی کتابوں میں تم کیا پاتے ہو؟ اس شخص نے کہا. نبی کریم ﷺ کا جانشین اس کا صدیق ہوگا.''

ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا تاکہ میں چند چیزوں کے بارے آپ سے دریافت کروں. میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا. میری تشفی فرمایئے اُن مسائل کے بارے میں جن میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں. کیا رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا. کیا اس بات میں بھی کوئی شک ہے؟ تیرا باپ نہ ہو، ہاں! اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور یقیناً آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ عرفان الٰہی حاصل تھا

اور آپ سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والے تھے. اگر آپ نے انہیں خلیفہ تصور نہ کیا ہوتا تو وہ موت کو اس پر ترجیح دیتے.

ابن عدی نے حضرت ابوبکر بن عیاش سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. مجھ سے مامون الرشید نے دریافت کیا. اے ابوبکر! لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیسے خلیفہ منتخب کیا؟ میں نے عرض کیا. اے امیر المومنین اللہ کریم خاموش رہا. اس کا رسول ﷺ خاموش رہا اور اہل ایمان خاموش رہے. آپ نے فرمایا. اللہ کی قسم! آپ نے میرے غم میں اضافہ کر دیا. انہوں نے عرض کیا. اے امیر المومنین! نبی کریم ﷺ آٹھ روز بیمار رہے (بیماری کی حالت میں) حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا. یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں کو نماز کون پڑھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا. ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں. چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آٹھ روز تک لوگوں کی امامت کی اور وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رہا. چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی. رب العالمین نے خاموشی اختیار فرمائی اور اہل ایمان بھی رسول اللہ ﷺ کی خاموشی سے خاموش رہے. مامون الرشید کو یہ بات بہت پسند آئی اور انہوں نے فرمایا. اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے.

علماء کی ایک جماعت نے آیات قرآنی سے خلافت صدیق کے مسئلے کا استنباط کیا ہے.

امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا آیت کریمہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ﴾ (المائدہ:54).

”اے ایمان والو! جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے (تو اس کی بدنصیبی) سو عنقریب لے آئے گا اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے.“

فرمایا یہ آیت کریمہ بخدا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے بارے میں ہے (کیونکہ) جب عرب (کے بعض قبائل) نے ارتداد کیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے ان کے خلاف جہاد کیا حتی کہ انہیں اسلام کی طرف لوٹا دیا.

یونس بن بکیر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے. فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو عرب (کے بعض قبائل) مرتد ہو گئے. پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کی ان کے

خلاف جنگ کا تذکرہ کیا حتی کہ فرمایا ہم کہا کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ ﴿فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ﴾ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے بارے نازل ہوئی ہے.

ابن ابی حاتم نے حضرت جویبر سے اس آیت کریمہ ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ (الفتح:16) ''فرما دیجئے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو کہ عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے.'' کے بارے یہ روایت نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ ان سے مراد بنو حنفیہ ہیں ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حجت ہے کیونکہ آپ ہی نے مسلمانوں کو اُن کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی.

حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے ابوالعباس بن شریح کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں مذکورہ ہے. فرمایا کیونکہ اہل علم کا اِس بات پر اجماع ہے کہ اِس کے نزول کے بعد کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی. جس کی طرف بدوی عربوں کو دعوت دی گئی ہو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے کہ آپ نے اُن بدوی عربوں کو اور دوسرے لوگوں کو مرتدین اور مانعینِ زکوۃ کے خلاف جنگ کرنے کی طرف دعوت دی. فرمایا: چنانچہ یہ آیت کریمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور اُن کی اطاعت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو شخص اس سے منہ موڑے گا. اسے المناک عذاب دیا جائے گا. ابن کثیر نے کہا جو لوگ اِس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اُن لوگوں سے مراد فارس اور روم کے لوگ ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اُن کے خلاف جنگ کرنے کے لیے لشکر ترتیب دیئے اور یہ کام حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا سو عمر فاروق اور عثمان غنی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کی فرع ٹھہرے اور رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے. ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ (النور:55) ''وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں.''

خطیب حضرت ابوبکر بن عباس سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی رو سے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں. کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے.

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ......اُولٰئِكَ هُمَ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾(الحدید:16) ''وہی (خوش نصیب) اللہ کی جناب میں صدیق......''اور جس کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کا نام عطا کیا ہو وہ جھوٹ نہیں بول سکتا. اسی لیے صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو''یا خلیفۃ رسول اللہ ﷺ'' (یعنی اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ) کہہ کر مخاطب کرتے تھے. ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ استنباط بہت اچھا ہے.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زعفرانی سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام لوگوں کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے اور یہ اس لیے ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد مجبور ہو گئے (کہ کسی کو خلیفہ منتخب کریں) تو انہوں نے آسمان کے نیچے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص نہ پایا اور اپنی گردنیں اُن کے سامنے جھکا دیں.

اسد السنہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے حضرت معاویہ بن قرۃ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے. رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس بارے کوئی شک نہیں تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں اور وہ انہیں کوئی نام نہیں دیتے تھے. سوائے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے، اور صحابہ کرام غلطی اور گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے تھے.

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ انہوں نے فرمایا جس کو مسلمانوں نے اچھا خیال کیا وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمانوں نے برا خیال کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہے. تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خیال فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کریں.

حاکم نے حضرت مرۃ الطیب سے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور امام ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا انہوں نے فرمایا: ''ابوسفیان بن حرب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا کیا ہو گیا ہے کہ یہ معاملہ (خلافت) قریش کے ایک ایسے قبیلہ میں چلا گیا ہے جو تعداد میں بھی بہت کم ہیں اور تمام قریش میں ذلیل ترین ہیں، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ. خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو میں اُس کے خلاف (میدان) گھوڑوں اور مُردوں سے بھر دوں. راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا. اے ابوسفیان! تو نے اسلام اور اہل اسلام سے بہت دشمنی کی لیکن تیری یہ دشمنی اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی. ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اِس کا اہل پاتے ہیں.

فصل

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں ہے.

شیخین نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج سے واپس آ کر لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں فرمایا. مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم میں سے فلاں شخص کہتا ہے. اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں فلاں کی بیعت کروں گا. کوئی شخص اِس بات سے دھوکہ نہ کھائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور پوری ہوئی (یعنی کسی نے اختلاف نہ کیا) یاد رکھو. ابوبکر صدیق کی بیعت ایسے ہی ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کو) اِس (اختلاف) کے شر سے بچالیا اور آج تم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح ایسا کوئی شخص موجود نہیں جس کے سامنے لوگ اپنی گردنیں خم کر دیں. جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو وہ ہم میں بہترین انسان تھے. حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھ (کچھ لوگ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر الگ ہو کر بیٹھ گئے. انصار ہم سے الگ ہو کر تمام کے تمام سقیفہ بنی ساعدہ میں جا بیٹھے اور مہاجرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہوئے. میں (عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا. اے ابوبکر! ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کی طرف چلیئے. ہم اُن کی طرف چلے حتیٰ کہ ہم کو دو نیک شخص ملے اور انہوں نے ہم سے ذکر کیا جو اُن لوگوں نے کیا تھا. انہوں نے کہا. اے گروہ مہاجرین کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں. انہوں نے کہا تم پر لازم ہے کہ اُن کے پاس نہ جاؤ اور اے گروہ مہاجرین اپنے معاملے کا خود فیصلہ کرلو. میں نے کہا خدا کی قسم! ہم اُن کے پاس ضرور جائیں گے. چنانچہ ہم اُن کی طرف چلے حتیٰ کہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں اُن کے پاس آئے. ہم نے دیکھا کہ وہ جمع ہیں اور اُن کے درمیان چادر اوڑھے ایک شخص (لیٹا) ہے. میں نے کہا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں. میں نے کہا انہیں کیا ہے؟ کہنے لگے یہ بیمار ہیں جب ہم بیٹھ گئے تو اُن کا خطیب اُٹھا. اُس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی ایسے الفاظ کے ساتھ جس کے وہ لائق ہے اور کہا ازیں بعد ہم اللہ (کے دین) کے مددگار اور اسلام کے سپاہی ہیں اور تم اے گروہ مہاجرین ہم میں سے ایک گروہ ہو تم میں سے ایک جماعت بڑی تیزی سے آئی اُن کا ارادہ تھا کہ ہمیں اپنی اصل سے کاٹ (الگ کر) دیں اور

خلافت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لیں. جب وہ خطیب خاموش ہو گئے. تو میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے ایک ایسی بات آراستہ کر لی تھی. جو مجھے بہت پسند آئی (یعنی میں نے اپنے دل ہی دل میں جو بات کرنی تھی اس کے لیے موزوں الفاظ کا انتخاب کر لیا) میں نے ارادہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ بات کروں. میں کسی حد تک اُن کی دل جوئی کرتا تھا. آپ مجھ سے زیادہ بُردبار اور باوقار تھے. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. آپ ٹھہر جائیں سو میں نے ناپسند کیا کہ اُن کو ناراض کروں. وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے تھے. بخدا اُنہوں نے کوئی بات نہ چھوڑی جو مجھے اپنی بات کو ترتیب دینے میں پسند آئی تھی (یعنی جو میں کہنا چاہتا تھا وہ انہوں نے کہہ ڈالا) مگر انہوں نے اس کی مثل واضح لفظوں میں اور میری بات سے بہتر بات کہہ دی. حتیٰ کہ آپ خاموش ہو گئے. آپ نے (خطاب کرتے ہوئے) فرمایا ازیں بعد تم نے اپنے جن فضائل کا ذکر کیا ہے تم ان کے اہل ہو. مگر عرب خلافت کا اہل صرف قریش کے اس قبیلہ کو سمجھتے ہیں. وہ نسب اور قیام گاہ کے حوالے سے عرب کے وسط میں ہیں (یا اس کا معنی ہے بہترین لوگ ہیں) میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی پر راضی ہوں. اُن دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو. چنانچہ انہوں نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ لیا درآں حالیکہ وہ ہم میں بیٹھ گئے تھے. اس کے علاوہ وہ جو باتیں انہوں نے کیں. میں نے اُن کو ناپسند نہ کیا (یعنی اُن کی صرف یہ آخری بات مجھے پسند نہ آئی کہ مجھے امیر بنایا جائے) اللہ کی قسم! ایک ایسی قوم پر جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں مجھے امیر منتخب کرنے سے تو میرے نزدیک یہ امر زیادہ پسندیدہ تھا کہ مجھے آگے بڑھایا جائے اور بغیر کسی جرم کے میری گردن ماردی جائے. انصار میں سے ایک شخص نے کہا. میں اس کے لیے خارش کے وقت کھجلانے والا تنا ہوں اور چبوترہ سے مضبوط کیا گیا کھجور کا درخت ہوں (یعنی میری رائے صائب ہے اس پر عمل کرو تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے) اے گروہ قریش، ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے. شور مچ گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اختلاف ہو جائے گا. میں نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ آگے کیجئے. انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا. میں نے اُن کی بیعت کی اور مہاجرین نے بھی اُن کی بیعت کی. اس کے بعد انصار نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی. بخدا ہم جس معاملے (کو

سلجھانے) کے لیے جمع ہوئے تھے اس سلسلے میں بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ موافق بات اور ہمیں نظر نہ آئی (یعنی اتفاق کی واحد صورت یہ نظر آئی کہ ہم سب ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلیں) ہمیں یہ ڈر تھا کہ بیعت نہ ہوئی اور ہم یونہی چلے گئے تو لوگ ہمارے بعد کوئی ایسی بیعت کرلیں گے (جو ناموزوں ہوگی) اور ہمیں یا تو اُس شخص کی بیعت کرنا پڑے گی یا پھر ہمیں مخالفت کرنا پڑے گی اور فتنہ و فساد ہوگا (اس لیے اس معاملے کو سلجھانا ضروری تھا).

امام نسائی، ابویعلی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے. فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے. چنانچہ اُن کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اے گروہ انصار! کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کی امامت کریں؟ تم میں سے کون شخص اپنے لیے یہ بات پسند کرے گا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ سو انصار نے کہا خدا کی پناہ کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں.

حضرت ابن سعد، حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور لوگ سعد بن عبادہ کے گھر جمع ہوئے. ان میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے. چنانچہ انصار کے خطیب اٹھے اور اُن میں سے ایک شخص کہنے لگا. اے گروہ مہاجرین! رسول اللہ ﷺ جب تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر مامور فرماتے تو اُس کے ساتھ ہم میں سے ایک شخص کو اُس کے ساتھ کر دیتے. ہماری رائے یہ ہے کہ خلافت کے معاملے کو دو آدمی اپنے ہاتھ میں لیں ایک تم میں سے اور ایک ہم میں سے اِس پر انصار کے خطباء نے یکے بعد دیگرے تقریریں کی. چنانچہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا. کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تعلق مہاجرین سے تھا. لہٰذا خلیفہ مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے. سو ہم اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ کے انصار رہیں گے. جیسا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے. پھر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا. یہ تمہارے ساتھی ہیں. سو اُن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی. پھر مہاجرین اور انصار نے اُن کی بیعت کی.

اِس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے. سرکردہ لوگوں کے چہروں پر نظر فرمائی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا. سو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا. حضرت زبیر آئے. آپ نے فرمایا

اے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حواری! کیا تم مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ آپ نے عرض کی. اے رسول اللہ ﷺ کے جانشین! ناراض نہ ہوں. یہ کہہ کر اٹھے اور بیعت کر لی. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ سر کردہ لوگوں پر نظر ڈالی تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دکھائی نہ دیئے. سو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا. آپ تشریف لائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور اے حضور ﷺ کے پیارے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے جانشین! ناراض نہ ہوں اور آپ نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی.

ابن اسحاق ''سیرت'' میں کہتے ہیں. مجھ سے زہری نے بیان کیا فرماتے ہیں. مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا. وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کی گئی تو دوسرے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے. اسی اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے گویا ہوئے. انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی. پھر کہا اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک ایسے شخص پر متفق فرما دیا ہے. جو تم سب میں بہتر ہے. رسول اللہ ﷺ کا ساتھی اور جب وہ دونوں غار میں تھے تو وہ دو میں سے دوسرے تھے. لہٰذا اٹھو اور اس کی بیعت کر لو. چنانچہ لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی. بیعت سقیفہ (جو خاص بیعت تھی) کے بعد یہ بیعت عامہ تھی. اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی. آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا.

''اے لوگو! میں تم پر امیر مقرر ہوا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں. اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا. اگر میں غلطی کا ارتکاب کروں تو مجھے سیدھا کرنا، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تم میں سے ایک کمزور شخص میرے نزدیک طاقتور ہے حتیٰ کہ میں اس کا حق اس کو نہ دلا دوں. انشاء اللہ اور تم میں ایک طاقتور شخص میرے نزدیک کمزور ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق لے نہ لوں. انشاء اللہ جو قوم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے. اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے اور جس قوم میں فحاشی عام ہو جاتی ہے. اللہ تعالیٰ اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا

ہے. جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں. میری اطاعت کرنا اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت ہرگز لازم نہیں. اللہ تم پر رحم کرے. اٹھو اور نماز ادا کرو۔"

موسیٰ بن عقبہ "اپنی مغازی" میں اور حاکم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں. حضرت حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے. فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا.

"خدا کی قسم! میں کبھی بھی نہ دن کو اور نہ رات کو، امارت کا حریص ہوا اور نہ مجھے اس میں کچھ رغبت تھی اور نہ ہی میں نے اِس کے لیے کبھی اللہ تعالیٰ سے سوال کیا. نہ پوشیدہ طریقے سے اور نہ علی الاعلان، لیکن مجھے فتنہ و فساد کا خوف ہوا. امارت میں میرے لیے کوئی راحت نہیں ہے. میں نے ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کی ہے. مجھ میں اس پر پورا اترنے کی طاقت اور سکت نہیں. سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے۔"

حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے کہا، ہم صرف اس وجہ سے ناراض ہوئے کہ ہمیں مشورہ میں پیچھے رکھا گیا حالانکہ ہم سمجھتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے لوگوں کی نسبت اِس کے زیادہ مستحق تھے. بلاشبہ آپ رسول اللہ ﷺ کے یارِ غار تھے. اور ہم یقیناً اُن کی قدر و منزلت اور اُن کی فضیلت کو جانتے تھے اور یقیناً رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ آپ بقیدِ حیات تھے.

ابن سعد نے حضرت ابراہیم تیمی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت عمر، حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا. اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ میں آپ کی بیعت کروں کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اِس امت کے امین ہیں. حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا جب سے تم نے اسلام قبول کیا ہے. میں نے اس سے قبل تم میں غفلت نہیں دیکھی. کیا تم میری بیعت کرتے ہو حالانکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین موجود ہیں.

ابن سعد ہی حضرت محمد سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا. آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ کی بیعت کروں. اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. آپ مجھ سے افضل ہیں. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا. آپ مجھ سے زیادہ طاقتور ہیں. پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تکرار کیا. چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے، میری قوت آپ کے فضل کے ساتھ مددگار رہے گی اور یہ کہہ کر اُن کی بیعت کر لی.

امام احمد حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ شریف سے باہر مقام سخ میں موجود تھے. آپ حاضر ہوئے اور رسول اللہ کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی، بوسہ دیا اور عرض کی. میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں. آپ اپنی حیات ظاہری اور وصال میں کتنے پاکیزہ ہیں. محمد ﷺ خدا کی قسم وصال فرما گئے ہیں. اس کے بعد راوی نے حدیث بیان کی اور کہا اس کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے چلے حتیٰ کہ اُن (سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونے والے مسلمانوں) کے پاس آئے. چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی. اور کوئی چیز ترک نہ کی جو انصار کی فضیلت میں نازل ہوئی تھی اور کوئی ایسی بات جو رسول اللہ ﷺ نے اُن کی شان میں بیان فرمائی تھی. اُس کو نہ چھوڑا مگر اُس کو ذکر کر دیا اور فرمایا. یقیناً آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا. اے سعد! آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا. دراں حالیکہ آپ بھی (وہاں) بیٹھے تھے. اس معاملے (یعنی خلافت) کے والی قریش ہیں. چنانچہ ان کے نیک لوگ ان کے نیک لوگوں کے تابع ہیں اور ان کے فاجر لوگ ان کے فاجروں کے تابع ہیں. حضرت سعد نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا. آپ نے سچ فرمایا ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر.

ابن عساکر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو انہوں نے لوگوں میں خوش نہ ہونے کے کچھ آثار پائے. تو آپ نے فرمایا. اے لوگو! تمہیں کون سی چیز روک رہی ہے کیا میں تم سب سے زیادہ خلافت کا مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں ہوں؟ کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ آپ نے بہت سارے فضائل کو بیان فرمایا.

امام احمد نے حضرت رافع طائی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اپنی بیعت کے بارے بات کی. جو کچھ ان سے انصار نے کہا اور جو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سب باتیں ان کے گوش گزار کیں. فرمایا ان لوگوں نے میری بیعت کی اور میں نے ان کی اس بیعت کو قبول کیا. مجھے اندیشہ تھا کہ (اگر میں بیعت لینے میں سرگرمی نہیں دکھاؤں گا تو) فتنہ وفساد ہوگا اور اس کے بعد ارتداد کی نوبت آجائے گی.

ابن اسحاق اور ابن عاید انہیں سے اپنی مغازی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا. آپ کو کس چیز نے آمادہ کیا کہ آپ نے لوگوں کے معاملے (خلافت) کی ذمہ داری قبول کی. حالانکہ آپ نے مجھے روکا کہ میں دو آدمیوں پر امیر بنوں؟ فرمایا میں نے اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ پائی. مجھے خوف ہوا کہ کہیں محمد ﷺ کی امت تقسیم نہ ہو جائے.

احمد نے قیس بن ابی حازم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے وصال کے ایک ماہ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے اپنی کہانی بیان کی. پھر لوگوں میں منادی کی گئی کہ نماز اکٹھی ہوگی. چنانچہ لوگ جمع ہو گئے. آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں نے پسند کیا تھا کہ اس معاملے (خلافت) کو میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص کافی رہے گا اور اگر تم مجھے اپنے نبی کریم ﷺ کے طریقے پر لوگے (یعنی ان کے معیار پر پورا اترنے کی مجھ سے توقع کریں گے) تو مجھ میں اس کی طاقت نہیں کیونکہ آپ ﷺ معصوم تھے. شیطان کی دسترس سے باہر اور آپ ﷺ پر آسمان سے وحی کا نزول ہوتا تھا.

حضرت ابن سعد جناب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو آپ اٹھے. خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا حمد وثنا کے بعد! مجھے اس معاملے (خلافت) کی ذمہ داری سونپی گئی ہے حالانکہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں. خدا کی قسم! میں چاہتا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو سنبھالے گا. سنو اگر تم مجھے یہ ذمہ داری سونپو گے کہ میں تمہارے درمیان اسی طرح عمل کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے عمل فرمایا تو میں ایسا نہیں کر سکتا. رسول اللہ ﷺ ایسے انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے نوازا اور آپ کو معصوم ٹھہرایا. سنو میں ایک بشر ہوں اور میں تم میں کسی سے بہتر نہیں ہوں. لہٰذا میرا لحاظ رکھنا. جب تم مجھے دیکھو

کہ میں غصے میں ہوں تو مجھ سے دور رہو. تمہارے اشعار اور بشارتوں میں میں ترجیح نہ پا جاؤں.

ابن سعد اور خطیب نے مالک کی روایت میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے لوگوں سے خطاب کیا. اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا میں تمہارا امیر مقرر کیا گیا ہوں. حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں. لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے اپنے طریقے جاری فرمائے. ہمیں تعلیم دی گئی اور ہم نے علم پایا. اے لوگو! جان لو. سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی درماندگی فسق وفجور ہے. تم میں سے سب سے زیادہ طاقتور شخص میرے نزدیک کمزور ہے. حتی کہ میں اس سے دوسرے کا حق نہ لے لوں اور تم میں سے ایک کمزور ترین آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے حتی کہ میں اس کو اس کا حق نہ دلا دوں. اے لوگو! میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والا ہوں. بدعتی نہیں ہوں. جب میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں راہ حق سے انحراف کروں تو مجھے سیدھا کرو. میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے بخشش چاہتا ہوں.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں. کوئی شخص کبھی بھی امام نہیں بن سکتا جب تک کہ اس میں (مذکورہ بالا) یہ شرائط نہ پائی جائیں.

حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو مکہ مکرمہ میں زلزلہ آ گیا (یعنی لوگ زار وقطار رونے لگے) حضرت ابو قحافہ نے جب یہ شور وشعب کی آوازیں سنیں تو پوچھا. یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے. کہنے لگے یہ تو بہت بڑا واقعہ ہے. آپ ﷺ کے بعد اس معاملے کی ذمہ داری کون قبول کرے گا؟ کہنے لگے آپ کا بیٹا، آپ نے فرمایا. کیا بنو مغیرہ اور بنو عبد مناف اس بات پر خوش ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں فرمایا. اسے کوئی پست کرنے والا نہیں جسے تو بلند کرے اور اسے کوئی بلند کرنے والا نہیں جسے تو پست کر دے.

واقدی نے مختلف طرق سے حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عمر، سعید بن المسیب اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کا وصال

ہوا. اسی روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی. یہ سوموار کا دن تھا. ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں اور ہجرت کا گیارواں سال تھا. طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر رسول اللہ ﷺ کی جگہ نہیں بیٹھے. حتی کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ نہیں بیٹھے. حتی کہ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ نہیں بیٹھے حتی کہ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے.

فصل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رونما ہونے والے.

آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے وہ یہ ہیں. حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا. مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب سے جنگ اور قرآن کریم کی جمع و تدوین.

شیخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو کئی لوگ جو عرب میں سے تھے. مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے. میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا. اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے جانشین! لوگوں کو مانوس کرو اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ. یہ جنگلی جانوروں کی مانند ہیں. آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا. مجھے توقع تھی کہ آپ میری مدد کریں گے لیکن آپ تو میری مدد سے دستکش ہونے کے لیے میرے پاس آئے ہیں. جاہلیت میں اس قدر جابر اور اسلام میں اتنی بزدلی، میں کیسے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤں کروں؟ جھوٹے شعر کے ذریعے یا ایک جھوٹے شخص کے سحر کے ذریعے انہیں رام کروں؟ ناممکن، ناممکن. نبی کریم ﷺ وصال فرما چکے ہیں. وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے. خدا کی قسم! میں ان سے اس وقت تک جہاد کروں گا جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے گی. اگرچہ وہ ایک رسی بھی مجھے دینے سے دریغ کریں گے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں. میں نے اس معاملے میں انہیں اپنے سے زیادہ پر عزم اور ثابت قدم. آپ نے لوگوں کی اس انداز میں تربیت فرمائی کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے ان کی اصلاح کے

لیے بہت کم مشقت کا سامنا کرنا پڑا.

ابو القاسم بغوی اور ابوبکر شافعی نے اپنی کتاب ''فوائد'' میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو منافقت نے سر اٹھایا. عرب کے بدو مرتد ہو گئے اور انصار الگ ہو بیٹھے. جو مشکلات میرے باپ پر پڑیں اگر بلند و بالا پہاڑوں پر پڑتیں. تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے. صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جب بھی کسی بات پر اختلاف ہوا تو میرا باپ اس اختلاف کو ختم کرنے اور اس کا تصفیہ کرنے کے لیے آگے آیا.

لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس بارے ہم نے کسی شخص کے پاس علم نہ پایا. چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نبی جہاں پر وصال فرماتا ہے. اسی جگہ اس کے پہلو کے نیچے اسے دفن کیا جاتا ہے. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. لوگوں نے آپ ﷺ کی میراث میں اختلاف کیا اور انہوں نے اس بارے کسی شخص کے پاس علم نہ پایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا. میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہم جو کچھ پیچھے چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے.

اصمعی کہتے ہیں. ھیض کا معنی ہڈی کا ٹوٹنا ہے اور الاشرائباب سر اٹھانے کو کہتے ہیں.

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ پہلا اختلاف رائے تھا جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان رونما ہوا بعض صحابہ کرام کی رائے تھی کہ ہم آپ کو مکہ میں ان کے اپنے شہر میں جہاں وہ پیدا ہوئے تھے دفن کریں گے. دوسروں نے کہا نہیں آپ کی تدفین آپ کی مسجد میں ہو گی. بعض کی رائے یہ تھی کہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے. کئی صحابہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں آپ کو بیت المقدس میں جو انبیاء کا مدفن ہے دفن کیا جائے. حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کی خبر دی. جس کا ان کے پاس علم تھا.

ابن زنجویہ کہتے ہیں. یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کو مہاجرین اور انصار میں سے صرف آپ نے بیان کیا اور اس بارے دوسرے صحابہ نے آپ کی طرف رجوع کیا.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ

بنایا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔ یہ بات آپ نے دوبارہ اور سہ بارہ فرمائی۔ آپ سے کہا گیا اے ابوہریرہ ٹھہر جا۔ آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے سات سو صحابہ کرام علیہم الرضوانمیں حضرت اسامہ بن زید کو شام کی طرف روانہ کیا۔ جب آپ ذی خشب کے مقام پر جا کر ٹھہرے تو نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہنے والے کئی قبائل اسلام سے پھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ان (مجاہدین) کو جنہیں روم کی طرف روانہ کیا گیا ہے۔ واپس بلا لو کیونکہ مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہنے والے قبائل مرتد ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بالفرض اگر نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاؤں کو کتے گھسیٹ کر لے جائیں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں کروں گا۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا ہے اور نہ میں اس لشکر کے جھنڈے کو کھولوں گا۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ کو بھیج دیا تھوڑی دیر ہی گزری ہو گی کہ جو لوگ دین سے پھرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہنے لگے اگر ان لوگوں میں ہمت نہ ہوتی تو یہ یوں لشکر کشی نہ کرتے۔ لیکن ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ روم سے جنگ کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے رومیوں سے جنگ کی۔ انہیں شکست دی، قتل کیا اور صحیح سلامت واپس آ گئے۔ اس وجہ سے وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے۔

عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری میں بار بار فرماتے تھے۔ اسامہ کے لشکر کو روانہ کر دو۔ چنانچہ یہ لشکر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ جرف کے مقام تک پہنچ گیا۔ اس اثنا میں اسامہ رضی اللہ عنہ کی بیوی فاطمہ بنت قیس نے انہیں کہلا بھیجا کہ جلدی نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اسامہ اسی جگہ ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ آئے اور عرض کیا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا۔ اس وقت صورت حال مختلف تھی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ عرب کے بدو قبائل کفر کی راہ اختیار کریں گے۔ اگر انہوں نے کفر کیا تو یہ مجاہدین سب سے پہلے ان سے جنگ کریں گے اور اگر انہوں نے کفر نہ کیا تو میں چلا جاؤں گا۔ بلاشبہ میرے پاس لوگوں میں معزز اور بہترین لوگ ہیں۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر کہا۔ خدا

کی قسم! اگر مجھے پرندے اچک کر لے جائیں تو یہ چیز مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مقابلے میں اپنا فیصلہ صادر کروں. پھر آپ نے اس لشکر کو روانہ فرمادیا.

امام ذہبی فرماتے ہیں. مدینہ طیبہ کے گردونواح میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو عرب کے بہت سے قبائل اسلام سے پھر گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے لگے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے. چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کے خلاف قتال کرنے سے آپ کو روکا لیکن آپ نے فرمایا. خدا کی قسم! اگر یہ لوگ اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی رسی یا بکری کا بچہ بھی مجھ سے روکیں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا. عمر رضی اللہ عنہ نے کہا. آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں حتی کہ وہ لا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ وَاَنَّ محمداً رسول اللّٰہ کہنے لگیں. جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا. اس نے اپنا مال اور اپنا خون مجھ سے محفوظ کر لیا مگر اس کلمے کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. خدا کی قسم! میں اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق روا رکھے گا. زکوٰۃ وہ حق ہے جو مال سے لیا جاتا ہے. اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مگر اس کے حق کے ساتھ."

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا. خدا کی قسم! مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے کو کھول دیا ہے اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنا بالکل صحیح ہے. یہ حدیث شیخین نے روایت کی ہے.

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے. فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہ کی معیت میں نکلے حتی کہ آپ نجد کے مقابل مقام نقع میں پہنچ گئے. بدو اپنے اہل و عیال کو لے کر فرار ہو گئے. لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کی اور عرض کی کہ آپ مدینہ طیبہ میں اپنے بچوں اور اہل خانہ کی طرف لوٹ جائیں اور کسی شخص کو لشکر پر امیر مقرر فرما دیں. لوگ آپ سے یہ عرض کرتے رہے حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے اور حضرت خالد کو امیر مقرر کر کے حکم دیا کہ جب لوگ اسلام قبول کر لیں اور زکوٰۃ دے دیں تو پھر جو شخص تم

میں سے لوٹنا چاہے لوٹ جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آ گئے۔

دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سواری کی زمام تھام کر کہنے لگے۔ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! کہاں جا رہے ہیں؟ میں آپ سے وہی بات کروں گا جو احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے آپ سے ارشاد فرمائی تھی۔ اپنی تلوار کو میان میں کرلو اور ہمیں اپنی ذات کے ذریعے دردمند نہ کرو۔ مدینہ طیبہ واپس ہو چلو خدا کی قسم اگر ہم آپ کی وجہ سے دردمند ہو گئے تو پھر اسلام کے لیے کوئی نظام نہیں رہے گا۔ یعنی فتنہ و فساد برپا ہو گا اور اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

حضرت حنظلہ بن علی لیثی سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ لوگوں سے ارکان خمسہ پر جنگ کرو۔ جو شخص ان میں سے ایک رکن کو ترک کرے اس سے جنگ کر جیسا کہ پانچ ارکان کو ترک کرنے والے شخص سے جنگ کی جاتی ہے۔ اس بات کی شہادت پر کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، رمضان کے روزے رکھنے اور بیت اللہ شریف کا حج کرنے پر، خالد رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ والے لوگ جمادی الآخر کو چلے۔ سو انہوں نے بنی اسد اور بنی غطفان سے جنگ کی۔ کئی لوگ قتل ہوئے اور کئی قیدی ہوئے اور باقی اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے اس واقعہ میں حضرت عکاشہ بن محصن اور حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

اسی سال رمضان شریف کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر حضرت سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ درآں حالیکہ آپ کی عمر مبارک چوبیس سال تھی۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا نسب صرف انہیں سے جاری ہوا۔ آپ ﷺ کی بیٹی حضرت سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد آگے نہیں چلی۔ حضرت زبیر بن بکرا کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ایک ماہ قبل حضرت ام ایمن کا وصال ہوا اور شوال میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی چل بسے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یمامہ کی طرف روانہ ہوئے تا کہ مسیلمہ کذاب سے جنگ کریں۔ یہ اس سال کے آخر کی بات ہے۔

دونوں لشکروں کی مڈ بھیڑ ہوئی. کئی روز تک محاصرہ جاری رہا اور آخر کار وہ جھوٹا (مدعی نبوت) اپنے کیف کردار کو پہنچا. اللہ کی اس پر پھٹکار ہوئی. اسے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا. جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں. اس جنگ میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے. ابوحذیفہ بن عتبہ، سالم جو ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے. شجاع بن وہب، زید بن خطاب، عبداللہ بن سہل، مالک بن عمرو، طفیل بن عمرو دوسی، یزید بن قیس، عامر بن بکیر، عبداللہ بن مخرمہ، سائب بن عثمان بن مظعون، عباد بن بشر، معن بن عدی، ثابت بن قیس بن شماس، ابودجانہ سماک بن حرب اور کئی دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کل تعداد ستر بنتی ہے. مسیلمہ کذاب جس روز قتل ہوا اس کی عمر ایک سو پچاس سال ہو چکی تھی. اس کی پیدائش نبی کریم ﷺ کے والد ماجد کی پیدائش سے پہلے کی ہے.

سن بارہ ہجری کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا. بحرین کے لوگ اسلام سے پھر گئے تھے. جواثی کے مقام پر دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی. جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی. آپ نے عکرمہ بن ابوجہل کو عمان بھیجا کیونکہ یہاں کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے. مہاجرین ابی امیہ کو اہل نجیر کی طرف بھیجا یہ بھی مرتد ہو چکے تھے. زیاد بن لبید انصاری کو مرتدین کی ایک جماعت کی طرف بھیجا. اس جنگ میں ابوالعاص بن ربیع شہید ہوئے. جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے (ان کے علاوہ) صعب بن جثامہ لیثی اور ابومرثد غنوی بھی شہید ہوئے. اسی سال مرتدین کے خلاف جنگ کرنے سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی سرزمین کی طرف بھیجا. چنانچہ آپ نے ابلہ کا شہر فتح کیا اور کسریٰ کے کئی دوسرے شہر جو عراق میں واقع تھے. صلح اور جنگ کے ذریعے فتح کئے. اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا. پھر مدینہ طیبہ واپس آئے. حضرت عمرو بن العاص اور اسلامی سپاہ کو شام کی طرف بھیجا. اجنادین کا معرکہ جمادی الاول 13 ھ میں ہوا. اس جنگ میں بھی مسلمان فتح یاب رہے اور جب آپ کو فتح کی خوشخبری سنائی گئی تو آپ کے آخری سانسیں تھیں. اس جنگ میں حضرت عکرمہ بن ابوجہل، ہشام بن العاص اور چند دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے شہادت پائی. اسی سال مرج الصفر کا معرکہ پیش آیا. جس میں مشرکین کو شکست ہوئی اور اس میں دوسرے مسلمانوں کے علاوہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ بھی شہید

ہوئے.

قرآن کریم کی جمع وتدوین

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. جب یمامہ والوں سے لڑتے ہوئے کئی مسلمان شہید ہوئے تو اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا. میں (جب حاضر ہوا تو) کیا دیکھتا ہوں کہ عمر بن الخطاب بھی آپ کے پاس تشریف فرما ہیں. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ یمامہ کی جنگ میں قرآن کریم کے کئی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے یہ خوف ہے کہ دوسرے مقامات (معرکوں) میں بھی قراء حضرات شہید ہوں گے اور قرآن کریم کا بہت سا حصہ جاتا رہے. میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کریم کو (ایک مصحف کی صورت میں) جمع کرنے کا حکم دیں. میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو وہ کام کیسے کرتا ہے جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے) کہا کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہے اور یہ بات عمر بار بار کہتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور اس بارے میرا نقطہ نظر بھی وہی ہو گیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا. حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. آپ ایک جوان اور عقلمند آدمی ہیں. ہم آپ کو کوئی الزام بھی نہیں دیتے (یعنی آپ قابل اعتماد ہیں) اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی وحی کی کتابت کرتے رہے ہیں. پس آپ قرآن کریم کو تلاش کریں اور اسے جمع کریں. خدا کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے یہ ذمہ داری سونپتے کہ میں کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دوں تو یہ کام مجھ پر اتنا گراں نہ گزرتا. جتنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں قرآن کریم کو جمع کروں. میں نے عرض کیا تم وہ کام کیسے کرو گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. خدا کی قسم! یہ اچھا کام ہے اور وہ مجھ سے بار بار یہی فرماتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو بھی اس بات کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے دل کو کھول دیا تھا. میں قرآن کی تلاش میں لگ گیا. میں اسے کھجور کی چھڑیوں، نرم وملائم پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا حتی کہ میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیات صرف ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس

پائیں. یہ آیات ان کے علاوہ مجھے کسی کے پاس نہ ملیں. وہ یہ آیات ہیں ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ سے آخر سورۃ تک پھر وہ مصحف جس میں قرآن کریم جمع کیا گیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا حتی کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے. پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا حتی کہ وہ بھی وصال فرما گئے. پھر یہ مصحف حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا.

حضرت ابویعلی نے جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا لوگوں میں مصاحف میں اجر کے لحاظ سے سب سے بڑا شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے. ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دوگتوں کے درمیان قرآن کریم کو جمع کیا.

اوّلیات صدیق اکبر

اوّلیات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صرف چند یہاں نقل کی جاری ہیں. سب سے پہلے آپ اسلام لائے. سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم جمع کیا. سب سے پہلے آپ نے اسے مصحف کا نام دیا. اس پر دلیل گزر چکی ہے. اور سب سے پہلے آپ ہی کو خلیفہ کا نام دیا گیا.

امام احمد ابوبکر بن ابی ملیکہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "اے اللہ کے خلیفہ!" کہہ کر مخاطب کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور میں اس سے خوش ہوں."

اوّلیات میں سے ایک یہ بات ہے کہ آپ اپنے والد گرامی کی زندگی میں خلیفہ بنے اور آپ پہلے خلیفہ ہیں جن کے لیے ان کی رعایا نے عطیہ مقرر کیا.

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا. میری قوم کو بخوبی علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل خانہ کی خوراک سے عاجز نہیں تھا. میں مسلمانوں کے معاملے (خلافت) میں مشغول ہو گیا ہوں. سو ابوبکر کے گھر والے اس مال سے کھائیں گے اور وہ مسلمانوں کے لیے پیشہ جاری رکھے گا.

ابن سعد عطاء بن سائب سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی. تو وہ صبح کے وقت اپنے کندھے پر چادریں اٹھا کر بازار کی طرف روانہ ہو گئے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا (ابوبکر!) کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بازار جا رہا ہوں. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

پوچھا. بازار جا کر کیا کرو گے؟ آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں. فرمایا پھر میں اپنے گھر والوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی. آپ چلیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کے لے روزینہ مقرر فرما دیں گے. دونوں (دوست) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے. چنانچہ انہوں نے کہا. میں آپ کے لیے ایک مہاجر شخص کی خوراک آپ کے لیے مقرر کر دیتا ہوں نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم اور لباس ایک سردیوں کا اور ایک گرمیوں کا. جب آپ کسی چیز کو بوسیدہ کر دیں گے تو وہ لوٹا دیں گے اور اس کی جگہ دوسری لے لیں گے. سو انہوں نے ان کے لیے روزانہ آدھی بکری (کی قیمت) مقرر فرمائی اور اتنا کپڑا جس کے ساتھ آپ سر اور بدن کو ڈھانپ سکیں.

ابن سعد نے میمون سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو مسلمانوں نے ان کے لیے دو ہزار مقرر کئے. انہوں نے فرمایا میرا روزینہ بڑھاؤ کیونکہ میں عیالدار ہوں. تم لوگوں نے مجھے تجارت سے ہٹا کر دوسرے کاموں میں مشغول کر دیا ہے تو اصحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کا روزینہ بڑھا کر پانچ سو درہم کر دیا.

طبرانی نے اپنی مسند میں حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا. اے عائشہ! دکھا وہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیا کرتے تھے، وہ پیالہ جس میں ہم کھانا پکایا کرتے تھے اور وہ کپڑے کا ٹکڑا جس کو ہم پہنا کرتے تھے (کہاں ہیں) ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ اٹھاتے ہیں جب ہم مسلمانوں کے امیر تھے. جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دینا (الغرض) جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں (ان چیزوں کو دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا. اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے. آپ نے اپنے بعد آنے والے شخص (یعنی عمر) کو تھکا دیا.

اوّلیات صدیقی میں ایک یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے آپ نے بیت المال کی بنیاد رکھی. ابن سعد حضرت سھل بن ابی خیثمہ وغیرہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نسخ (*) میں بیت المال قائم کیا. جس کی پاسبانی کوئی نہیں کرتا تھا. آپ سے عرض کیا گیا. آپ

* – غالباً یہ لفظ سخ ہے. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی نواحی بستی سخ میں قیام پذیر تھے اور شاید وہیں پر بیت المال قائم کیا ہوگا (مترجم)

اس پر کسی کو نگران مقرر کیوں نہیں فرما دیتے. فرمایا اس پر قفل لگا ہوا ہے. آپ اس سے (غرباء و فقراء کو) عطا فرماتے حتیٰ کہ وہ خالی ہو جاتا. جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اسے بھی منتقل کر دیا اور اس کے لیے اپنے گھر میں جگہ بنا دی. بیت المال میں جو کچھ آتا آپ اس کو فقراء میں تقسیم فرما دیتے. اور یہ مال لوگوں میں برابری کی سطح پر تقسیم ہوتا. (ایک مرتبہ) آپ دیہات سے کچھ مخملی چادریں خرید کر لائے اور انہیں مدینہ طیبہ کی بیواؤں میں تقسیم فرما دیا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے اور آپ کی تدفین ہو چکی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند امانتدار افراد کو بلایا اور انہیں بیت المال میں جانے کو کہا. ان امانتداروں میں عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم بھی تھے. ان لوگوں نے بیت المال کا دروازہ کھولا تو اس میں کچھ بھی موجود نہ پایا. نہ کوئی دینار اور نہ ہی درہم.

میں (سیوطی) کہتا ہوں اس اثر (روایت) سے عسکری کے قول جو اوّلیات صدیق کے بارے میں منقول ہے کی تردید ہو جاتی ہے. ان کا قول ہے کہ بیت المال کی بنیاد حضرت عمرؓ نے رکھی. نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المال نہیں تھا. میں نے اس روایت کی اپنی کتاب میں تردید کی ہے. یہ کتاب میں نے اوّلیات صدیق کے بارے تصنیف کی ہے اور خود عسکری کو اپنی غلطی کا احساس بھی ہو گیا اور انہوں نے اپنی کتاب میں ایک اور جگہ اس کی تصریح بھی کر دی. انہوں نے کہا. سب سے پہلے جس شخص نے بیت المال کی ذمہ داری قبول کی وہ ابو عبیدہ بن الجراح ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خزانچی تھے.

اوّلیات صدیقی میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عتیق کا لقب دیا گیا.

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. اگر بحرین کا مال (غنیمت) آیا تو میں تجھے اتنا اتنا عطا کروں گا. رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب بحرین کا مال آیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. جس شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ذمہ کچھ قرض ہے یا وعدہ ہے تو وہ ہمارے پاس آئے. میں حاضر خدمت ہوا اور آپ کو بتایا (کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا) آپ نے فرمایا لے. میں نے لیا تو میں نے اسے پانچ سو (درہم یا دینار) پایا. اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ہزار پانچ سو مزید عطا فرمائے.

فصل

آپ کے حلم اور تواضع کے بارے میں.

ابن عساکر نے حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تین سال خلیفہ بننے سے پہلے اور ایک سال خلیفہ منتخب ہونے کے بعد رہے. قبیلے کی بچیاں آپ کے پاس اپنی بکریاں لاتیں اور آپ ان بکریوں کا دودھ ان بچیوں کو دھودیتے تھے.

امام احمد نے ''الزہد'' میں حضرت میمون بن مہران سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا. السلام علیک! اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! فرمایا ان تمام لوگوں میں سے ایک (یعنی میں بھی انہیں لوگوں میں سے ایک ہوں یہ آپ کی تواضع ہے).

ابن عساکر نے ابی صالح غفاری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک عمر رسیدہ اندھی بڑھیا جو مدینہ طیبہ کے مضافات میں رہائش پذیر تھی کے پاس رات کو دیکھ بھال کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور اسے دودھ پلاتے اور اس کی دیکھ بھال فرماتے. ایک دن جب عمر آئے تو دیکھا کہ کوئی اور شخص ان سے پہلے آ کر اس بڑھیا کے گھر کے وہ تمام کام کر گیا ہے جن کا وہ بڑھیا ارادہ رکھتی تھی. کئی مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بڑھیا کے پاس تشریف لائے کہ وہ شخص ان سے پہلے بڑھیا کے پاس نہ آئے تو ایک دن حضرت عمرؓ نے اس شخص کو دیکھ لیا (جو رات کو آ کر اس بڑھیا کی دیکھ بھال کرتے تھے) کیا دیکھتے ہیں کہ وہ صدیق اکبر ہیں. وہ اس بوڑھی کے پاس تشریف لاتے تھے (اور اس کی نگہداشت کرتے تھے) حالانکہ وہ ان دنوں خلیفہ تھے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر عرض کیا تو وہ شخص آپ ہیں مجھے میری بقا کی قسم!

ابونعیم وغیرہ نے حضرت عبدالرحمٰن اصفہانی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے. آپ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے منبر پر تشریف فرما تھے. حضرت حسن بولے. میرے ابو کے بیٹھنے کی جگہ (منبر) سے نیچے اتر آئیں. آپ نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا. یہ جگہ تیرے بابا ہی کی ہے. یہ کہہ کر انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور خوب روئے.

حضرت علی رضی اللہ عنہ (بھی وہاں موجود تھے) انہوں نے فرمایا. خدا کی قسم! یہ سب میرے حکم سے نہیں ہوا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سچ فرماتے ہیں. خدا کی قسم! ہم آپ کو کوئی الزام نہیں دیتے.

ابن سعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں. کہ انہوں نے فرمایا اسلام میں پہلے حج کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا اور اگلے سال آپ ﷺ نے حج فرمایا. جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے عمر بن الخطاب کو امیر حج مقرر فرمایا اور اگلے سال خود حج کیا. جب ان کا بھی وصال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امیر حج مقرر فرمایا. اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال حج کرتے رہے حتی کہ آپ کا وصال ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہی کو امیر حج مقرر فرمایا.

فصل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت، وفات، وصیت اور عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرنے کے بارے میں.

سیف اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب رسول اللہ ﷺ کی وفات (جدائی) تھی. آپ (رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے غم میں) گھلتے گئے اور آپ کا جسم کمزور ہوتا گیا حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے.

ابن سعد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن شہاب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حارث بن کلدہ خزیرہ (قیمے اور آٹے سے تیار ہونے والا کھانا) کھا رہے تھے. یہ خزیرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش ہوا تھا. حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! اپنا ہاتھ اٹھا لیجئے. بخدا اس میں ایسا زہر ہے جو ایک سال کی مدت میں انسان کو ختم کر دیتا ہے. میں اور آپ ایک ہی دن فوت ہوں گے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور وہ دونوں بیمار رہنے لگے. حتی کہ ایک سال بعد ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی (۲۴).

حاکم نے حضرت شعبی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. ہم اس کمینی دنیا سے کیا توقع رکھیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (جیسی شخصیات) کو بھی زہر دیا گیا.

واقدی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرض کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ نے سوموار کے دن جبکہ جمادی الآخر کے سات دن گزر چکے تھے. غسل کیا. اس روز بہت ٹھنڈک تھی. پندرہ دن آپ (اتنے شدید بیمار رہے کہ) نماز کے لیے بھی باہر نہ نکلے. جمادی الآخر کے آٹھ دن باقی تھے. منگل کی رات تھی اور سن ہجری تیرہ تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا. وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی.

ابن سعد اور ابن ابی الدنیا نے ابی السفر سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے کہا. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! کیا ہم آپ کے لیے کسی طبیب کو بلا لائیں؟ تا کہ وہ آپ کو دیکھ لے؟ فرمایا. طبیب مجھے دیکھ چکا ہے. صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا. پھر اس نے آپ سے کیا کہا. فرمایا: اس نے کہا ہے کہ "میں وہی کرتا ہوں جو چاہتا ہوں".

واقدی نے مختلف طرق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب علیل ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور فرمایا. مجھے عمر بن الخطاب کے بارے کچھ بتاؤ؟ انہوں نے عرض کیا. آپ مجھ سے ان کے بارے کیوں پوچھتے ہیں جبکہ آپ ان کے بارے مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا. پھر بھی چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کی. خدا کی قسم! وہ ان کے بارے آپ کی جو رائے ہے اس رائے سے بھی افضل ہیں. پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا. عمر کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ. انہوں نے عرض کی. آپ انہیں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں. آپ نے فرمایا. پھر بھی عرض کی. خدا کی قسم میں تو یہ جانتا ہوں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے زیادہ پاک ہے اور ہم میں ان جیسا اور کوئی نہیں. آپ نے ان دو کے علاوہ سعید بن زید، اسید بن حضیر اور کئی دوسرے مہاجرین اور انصار سے بھی مشورہ کیا. چنانچہ حضرت اسید بن حضیر نے کہا. خدا کی قسم! ہم آپ کے بعد انہیں سب سے بہتر انسان خیال کرتے ہیں. وہ اللہ کی رضا پر راضی اور اس کی ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے (یعنی اس کی رضا اور عدم رضا محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی

ہے) جو وہ چھپاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کو وہ ظاہر کرتا ہے. ان سے بڑھ کر اس ذمہ داری کو نبھانے کی طاقت رکھنے والا کوئی شخص نہیں ہوگا.

آپ کی خدمت میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی. آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب وہ آپ سے یہ سوال پوچھے گا کہ تو نے عمر کو ہمارا خلیفہ بنا دیا. حالانکہ آپ ان کی تند مزاجی سے واقف تھے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا. کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہو؟ میں کہوں گا. اے اللہ! میں نے ان پر ایک ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کیا جو تیرے بندوں میں سب سے افضل تھا. میری طرف سے یہ بات جو میں نے کہی ہے ان لوگوں تک بھی پہنچا دو. جو تمہارے پیچھے ہیں. پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا لکھ. ''اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن و رحیم ہے. یہ وہ وصیت ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا سے جاتے ہوئے اپنے دور خلافت کے آخر میں اور اپنی آخرت کے ابتدائی دور میں جبکہ وہ اس میں داخل ہو رہا ہے لکھائی ہے. ایسے وقت میں تو ایک کافر ایمان لے آتا ہے. فاجر یقین کر لیتا ہے. جھوٹا سچ بولنے لگتا ہے. میں تم پر اپنے بعد عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں. اس کی بات سننا اور اس کی پیروی کرنا. میں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اللہ ﷺ اور تمہارے حقوق میں قطعاً کوتاہی نہیں کی. اگر انہوںؓ نے عدل کیا تو یہی میرا ان کے بارے میں گمان ہے اور ان کے بارے میں میرا علم ہے اور اگر یہ تبدیل ہو جائیں تو ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا اور میں نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے. میں غیب نہیں جانتا اور عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں. والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.' پھر آپ نے اس وصیت نامے پر مہر لگانے کا حکم ارشاد فرمایا. اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور وہ مہر شدہ تحریر کو لے کر باہر نکلے. لوگوں نے حضرت عمر کی بیعت کی اور ان سے خوش ہوئے. پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تنہائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں وصیت کی. جو وصیت کی پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمرے سے باہر تشریف لائے.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی. اے اللہ میرا اس سے مقصد صرف مسلمانوں کی بھلائی ہے. مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ لوگ فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے. میں نے تو ان کے بارے وہی کیا ہے جو میں ان کے بارے (بہتر) جانتا تھا. میں نے ان کے لیے اپنی

رائے قائم کرنے میں اجتہاد کیا ہے اور ان میں سے ایک ایسے شخص کو ان پر خلیفہ مقرر کر دیا ہے. جو ان سب سے بہتر، سب سے طاقتور اور ان کی رہنمائی پر سب سے زیادہ حریص ہے. میرے مولا! اب تیرا حکم آیا چاہتا ہے. میرے بعد ان کی خود حفاظت فرمانا. وہ تیرے بندے ہیں. ان کی پیشانیاں تیرے دست قدرت میں ہیں. اے اللہ عمر کی اصلاح فرما. اسے غم واندوہ میں مبتلا ہونے سے بچا. اسے اپنے راشد خلفاء کی صف میں جگہ دے اور رعایا کو ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما.

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. تمام لوگوں میں ذہین ترین شخص تین ہوئے ہیں. ایک ابو بکر رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا. دوسرے موسیٰ علیہ السلام کی ساتھی عورت (حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی) جنہوں نے کہا. "انہیں مزدور رکھ لیجئے." اور تیسرے عزیز مصر جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صلاحیتوں کا ادراک کر لیا اور اپنی بیوی سے کہا. "اسے عزت واحترام سے ٹھہراؤ."

ابن عساکر حضرت یسار بن حمزہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری جب شدت اختیار کر گئی تو آپ نے کھڑکی سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا. اے لوگو! میں نے ایک بات کا عہد کر لیا ہے کیا تم اس بات سے راضی ہو جاؤ گے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم راضی ہیں. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ (اسی اثناء میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا. ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ حضرت عمر کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے. آپ نے فرمایا ہاں. وہ عمر ہی ہیں.

امام احمد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا. جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے پوچھا. آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا سوموار. فرمایا اگر میں آج رات فوت ہو جاؤں تو اگلے روز تک انتظار نہ کرنا. میرے نزدیک محبوب ترین دن اور رات وہ ہے جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے قریب تر کر دے.

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں کھجوروں کے ایک باغ سے 20 وسق کھجوریں توڑنے کی اجازت دے رکھی تھی. جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا. بیٹی! خدا کی قسم سب سے زیادہ مجھے آپ کی آسودہ حالی عزیز ہے اور میرے بعد سب سے زیادہ میرے لیے آپ کی محتاجی تکلیف

دہ ہوگی. میں نے تمہیں اجازت دے رکھی تھی کہ تم بیس وسق کھجوریں اتار لیا کرو. اگر تم وہ اتار چکی ہو اور اپنے گھر لے جا چکی ہو تو وہ تمہاری ہیں. ورنہ آج وہ وارثوں کا مال ہے اور وہ تیرے بھائی اور بہنیں ہیں. کتاب اللہ کے مطابق اسے تقسیم کر لینا. عرض کی ابا جان! خدا کی قسم اگر وارث اتنا اتنا مال ہوتا تو بھی میں چھوڑ دیتی. لیکن میری بہن تو صرف اسماء ہیں. دوسری کون ہیں. فرمایا وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہیں اور بچی ہیں. ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ وہ پیٹ میں ہیں اور بچی ہیں. مجھے القاء ہوا ہے کہ وہ بچی ہیں. میں تمہیں اس کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں. چنانچہ ام کلثوم پیدا ہوئیں.

ابن سعد حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے پانچویں حصے کے متعلق وصیت فرمائی اور فرمایا. میں اپنے مال میں سے اتنا لوں گا جتنا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی فئی سے لیتا ہے.

اور انہیں سے ایک اور طرح بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے. آپ نے فرمایا ''اگر میں پانچویں حصے کے بارے وصیت کروں تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں چوتھے حصے کے بارے وصیت کروں اور چوتھائی حصے کے بارے وصیت کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں تیسرے حصے کے بارے وصیت کروں اور جس نے تہائی کے بارے وصیت کی تو اس نے کوئی چیز نہ چھوڑی.''

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ضحاک سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے اپنے مال میں سے پانچویں حصے کے بارے اپنے ان قرابت داروں کے بارے وصیت فرمائی جو وراثت کے حقدار نہیں تھے.

عبداللہ بن احمد ''زوائد الزہد'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''خدا کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا کوئی درہم و دینار نہ چھوڑا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو.'' ابن سعد اور دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی تو میں نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا.

لَعُمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى
اِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

''مجھے تیری بقا کی قسم دولت وثروت ایک جوان کو موت سے نہیں بچا سکتی. جب کسی روز گھنگھرو بج اٹھتا ہے اور اس سے سینے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے''.

آپ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا. ایسا نہ کہو. بلکہ کہو ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۝ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ (ق:19) ''اور آ پہنچی موت کی بیہوشی سچ مچ، یہ ہے وہ جس سے تو دور بھاگا رہتا تھا''.

تم لوگ دیکھ لو میرے یہ دونوں کپڑے. ان دونوں کو دھولو اور انہیں میں مجھے کفن دینا. بلاشبہ زندہ شخص مردہ سے نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت رکھتا ہے.

ابو یعلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی. آپ نزع کی حالت میں تھے. میں نے یہ شعر پڑھا.

مَن لَايَزَالُ دَمْعُهٗ مُقْنِعًا
فَاِنَّهٗ فِي مَرَّةٍ مدفوق

''جس شخص کے آنسو ہمیشہ پوشیدہ رہیں تو وہ کبھی نہ کبھی ضرور بہہ پڑتے ہیں''.

آپ نے فرمایا یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو. ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَتُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۝ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ (ق:19) پھر پوچھا رسول اللہ ﷺ کی وفات کس روز ہوئی تھی؟ میں نے عرض کیا سوموار کے دن. فرمایا میں تمنا کرتا ہوں کہ میری موت میرے اس وقت اور رات کے وقت کے درمیان واقع ہو. سو آپ منگل کی رات کو فوت ہوئے اور صبح سے پہلے آپ کی تدفین ہوگئی.

عبداللہ بن احمد ''زوائد الزهد'' میں بکر بن عبداللہ مزنی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے سر مبارک کے قریب بیٹھ گئیں اور یہ شعر پڑھا.

وَكُلُّ ذِي اِبِلٍ يَوْمًا مَوْرِدُهَا
وَكُلُّ ذِي سَلَبٍ لَابُدَّ مَسْلُوْب

''اونٹوں والا ہر شخص کسی نہ کسی روز اونٹوں کے پانی پینے کی جگہ ضرور جاتا ہے۔اور
ہر وہ چیز جس نے چھن جانا ہے ضروری ہے کہ (ایک دن) چھن جائے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو سمجھ گئے اور فرمایا۔اے میری بیٹی یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ ﴾(ق:19)۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بیت سے تمثیل دی۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغِمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عَصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

''وہ سفید رنگت والا جس کے رخ زیبا کے صدقے بارش طلب کی جاتی ہے۔وہ
یتیموں کا مولا ہے اور بیواؤں کے لیے عصمت وعزت ہے۔''

یہ شعر سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔یہ اوصاف حمیدہ تو رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔

عبداللہ بن احمد ''زوائد الزھد'' میں حضرت عبادہ بن قیس سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔میرے ان دونوں کپڑوں کو دھولو اور انہیں میں مجھے کفن دو۔آپ کا باپ دو آدمیوں میں سے ایک ہوگا۔یا تو اسے نہایت ہی خوبصورت لباس پہنایا جائے گا یا بہت بری طرح اس کا لباس اتار لیا جائے گا۔

ابن ابی الدنیا حضرت ابن ابی ملیکہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کہ ان کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں اور ان کی مدد عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کریں۔

حضرت سعد، سعید بن المسیب سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبر انور اور منبر کے درمیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ پر چار تکبیریں کہیں۔اور حضرت عروہ اور قاسم بن محمد سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت فرمائی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے.
جب آپ کا وصال ہو گیا تو آپ کی قبر کھودی گئی اور آپ کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے برابر رکھا گیا اور آپ کی لحد رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے ملا دی گئی.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اترے. اور یہ بات متعدد طرق سے نقل کی گئی ہے کہ آپ کو رات کے وقت دفن کیا گیا.

حضرت سعید بن مسیبؒ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو مکہ مکرمہ لرز اٹھا. ابو قحافہ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا. یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا. آپ کا بیٹا (ابوبکرؓ) فوت ہو گیا ہے. فرمایا یہ تو بہت بڑی مصیبت ہے. اُن کے بعد خلافت کی ذمہ داری کون پوری کرے گا؟ لوگوں نے بتایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا اُن کا دوست؟

مجاہد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملنے والی میراث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو واپس کر دی اور آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد صرف چھ ماہ اور چند دن زندہ رہے. محرم الحرام 14 ھ کو جب کہ اُن کی عمر ننانوے سال تھی فوت ہو گئے.

علماء فرماتے ہیں. سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی شخص اپنے باپ کی موجودگی میں خلیفہ نہیں بنا اور سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کا باپ اپنے خلیفہ بیٹے کا وارث نہیں بنا. حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال سات ماہ تک خلیفہ رہے.

''تاریخ ابن عساکر'' میں اصمعیؒ سے روایت ہے کہ خفاف بن ندبہ سلمیؒ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موت پر روتے ہوئے یہ شعر کہے.

ليس لحي فاعلمنه بقا	وكل دنيا امرها للفنا
والملك في الاقوام مستودع	عارية فالشرط فيه الادا
والمرء يسعى وله راصد	تندبه العين ونار الصدا
يهرم او يقتل او يقهره	يشكوه سقم ليس فيه شفا

ان ابــابــکــر هــو الــغیــث اِن　　　لــم تــزرع الـجوزاء بـقـلا بـمـا

تــاللہ لا یـدرك ایــامـــه　　　ذومـــئـــزر نـــاش ولا ذور دا

مـن یسـع کـی یـدرك ایــامـــه　　　مـجتهـدا شـذ بـارض فـضـا

☆ کسی ذی روح کو بقا نہیں یہ بات اچھی طرح جان لیجئے اور پوری دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ وہ فنا ہو جائے گی۔

☆ بادشاہی اقوام میں ایک ودیعت کردہ اُدھاری چیز ہے۔جس میں ادائیگی شرط ہے (یعنی بادشاہی عاریۃً دی ہوئی چیز ہے جسے ہر حال میں واپس لے لیا جائے گا)۔

☆ انسان کوشش کر رہا ہوتا ہے حالانکہ اسے کوئی تاڑ رہا ہوتا ہے اور آنکھ اسے رو رہی ہوتی ہے اور آہ و بکا بلند ہو رہی ہوتی ہے۔

☆ انسان یا تو بوڑھا ہو جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے یا اس پر کوئی غلبہ پا لیتا ہے (یا پھر) اسے کوئی ایسی بیماری کی شکایت ہو جاتی ہے جس سے جانبر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

☆ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بادل تھے۔اگر آسمانی پانی سے نباتات کو نہ اگاتا (تو ان کی سخاوت کی بارش سے نباتات لہلہانے لگتیں)۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ مسند احادیث کے بارے میں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التھذیب'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک سو بیالیس حدیثیں روایت فرمائی ہیں اور ان کی روایات کی کمی کی وجہ (حالانکہ انہیں تمام صحابہ کرام سے پہلے صحبت نبوی ﷺ کا شرف حاصل ہوا اور پھر آپ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہے) یہ ہے کہ احادیث کی اشاعت اور تابعین کے حدیث کو سماع کرنے، حاصل کرنے اور حفظ کرنے سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا۔

میں (امام سیوطی) کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیعت میں (جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے) ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوئی چیز ترک نہ کی جو انصار کی شان میں (قرآن میں) نازل ہوئی یا اُن کی شان میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوئی مگر انہوں نے اُس کو ذکر فرما دیا. یہ حدیث اِس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں اور آپ قرآن کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے تھے. آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر، علی، ابن عوف، ابن مسعود، حذیفہ، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عمرو، ابن عباس، انس، زید بن ثابت، براء بن عازب، ابوہریرہ، عقبہ بن حارث، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، زید بن ارقم، عبداللہ بن مغفل، عقبہ بن عامر جھنی، عمران بن حصین، ابو برزۃ الاسلمی، ابوسعید خدری، ابو موسیٰ اشعری، ابوالطفیل لیثی، جابر بن عبداللہ، بلال، عائشہ (آپ کی بیٹی)، اسماء (آپ کی بیٹی) اور تابعین میں اسلم مولی عمر، واسط بجلی اور کئی دوسرے لوگوں (رضی اللہ عنہم) نے حدیث روایت کی.

میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ میں یہاں آپ سے روایت کردہ احادیث کو بیان کر دوں اور حدیث کے بعد جس شخصیت نے آپ سے اِس حدیث کو روایت کیا ہے اُس کا اسم گرامی بھی نقل کر دوں لیکن اختصار کے ساتھ، ویسے اِس موضوع پر میں ایک مستقل کتاب تصنیف کروں گا انشاء اللہ.

1- ہجرت سے متعلقہ حدیث (شیخین وغیرہما).

2- سمندر کے بارے حدیث ((اُس کا پانی پاک ہے اور اُس میں مرنے والا جانور حلال ہے)) **"دار قطنی"**.

3- ((مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور اللہ کو راضی کرنے والی ہے)) (مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ).

4- ((رسول اللہ ﷺ نے کندھے کا گوشت تناول فرمایا. پھر نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا)) **"بزاز، ابو یعلی"**.

5- ((تم میں سے کوئی شخص ہرگز وضو نہ کرے اس کھانے کے بعد جس کو وہ کھائے بشرطیکہ اس کا کھانا اس کے لیے حلال ہو)) **"بزاز"**.

6- ((رسول اللہ ﷺ نے نمازیوں کو مارنے سے روکا ہے)) **"ابو یعلی، بزاز"**.

7- ((بیشک آخری نماز جو رسول اللہ ﷺ نے میرے پیچھے پڑھی ایک کپڑے میں پڑھی.))

''ابویعلی''.

8- ((جس کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ قرآن کریم نرم لہجے میں پڑھے تو وہ ابن ام عبدؓ کے لہجے میں قرآت کرے))۔ ''مسند احمد''.

9- آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ مجھے ایسی دعا تعلیم فرمادیں جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پڑھا کرو۔ ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَّلَا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم)) ''بخاری ومسلم''.

10- ((جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ امان والا شخص ہے (یعنی اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے لی ہے) پس اللہ تعالیٰ کے وعدے کومت توڑو۔ جس نے اُسے (صبح کی نماز پڑھنے والے کو) قتل کیا تو اللہ تعالیٰ خود اس شخص سے انتقام لے گا اور اسے منہ کے بل جہنم کی آگ میں ڈال دے گا)) ''ابن ماجہ''.

11- ((کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوا جب تک کہ اُس کی امت کے کسی شخص نے اُس کی امامت نہیں کروائی۔)) ''بزاز''.

12- ((جو شخص گناہ کر بیٹھتا ہے پھر وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف فرما دیتا ہے۔)) ''مسند احمد، چاروں اصحاب سنن اور ابن حبان''.

13- ((اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح قبض نہیں فرماتا مگر اسی جگہ جس جگہ وہ نبی دفن ہونا پسند کرتا ہے۔)) ''ترمذی''.

14- ((اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔)) ''ابویعلی''.

15- ((زندہ کے رونے (بآواز) کی وجہ سے مرنے والے شخص پر گرم پانی چھڑکا جاتا ہے۔)) ''ابویعلی''.

16- ((جہنم کی آگ سے بچو اگر کھجور کے آدھے حصے سے (یعنی صدقہ کر کے) بلاشبہ یہ صدقہ کجی کو دور کرتا ہے، بری موت سے بچاتا ہے اور بھوکے اور سیر ہونے والے کو یکساں

فائدہ دیتا ہے.)) ''ابو یعلیٰ''.

17- فرائض صدقات کے بارے حدیث جو کافی طویل ہے ''بخاری وغیرہ''.

18- حدیث جو ابن ابی ملیکہؓ سے روایت کی گئی ہے فرمایا. بارہا ایسا ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مہار گر پڑی اور آپ نے اپنی اونٹنی کے گھٹنے پر مارا اور اسے بٹھا دیا (اور اُتر کر خود مہار پکڑ لی) لوگوں نے اُن سے عرض کیا. آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم فرمایا کہ ہم مہار آپ کو پکڑا دیتے. آپ نے فرمایا ''میرے محبوب، اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کسی سے کچھ نہ مانگو'' ''مسند احمد''.

19- ((رسول اللہ ﷺ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو حکم دیا جبکہ وہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بعد حالت نفاس میں تھیں کہ غسل کریں اور خوش ہوں)) ''بزاز، طبرانی''.

20- ((آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ فرمایا جس میں بلند آواز سے تلبیہ کہا جائے اور قربانی دی جائے.)) ''ترمذی، ابن ماجہ''.

21- ((آپ نے حجر اسود کو بوسا دیا اور فرمایا! اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسا دیتے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسا نہ دیتا.)) ''دار قطنی''.

22- ((رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کی طرف یہ حکم نامہ بھیجا کہ اس کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے)) ''احمد''.

23- ((میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے، وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے)) ''ابو یعلیٰ''.

24- نبی کریم ﷺ کا ابوالھیشم ابن الیتھانؓ کے گھر تشریف لے جانا، لمبی حدیث ہے ''ابو یعلیٰ''.

25- ((سونا سونے کے بدلے برابر برابر اور چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر، زیادہ دینے والا اور زیادہ لینے والا جہنم میں ہیں.)) ''ابو یعلیٰ، بزاز''.

26- ((ملعون ہے وہ شخص جس نے کسی مومن کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ فریب کیا.)) ''ترمذی''.

27- ((بخیل، دھوکہ باز، خیانت کرنے والا اور بد اطوار جنت میں داخل نہیں ہوگا اور سب سے پہلے وہ غلام جنت میں داخل ہوگا جو اللہ کی اطاعت کرتا ہوگا اور اپنے آقا کی بھی

فرمانبرداری کرتا ہوگا۔))

28- ((ولائت اسی کو حاصل ہوگی جو غلام کو آزاد کرے گا۔))"**ضیاء المقدسی فی المختارہ**".

29- ((ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔))"**بخاری**".

30- ((اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو رزق عطا کرتا ہے پھر اسے اٹھالیتا ہے تو اس رزق کو اس شخص کی ملکیت میں دے دیتا ہے جو اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔))"**ابوداؤد**".

31- ((جس شخص نے کسی کے نسب میں عیب نکالا اگرچہ وہ شخص گھٹیا ہی کیوں نہ ہو اس نے (گویا) کفر کیا))"**بزاز**".

32- ((تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔))حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد نفقہ ہے"**بیہقی**".

33- ((جس شخص کے پاؤں راہ خدا میں غبار آلود ہوئے ان پاؤں کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ پر حرام فرمادیا))"**بزاز**".

34- ((مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں))(**شیخین وغیرہما**).

35- ((اللہ تعالیٰ کا بہترین بندہ اور قوم کا بہترین بھائی خالد بن ولیدؓ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں پر کھینچا ہے۔))"**احمد**".

36- ((کسی ایسے شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو))"**ترمذی**".

37- ((جس شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملے کی ذمہ داری سونپی گئی اور اُس نے طرف داری کرتے ہوئے کسی ایسے شخص کو مسلمانوں کا امیر مقرر کردیا جو نا اہل ہو تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ تو اُس سے فرض قبول کرے گا اور نہ ہی اُس سے نفل قبول کرے گا حتی کہ اسے جہنم رسید کرے گا اور جس شخص نے کسی کو اللہ تعالیٰ کی حمایت دی اور اُس نے بغیر حق کے اُس میں سے لے لیا تو اُس پر خدا کی لعنت))"**احمد**".

38- حضرت ماعزؓ کا واقعہ اور ان کا رجم"**احمد**".

39- ((جس نے توبہ کی اس نے گناہوں پر اصرار نہ کیا اگرچہ وہ دن میں ستر مرتبہ ہی دوبارہ گناہ کیوں نہ کرے))"**ترمذی**".

40- رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے معاملے میں مشورہ فرمایا ''**طبرانی**''.

41- جب یہ آیت نازل ہوئی ''جو برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا'' ''**ترمذی، ابن حبان وغیرہما**''.

42- ((تم یہ آیت پڑھتے ہو. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ﴾ ''اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں کی فکر لازم ہے'' (المائدہ:105) ''**احمد، سنن اربع، ابن حبان**''.

43- ((تمہارا کیا گمان ہے ان دو کے بارے جن کا تیسرا اللہ ہو.)) ''**بخاری و مسلم**''.

44- ((اے اللہ ہمیں نیزے (جنگ) اور طاعون سے بچا)) ''**ابو یعلی**''.

45- ((مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے)) ''**دار قطنی کی کتاب العلل**''.

46- ((شرک میری امت میں چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ مخفی ہوگا)) ''**ابو یعلی وغیرہ**''.

47- ((میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم فرما دیجئے جسے میں صبح و شام پڑھا کرو)) (''**مسند ہیثم بن کلیب و ترمذی**'' وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اسے روایت فرمایا ہے).

48- ((تم پر لازم ہے کہ تم کلمہ لَآ اِلٰــہ الا اللہ پڑھو اور استغفار کرو کیونکہ ابلیس کہتا ہے. میں نے لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور لوگوں نے مجھے لا الــہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کر دیا. جب میں نے یہ بات دیکھی تو میں نے انہیں خواہشات نفسانی کے ذریعے ہلاک کر دیا پس وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہیں)) ''**ابو یعلی**''.

49- جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی. ﴿لَا تَرْفَعُوٓا أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ ''اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو''. تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں بات نہیں کروں مگر ایک جھریاں بھرے چہرے والے بوڑھے کی مانند ''**بزاز**''.

50- ((ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کی گئی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے)) ''**احمد**''.

51- ((جس نے مجھ پر جھوٹ بولا جان بوجھ کر یا میں نے اسے حکم دیا اور اُس نے میرا حکم نہ مانا تو وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے)) ''**ابو یعلی**''.

52- اس امر سے نجات نہیں......الخ ''**احمد**''.

53- ((باہر جاؤ اور لوگوں میں یہ منادی کرو. جس نے اس بات کی شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی)). میں نکلا اور مجھے

عمر رضی اللہ عنہ...... ''ابویعلیٰ'' یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند کے اعتبار سے محفوظ ہے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سند سے نہایت غریب ہے.

54- ((میری امت کے دو گروہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے. ایک 'مرجیہ (۲۵) اور دوسرا 'قدریہ')) (۲۶) 'دار قطنی علل میں''.

55- ((اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو'' احمد، نسائی، ابن ماجہ'' یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کئی طرق کے ذریعے روایت کی گئی ہے.

56- ((رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو دعا مانگتے. اے اللہ! میرے لیے اِس کام کو آسان کر دے اور پسند فرما)) ''ترمذی''.

57- ((قرض کی دعا، اے اللہ غم کو دور کرنے والے)) ''بزاز، حاکم''.

58- ((جو جسم حرام مال سے پروان چڑھا اس کے لیے آگ ہی بہتر ہے)) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں. ((وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جسے حرام غذا دی گئی)) ''ابویعلیٰ''.

59- ((جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جو زبان کی خرابی کی شکایت نہ کرتا ہو)) ''ابویعلیٰ''.

60- ((اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) نصف شعبان کی رات کو اترتا ہے اور اُس میں ہر شخص کو بخش دیتا ہے سوائے کافر کے اور اُس آدمی کے جس کے دل میں کینہ ہو)) ''دار قطنی''.

61- ((دجال مشرق سے ایک ایسی سرزمین سے نکلے گا جسے خراسان کہتے ہیں. اس کی اتباع وہ اقوام کر رہی ہوں گی جن کے چہرے گویا کوٹی ہوئی ڈھالیں ہیں)) ''ترمذی، ابن ماجہ''.

62- ((مجھے ستر ہزار ایسے امتی عطا کئے گئے ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے)) ''احمد''.

63- شفاعت کی بہت طویل حدیث جس میں مذکور ہے کہ مخلوق خدا انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں شفاعت کے لیے حاضر ہوگی ''احمد''.

64- ((اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا'' احمد''.

65- ((خلافت کے حقدار قریش ہیں. اُن کے نیک اُن کے نیک کے تابع اور اُن کے فاجر اُن کے فاجر کے تابع ہیں'' احمد''.

66- حدیث جس میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنے وصال کے وقت انصار کے حق میں وصیت فرمائی اور کہا ((اُن کے نیکوکار شخص کو قبول کرو اور اُن کے خطا کار سے درگزر فرماؤ)) (''بزاز''، طبرانی).

67- ((میں جانتا ہوں کہ ایک ایسا علاقہ ہے جسے عمان کہتے ہیں اس کی ایک طرف دریا بہتا ہے اوراس میں عربوں کا ایک ایسا قبیلہ آباد ہے کہ اگر اُن کے پاس میرا قاصد جائے تو وہ نہ تو اس پر تیر چلائیں گے اور نہ ہی پتھر برسائیں گے)) ''احمد، ابویعلی''.

68- ((حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت امام حسنؓ کے پاس سے گزرے. وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے. آپ نے انہیں اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا مجھے اپنے باپ کی قسم! آپ نبی پاک ﷺ پر گئے ہیں (حضرت) علیؓ پر نہیں گئے. کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہم شکل تھے.

69- ((رسول اللہ ﷺ، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے)) ''مسلم''.

70- ((پانچویں بار چور کو قتل کیا جائے گا)) ''ابویعلی، دیلمی''.

71- واقعہ اُحد کے بارے حدیث (اسے طیالسی اور طبرانی نے نقل کیا ہے).

72- ((دریں اثنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا، رسول اللہ ﷺ اپنے آپ سے کسی چیز کو دور کر رہے ہیں حالانکہ مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی. میں نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! کس چیز کو آپ ہٹا رہے ہیں؟ فرمایا دنیا میری طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی تو میں نے کہا مجھ سے دور ہو جا، تو دنیا نے مجھ سے کہا. آپ میری پہنچ سے باہر ہیں)) ''بزاز''. یہ وہ حدیث ہے جسے ابن کثیر نے مسند صدیق میں احادیث مرفوعہ میں ذکر کیا ہے. اُن سے دوسری کئی حدیثیں رہ گئیں ہیں. میں نے اُن کو تلاش کیا تاکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعداد پوری ہو جائے گی.

73- ((اکیلے شخص کو قتل کر دینا خواہ وہ کسی بھی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو)) ''طبرانی''.

74- ((دیکھو کن لوگوں کے گھروں کو تم آباد کر رہے ہو؟ کن لوگوں کی زمین پر سکونت پذیر ہو اور

کن لوگوں کے راستے پر تم چل رہے ہو؟)) ''دیلمی''.

75- ((مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے میری امت میں سے جب کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں ابن فلاں نے اس گھڑی آپ پر درود پڑھا ہے)) ''دیلمی''.

76- ((جمعہ دوسرے جمعہ تک کفارہ ہوتا ہے اُن گناہوں کا جو اُن دونوں جمعوں کے درمیان انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں اور جمعہ کے دن غسل کرنا یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے)) (عقیلی نے اسے ''ضعفاء'' میں نقل کیا ہے).

77- ((میری امت پر جہنم اتنی ہی گرم ہوگی جتنا حمام گرم ہوتا ہے)) ''طبرانی''.

78- ((جھوٹ سے بچو. جھوٹ ایمان کے منافی ہے)) (اسے ابن لال نے ''مکارم اخلاق'' میں روایت کیا ہے).

79- ((جو شخص بدر کی جنگ میں شریک ہوا، اُسے جنت کی بشارت دے دو)) (اسے دار قطنی نے ''افراد'' میں نقل کیا ہے).

80- ((دین اللہ کا بھاری جھنڈا ہے کون ہے جو اسے اٹھائے گا)) ''دیلمی''.

81- سورۂ یٰس کھانا کھلانے والا سردار ہے ''دیلمی، بیہقی''.

82- ((عادل اور تواضع پسند حکمران زمین پر اللہ کا سایہ اور اس کا نیزہ ہے. اللہ تعالیٰ ہر روز دن اور رات کے وقت اسے ساٹھ صدیقوں کے عمل کا ثواب عطا کرتا ہے)) (ابوالشیخ، عقیلی نے اسے ''ضعفاء'' میں اور ابن حبان نے ''کتاب الثواب'' میں نقل فرمایا ہے).

83- ((موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، جو شخص کسی رونے والی عورت کو تسلی دے اس کو کیا بدلہ ملے گا. اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اُسے اپنے سایے میں جگہ عطا کروں گا)) (اِسے ابن شاہین نے ''ترغیب'' میں اور دیلمی نے روایت کیا ہے).

84- ((اے اللہ عمر بن الخطابؓ کے ذریعے اسلام کی مدد فرما)) (اسے طبرانی نے ''اوسط'' میں نقل فرمایا ہے).

85- ((کسی شکار کو شکار نہیں کیا جاتا اور نہ کسی کانٹے دار درخت کو کاٹا جاتا ہے اور نہ کسی درخت کی جڑیں کاٹی جاتی ہیں مگر اُس کی قلت تسبیح کی وجہ سے)) (ابن راہویہ).

86- ((بالفرض اگر میں تم میں مبعوث نہ کیا جاتا تو عمر مبعوث ہوتے)) (دیلمی نے اسے روایت کیا ہے).

87- ((اہل جنت اگر تجارت کرتے تو کپڑے (۲۷) کا کاروبار کرتے)) (ابو یعلی).

88- ((جو شخص باہر نکلا تا کہ لوگوں کو اپنی ذات کی طرف بلائے یا کسی دوسرے کی طرف بلائے حالانکہ ایک دوسرا شخص لوگوں پر پہلے سے امام ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں تمام کی طرف سے لعنت ہوتی ہے. پس ایسے شخص کو قتل کر دو)) (دیلمی فی ''التاریخ'').

89- ((جس نے مجھ سے کوئی علم و حکمت کی بات یا کوئی حدیث تحریر کی تو جب تک یہ علم یا حدیث باقی رہے گی اس کے لیے اجر و ثواب لکھا جاتا رہے گا)) (حاکم ''تاریخ'' میں).

90- ((جو شخص ننگے پاؤں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں چلا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے اس پر عائد شدہ فرائض کے بارے نہیں پوچھے گا)) ''طبرانی''.

91- ((جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ جہنم کی تپش کی طرف سے اُس پر سایہ کر لے اور اسے اپنے سائے میں لے تو اُسے چاہیے کہ وہ اہل ایمان سے سختی نہ برتے بلکہ اُن پر مہربان ہو جائے)) (ابن لال ''مکارم اخلاق'' میں اور ابو شیخ اور ابن حبان ''ثواب'' میں روایت کرتے ہیں).

92- ((جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تھا تو اُس کے لیے اللہ تعالیٰ پورے دن کا اجر لکھ دیتا ہے اگر چہ (اس کے بعد) وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرے)) ''دیلمی''.

93- ((جو قوم جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے. اللہ تعالیٰ اس کو عام عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے)) (طبرانی ''اوسط'' میں).

94- ((جھوٹا جنت میں داخل نہیں ہوگا)) ''دیلمی''، لیکن انہوں نے اِس کی سند بیان نہیں کی.

95- ((کسی مسلمان کو ہرگز حقیر نہ جانیے . بلاشبہ ایک چھوٹا مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا (درجہ رکھتا) ہے)) ''دیلمی''.

96- ((اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم میری رحمت کا ارادہ رکھتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو)) (ابو الشیخ، ابن حبان، دیلمی).

97- ((میں نے رسول اللہ ﷺ سے ازار کے بارے پوچھا تو آپ نے پنڈلی کے گوشت کو پکڑ کر

بتایا کہ یہاں تک۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کچھ زیادہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے گوشت کے اگلے حصے کو پکڑا (اور فرمایا یہاں تک) میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اور زیادہ فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو اس سے نیچے ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم تو ہلاک ہو گئے فرمایا اے ابوبکر (تہبند کو) درست رکھو اور اعتدال برتو نجات پا جاؤ گے۔))

98- ((میرا (ﷺ) اور علی (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ عدل میں برابر ہے)) (دیلمی، ابن عساکر)۔

99- ((شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت مت برتو۔ اگرچہ تم اُس کو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تم سے غافل نہیں)) (دیلمی، اور انہوں نے اسے مرفوع نہیں کہا)۔

100- ((جو شخص اللہ کی رضا کے لیے مسجد بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بناتا ہے)) (طبرانی ''اوسط'' میں)۔

101- ((رفع یدین کے بارے حدیث (جس میں مذکور ہے کہ) تکبیر تحریمہ، رکوع و سجود اور اُن سے اٹھتے وقت رفع یدین ضروری ہے)) (بیہقی، ''سنن'' میں)۔

102- ((جو اس خبیث سبزی کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے (طبرانی ''اوسط'' میں)۔

103- آپ ﷺ نے ابوجہل کو اونٹ تحفے میں دیا (اسماعیل نے اسے اپنی ''معجم'' میں بیان کیا ہے)۔

104- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنا عبادت ہے (ابن عساکر)۔

فصل

تفسیر قرآن کریم کے بارے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایات۔

ابو القاسم بغوی ابن ابی ملیکہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کونسی زمین میرے لیے کشادہ ہوگی اور کونسا آسمان مجھ کو سایہ مہیا کرے گا جب میں کتاب اللہ میں وہ بات کروں گا جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے۔

ابو عبیدہ، ابراہیم تیمیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد گرامی کے بارے پوچھا گیا۔ ﴿وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا﴾ (عبس:31)۔ تو آپ نے

فرمایا کونسا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کونسی زمین مجھ کو اٹھائے گی اگر میں کتاب اللہ کی تفسیر میں وہ بات کروں جس کو میں جانتا نہیں.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ سے "کلالہ" کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا. میں اس کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں. اگر میری رائے صحیح ہوئی تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اور اگر یہ غلط ہوئی تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہوگی. میرے خیال میں کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے پیچھے نہ تو باپ کو اور نہ ہی بیٹے کو (وارث) چھوڑے. جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ میں کسی ایسی چیز کی تردید کروں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمادی ہے.

ابونعیم نے "حلیہ" میں اسود بن ہلال سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا. تم ان دو آیتوں کے بارے کیا کہتے ہو.
﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (فصلت:30) اور ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:83).

(1) بیشک جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے.

(2) وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے.

صحابہ کرام نے عرض کیا. ﴿ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ کا معنی ہے کہ پھر گناہ نہ کیا اور اپنے ایمان کو گناہوں سے آلودہ نہ کیا. فرمایا میں انہیں ایک اور معنی پر محمول کرتا ہوں پھر فرمایا ﴿قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ کا مطلب ہے "پھر کسی غیر کی طرف مائل نہیں ہوئے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا."

ابن جریر نے عامر بن سعد بجلی سے اور انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر کی ہے. ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس:26).
"ان کے لیے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزاء ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ" فرمایا (یعنی زیادہ) اس کا مطلب یہ اللہ تعالیٰ کے رخ زیبا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) کی طرف دیکھنا.

ابن جریر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے۔﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (فصلت:30) فرمایا اس کا مطلب ہے ''لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ سو جو اس کلمہ پر فوت ہوا اس کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جنہوں نے استقامت اختیار کی۔''

فصل

وہ احادیث جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی گئیں۔ اُن احادیث کا تعلق آپ کے ارشادات، فیصلوں، خطبات اور دعاؤں سے ہے۔

لالکائی نے ''سنت'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا آپ زنا کو تقدیر کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس شخص نے کہا، اللہ نے زنا کو میرا مقدر کر دیا اور پھر وہ مجھے عذاب دے گا؟ آپ نے فرمایا۔ اے فحش گو عورت کے بیٹے! خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی آدمی موجود ہوتا تو میں اُسے حکم دیتا کہ وہ تیرے ناک پر مُکّا رسید کرے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی 'مصنف' میں حضرت زبیرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں جب کھلے علاقے میں رفع حاجت کے لیے جاتا ہوں تو اپنا سر ڈھانپ کر اپنے اوپر سایہ کر لیتا ہوں (محض) اللہ تعالیٰ سے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے۔

عبدالرزاق نے اپنی 'مصنف' میں حضرت عمرو بن دینارؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو۔ خدا کی قسم! میں جب بیت الخلاء میں داخل ہوتا ہوں تو اپنی بیٹھ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے دیوار کے ساتھ ٹیک دیتا ہوں۔

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی 'سنن' میں حضرت ابوعبداللہ صنابحی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز مغرب ادا کی۔ آپ نے پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے بعد قصار مفصل سورتوں میں سے دو سورتیں تلاوت کیں اور تیسری رکعت میں ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ......﴾ (آل عمران:8) تلاوت کی۔

ابن ابی خیثمہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عینیہؓ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی شخص سے تعزیت فرماتے تو کہتے. صبر کرنے سے کوئی مصیبت نہیں رہتی اور رونے دھونے کا کچھ فائدہ نہیں. موت اس سے آسان ہے. جو اس سے پہلے ہے اور اس سے زیادہ سخت ہے جو اس کے بعد ہے. رسول اللہ ﷺ کا چلے جانا یاد کیا کرو تمہاری مصیبت چھوٹی ہو جائے گی اور اللہ تمہارے اجر کو بڑھا دے گا.

ابن ابی شیبہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہم نے سالم بن عبید رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے. میرے اور فجر کے درمیان کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں سحری کر لوں.

ابن ابی قلابہ اور ابی السفر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے. دروازہ بند کر دو تاکہ ہم سحری کر لیں.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوبکر بن زیاد نیشاپوری نے 'کتاب الزیادات' میں حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ نماز چاشت اِس نیت سے نہیں پڑھتے تھے کہ لوگ اُن کی پیروی نہ کرنے لگیں (اور اِس طرح مشقت میں نہ پڑ جائیں).

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ اُنہوں نے کہا. میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے گواہی دی کہ انہوں نے فرمایا. طافی نامی مچھلی کھا لیا کرو.

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "الام" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے حیوان کے بدلے گوشت بیچنے کو ناپسند فرمایا.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ دادا کو باپ کی جگہ رکھتے تھے یعنی میراث میں.

ابن ابی شیبہ نے اپنی 'مصنف' میں عطاء سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس کا باپ (زندہ) نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے اور پوتا بیٹے کی جگہ ہے. جب اس کے علاوہ دوسرا بیٹا نہ ہو.

قاسم سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس

نے اپنے باپ سے تعلقات ختم کر لیے تھے (۲۸) (یعنی یہ کہتا تھا کہ یہ میرا باپ نہیں ہے) آپ نے فرمایا سر پر مار کیونکہ شیطان سر میں ہوتا ہے۔

ابن ابی مالک سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تو کہتے۔ اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ اِس کو اِس کے گھر والوں، مال اور خاندان نے چھوڑ دیا ہے اور گناہ بہت بڑی چیز ہے اور تو بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔

سعید بن منصور نے اپنی 'سنن' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے بیٹے عاصم کے معاملے میں فیصلہ عاصم کی ماں کے حق میں فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ ماں کی خوشبو، مہک اور شفقت اس کے لیے تجھ سے بہتر ہے۔ *

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قیس بن ابی حازمؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میرے والد چاہتے ہیں کہ وہ میرا سارا مال لے کر برباد کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے والد سے کہا۔ تو اس کے مال سے اتنا لے سکتا ہے جو تیری ضروریات کو پورا کرے۔ اس شخص نے کہا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے جانشین! کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے؟ آپ نے فرمایا آپ ﷺ کی مراد اِس ارشادِ گرامی سے نفقہ ہی تو تھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اُن کے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم غلام کے بدلے میں آزاد کو قتل نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے دادا جان سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر کاٹا۔ اُس (دوسرے شخص نے اپنا ہاتھ کھینچ کر) اس کے سامنے والا دانت نکال دیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو ہدر (جس کا بدلہ (۲۹) اور قصاص نہ ہو) فرما دیا۔

---

*۔ حضرت عمرؓ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی جس کے بطن سے آپ کا ایک بیٹا بھی تھا۔ آپ اپنے بیٹے کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے فیصلہ ماں کے حق میں کر دیا۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر ماں علیحدگی کی صورت میں بچوں کی کفالت کرنا چاہے تو باپ کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔ بشرطیکہ غلط تربیت کا اندیشہ ہو۔ (مترجم)

امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کان کی دیت میں پندرہ اونٹوں کا فیصلہ دیا اور فرمایا. کان کے اِس عیب کو بال اور عمامہ چھپا دیں گے.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے ابو عمران جونی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا. جس پر یزید (۳۰) بن ابی سفیان کو امیر مقرر کیا اور فرمایا. میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں.

1- کسی خاتون، کسی بچے اور کسی بوڑھے شخص کو قتل نہ کرنا.

2- کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا.

3- کسی عمارت کو نہ گرانا.

4- کسی بکری یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا مگر اُس کے مالک کے لیے.

5- کھجور کے درخت کو جڑ سے نہ اکھاڑنا اور نہ ہی اسے جلانا.

6- خیانت نہ کرنا.

7- بزدلی کا مظاہرہ نہ کرنا.

امام احمد، امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے ابی برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک شخص سے بہت ناراض ہوئے اور آپ کا غصہ بہت زیادہ ہو گیا. میں نے عرض کیا. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! اِس شخص کی گردن مار دیجئے. فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو. یہ حق رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی شخص کو حاصل نہیں.

سیف ''کتاب الفتوح'' میں اپنے شیوخ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ مہاجر بن ابی امیہ جو یمامہ کے امیر تھے کے پاس دو گانے والی عورتوں کا مقدمہ لایا گیا. اُن میں سے ایک نبی کریم ﷺ کے متعلق لکھے گئے ہجو یہ کلام کو گاتی تھی. آپ نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے اور سامنے والے دونوں دانت نکلوا دیئے. دوسری عورت مسلمانوں کے بارے ہجو یہ کلام گاتی تھی آپ نے اس عورت کے بھی ہاتھ کاٹے اور سامنے والے دانت نکلوا دیئے. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس کی طرف ایک خط ارسال کیا اور فرمایا. اگر آپ مجھ سے پہلے ہی اس مقدمے کا فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں اُس عورت کو قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان کی سزا عام

مسلمانوں کی شان میں گستاخی سے مختلف ہے۔ جو مسلمان اہانت رسول ﷺ کا مرتکب ہوتا ہے وہ مرتد ہے اور جو غیر مسلم ذمی اہانت کی جسارت کرتا ہے۔ تو وہ اپنے معاہدے کو توڑ کر مسلمانوں کے خلاف (گویا) جنگ کا اعلان کرتا ہے (لہٰذا مسلم ہو یا کافر جب تنقیص شان نبوت کا مرتکب ہوا ہے تو اُس کی سزا قتل ہے) رہی وہ عورت جو مسلمانوں کی ہجو میں لکھے گئے اشعار گاتی تھی اگر وہ اُن لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اُسے ادب سکھایا جائے اور اُسے سزا دی جائے لیکن ایسی سزا کہ جس سے اس کا کوئی عضو کٹ یا بیکار نہ ہو جائے اور اگر وہ ذمی ہے تو مجھے میری بقا کی قسم! اُس کو تو شرک جیسا جرم معاف کر دیا گیا ہے جو اِس جرم سے کہیں بڑا جرم ہے تو اس سے بھی چشم پوشی ضروری ہے۔ آئندہ کے لیے اگر کوئی ایسا مقدمہ پیش ہو تو نرمی سے کام لیا جائے اور مثلہ سے اجتناب کیا جائے کیونکہ مثلہ گناہ ہے اور نفرت دلانے والی چیز ہے البتہ قصاص میں کوئی عضو کاٹا جا سکتا ہے۔ (اور اسی طرح حد جاری کر کے بھی ہاتھ کاٹنا صحیح ہے)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے صفیہ بنت ابی عبیدؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے بنو بکر کی ایک کنواری لڑکی سے زنا کیا اور پھر خود ہی اس جرم کا اعتراف کر لیا۔ آپ نے اُس کو کوڑوں کی سزا دی اور پھر فدک کی طرف جلاوطن کر دیا۔

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن حاطبؓ سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تیرے بارے کچھ حکم نہیں پاتا مگر وہی جو تیرے بارے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فیصلہ سنایا تھا اور وہ تجھے خوب جانتے تھے۔ سو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم بن محمدؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یمن کا ایک شخص جس کا ایک ہاتھ ایک پاؤں کٹا ہوا تھا آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم ہو گیا۔ اس نے شکایت کی کہ یمن کے عامل (گورنر) نے اس پر ظلم کیا ہے۔ وہ شخص رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھتا تھا اور حضرت ابوبکر فرماتے تھے کہ تیرے باپ کی قسم! تیری رات چور کی رات نہیں۔ پھر اسماء بنت عمیسؓ حضرت ابوبکرؓ کی گھر والی کا زیور گم ہو گیا۔ لوگ تلاش کرنے لگے اور وہ شخص بھی ان کے ساتھ مل کر ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ یا اللہ! اس شخص کو اپنی پکڑ میں لے لے جس نے اس نیک گھر

والوں پر رات کو حملہ (چوری) کیا ہے چنانچہ وہ زیور ایک سنار کے پاس سے مل گیا. جس کا خیال تھا کہ شاید یہی شخص جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا زیور چرا کر اس کے پاس لایا (تفتیش کے بعد) اس ہاتھ کٹے شخص نے اعتراف کر لیا یا اُس پر گواہی قائم ہو گئی. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس کے بارے فیصلہ دیا اور اس کا بائیاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا. پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! اِس شخص کا اپنے لیے بددعا کرنا میرے لیے اِس کی چوری سے زیادہ شدید (اور بدتر) کام تھا.

دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ڈھال. جس کی قیمت پانچ درہم تھی کی چوری کے مقدمے میں قطع ید کی سزا سنائی.

ابونعیم نے 'حلیہ' میں ابی صالح رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب یمن کے لوگ آئے اور انہوں نے قرآن کی تلاوت سنی تو زار و قطار رونے لگے. یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. ہم بھی اِسی طرح تھے پھر دل سخت ہو گئے. ابونعیم فرماتے ہیں کہ اِس کا یہ مطلب ہے کہ اب ہمارے دلوں میں قوت آ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے عرفان کی بدولت انہیں اطمینان کی دولت نصیب ہو گئی ہے.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. محمد رسول اللہ ﷺ کو اُن کے اہل بیت میں دیکھو (یعنی اُن کے اہل بیت کی اسی طرح تعظیم کرو جس طرح رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اُن کی تعظیم کرتے تھے).

ابوعبید ''غریب'' میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا. خوش بخت ہے وہ شخص جو اسلام کے ابتدائی دور میں فوت ہوا. اِس سے قبل کہ فتنے ظاہر ہوں.

''سنن اربعہ'' کے مؤلف اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قبیصہ رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے (کسی مرنے والے) کی دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور آپ سے اپنی میراث کے بارے سوال کیا. آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں تیرے بارے حکم موجود نہیں اور نہ ہی میں نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ایسا کوئی حکم پاتا ہوں. آپ واپس تشریف لے جائیں میں لوگوں سے اِس بارے پوچھوں گا. سو آپ نے اس بارے لوگوں سے پوچھا (کہ کسی کے پاس اس بارے کوئی حدیث موجود ہو) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا. آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تیرے ساتھ کوئی اور

بھی تھا؟ محمد بن مسلمہؓ اٹھے اور انہوں نے بھی وہی بات بتائی جو حضرت مغیرہؓ نے بتائی تھی. چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس دادی کے حق میں یہی فیصلہ صادر فرمایا.

امام مالک اور نے قاسم بن محمدؒ سے یہ روایت نقل کی ہے. دو بوڑھی عورتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی میراث لینے کے لیے حاضر ہوئیں. اُن میں سے ایک (مرنے والے کی) نانی تھی اور دوسری دادی. آپ نے میراث نانی کو دے دی. عبدالرحمٰن بن سہل انصاریؓ جو غزوہ بدر میں شریک تھے اور بنی حارثہؓ کے بھائی تھے نے عرض کی. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ نے ایک ایسی عورت کو میراث عطا فرمادی ہے. جو فوت ہوگئی تو کوئی اُس کا وارث نہیں ہوگا چنانچہ آپ نے وراثت کا یہ مال دونوں بوڑھیوں میں تقسیم کر دیا.

عبدالرزاق اپنی ''مصنف'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رفاعہ کی بیوی کی حدیث نقل فرماتے ہیں. اُن کو طلاق ہوگئی اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن زیدؓ سے شادی کی. وہ بھی اُن پر غالب نہ آسکے تو انہوں نے حضرت رفاعہؓ کے پاس لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا نہیں! جب تک کہ تو اس کا شہد نہیں چکھ لیتی اور وہ تیرا شہد نہیں چکھ لیتے. اتنی حدیث تو صحیح (بخاری) میں بھی مذکور ہے. عبدالرزاق نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ بیٹھ گئیں (یعنی دوسرے خاوند کے گھر میں) پھر کچھ عرصہ بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ عبدالرحمٰن نے انہیں چھوا ہے (یعنی اُن کے ساتھ جماع کیا ہے) لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہلے خاوند کے پاس جانے سے روک دیا اور فرمایا.

((اللهم ان كان انمى بها ان ترجع الى رفاعة فلايتم لها نكاحه مرة اخرى))

پھر یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں آئی لیکن انہوں نے بھی اس کو واپس جانے سے روک دیا.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عقبہ بن عامرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے انہیں شام کے بشپ ''بنان'' کا سر دے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا. جب وہ حاضر ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو بہت برا محسوس کیا (کہ ایک شخص کا سر کاٹ کر بھیجا جائے) حضرت عقبہؓ نے عرض کیا. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! وہ لوگ ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں. آپ نے فرمایا کیا وہ دونوں فارس و روم کے طریقے پر عمل پیرا ہو رہے

ہیں. میری طرف کسی شخص کا سر نہ بھیجا جائے. خط اور اطلاع ہی کافی ہے (۳۱).

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قیس بن ابی حازمؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ احمس کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے. جس کا نام زینب تھا. آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی. پوچھا اسے کیا ہے، بولتی کیوں نہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے ہمیشہ کے لیے چپ رہنے کا ارادہ کر لیا ہے. آپ اس عورت سے مخاطب ہوئے اور فرمایا. بات چیت کیجئے. چپ کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے. یہ زمانہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہے. چنانچہ اُس عورت نے بات چیت شروع کر دی اور پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں مہاجرین میں سے ہوں، کہنے لگی کن مہاجرین میں سے؟ آپ نے فرمایا قریش میں سے عورت نے پھر پوچھا کون سے قریش میں سے؟ آپ نے فرمایا تُو بہت سوال کرتی ہے. میں ابوبکر ہوں. کہنے لگی ہم اُس نیک امر پر جو اللہ تعالیٰ جاہلیت کے بعد لے کر آیا ہے (یعنی اللہ کے رسول ﷺ لائے ہیں) کب تک کاربند رہیں گے؟ آپ نے فرمایا اُس وقت تک جب تک ہمارے امام اس پر استقامت اختیار کئے رکھیں گے. عرض کرنے لگی. آئمہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تیری قوم میں سردار اور اشراف قوم ہیں جو لوگوں کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو لوگ اُن کی فرمانبرداری کرتے ہیں؟ عرض کرنے لگی ہاں ہیں. آپ نے فرمایا تو یہی وہ لوگ ہیں.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کو خراج (۳۲) دیا کرتا تھا اور آپ اُس کے خراج سے کھایا کرتے تھے. ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا اور آپ نے اُس میں سے کھایا. غلام نے آپ سے کہا. جانتے ہیں یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا. کیا ہے؟ غلام نے بتایا. زمانہ جاہلیت میں میں نے ایک آدمی کے لیے کہانت کی تھی. حالانکہ میں کہانت میں مہارت نہیں رکھتا تھا. مگر میں نے اُس کو دھوکہ دیا. اُس شخص سے میری ملاقات ہوگئی اور اُس نے یہ چیز جو آپ نے کھائی ہے مجھے دی. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی حلق میں ڈال کرتے کی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''الزہد'' میں ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے کھانا کھانے کے بعد جان بوجھ کر قے کر لی ہو سوائے حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے (یہ فرمانے کے بعد) انہوں نے (مذکورہ بالا) قصہ بیان فرمایا.

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسلمؒ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے درآنحالیکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی زبان مبارک کو پکڑے فرما رہے تھے. یہی ہے وہ جس نے مجھے مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے.

ابوعبید ''غریب'' میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ وہ اپنے ہمسائے سے جھگڑ رہے تھے. آپ نے ان سے فرمایا. اپنے ہمسائے سے جھگڑا نہ کیجئے کیونکہ یہ ادھر ہی رہیں گے (کیونکہ وہ گھر تو چھوڑ کر نہیں جاسکتے، تمہارا روز کا ملنا جلنا ہے) لیکن لوگ تجھ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے.

ابن عساکر حضرت موسیٰ بن عقبہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تقریر فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے. تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے. میں اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں، اس سے مدد مانگتا ہوں اور موت کے بعد (برزخی زندگی) کے لیے اس سے عزت کا سوال کرتا ہوں. یقیناً میری اور تمہاری موت کا وقت قریب ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں. وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور (میں گواہی دیتا ہوں) کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں. جنہیں اس ذات نے حق کے ساتھ بشارت دینے والا، بروقت خبردار کرنے والا اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے. تاکہ وہ (ہر اس شخص کو) باخبر کریں جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت تمام کریں. جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایت کو پالیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ واضح گمراہی میں پڑ گیا. میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ کے اس حکم کو مضبوطی سے پکڑ لو جو اس نے تمہارے لیے مقرر فرمایا ہے اور جس کے ذریعے تمہیں ہدایت بخشی ہے. کلمہ توحید کے بعد اسلامی ہدایات کی جامع باتیں یہ ہیں کہ تم اس شخص کی بات سنو اور اس پر عمل کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر (خلافت) کی ذمہ داری سونپی ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذمہ دار شخص (یعنی حاکم) کی اطاعت کرتا ہے وہ دونوں جہان میں بامراد رہتا ہے اور اس حق سے

سبکدوش ہو جاتا ہے جو اس کے ذمے لازم ہے. خواہش نفس کی اتباع کرنے سے بچو. جس شخص کو خواہش نفس، لالچ اور غصے سے بچالیا گیا وہ فلاح پا گیا فخر سے بچو اور اس کے لیے فخر کی کونسی بات ہے جسے مٹی سے پیدا کیا گیا اور پھر وہ مٹی کی طرف لوٹ جائے گا اور اسے بڑے بڑے کیڑے کھائیں گے. پھر جو آج زندہ ہے کل مردہ ہوگا. لہٰذا دن بدن اور لحہ لحہ عمل صالح کرو اور مظلوم کی دعا سے بچو. اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور صبر کرو کیونکہ سارا عمل صبر کے ساتھ ہے. احتیاط برتو. احتیاط نفع بخش ہے. عمل کرو، عمل قبول کیا جائے گا اور ڈرو اس چیز سے جس کے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے اور جلدی کرو اس چیز (جنت کے سلسلہ) میں جس کا اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے. لوگوں کو سمجھاؤ اور خود بھی سمجھو اور ڈرو اور گناہوں سے بچو. اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم سے پہلی قوموں کی ہلاکت کی وجوہات کو بیان فرمایا ہے اور ان کی جو تم سے پہلے تھے کی نجات کے اسباب کو بھی بیان کر دیا ہے. اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی کتاب میں حرام اور حلال کو بیان فرما دیا ہے. وہ کن اعمال کو پسند کرتا ہے اور کن اعمال کو ناپسند کرتا ہے (سب کچھ بیان فرما دیا ہے) میں خود کو اور تم (تمام) کو نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا اور اللہ وہ ذات ہے جس سے مدد و اعانت طلب کی جاتی ہے. گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ہے. جان لو تم نے جو اعمال محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کئے ہیں (تو اس پر کچھ احسان نہیں کیا بلکہ) وہ تمہارا رب ہے جس نے تمہیں کھلایا تم نے (نیک اعمال کے ذریعے) اپنی سعادت مندی کی حفاظت کی اور شادمان ہوئے. اپنے دین کے لیے جو تم نے بھلائی کے کام کئے انہیں اخروی زندگی کے لیے توشہ اور ذخیرہ بنا لو تم کو (وہاں) اپنے پیچھے کئے گئے نیک اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا اور جب تم کو ان کی ضرورت اور حاجت ہوگی تو تمہیں ان کا بدلہ دیا جائے گا. پھر تم اپنے ان بھائیوں اور دوستوں میں اللہ کے بندوں کے بارے غور و فکر کرو جو گزر گئے ہیں. وہ ان اعمال تک جا پہنچے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور جن کا انہوں نے اہتمام کیا تھا اور (یوں) وہ مرنے کے بعد سعادت یا شقاوت (کے محل میں) اترے. بیشک اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں. اللہ اور اس کی مخلوق کے کسی فرد کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں جس کی بدولت وہ کسی کو بھلائی عطا کرتا ہو اور مشکل وقت میں اس سے مشکل سوائے اس کے کوئی دور نہیں کرتا (بھلائی کو قبول کرنا اور شر سے بچنا) صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی حکم کی بجا آوری کے ذریعے ہی ممکن ہے. ایسی بھلائی میں کوئی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو

اور ایسے شر میں کوئی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہے. میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش کا سوال کرتا ہوں. اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو. اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر سلامتی رحمت اور برکات ہوں.

حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہم سے خطاب فرمایا اور (اپنے خطاب میں) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا. میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور اس کی حمد و ثنا کی جس کے وہ لائق ہے نصیحت کرتا ہوں. امید کو خوف کے ساتھ ملاؤ (کیونکہ خوف اور رجاء سے ہی ایمان مکمل ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور آپ کے گھرانے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا.

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَّرَهَباً. وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ (الانبیاء:90).

"بیشک وہ بہت سبک رو تھے نیکیاں کرنے میں اور پکارا کرتے تھے ہمیں بڑی امید اور خوف سے اور ہمارے سامنے بڑا عجز و نیاز کیا کرتے تھے". اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانوں کو اپنے حق کے بدلے گروی رکھ لیا ہے اور اس پر تم سے وعدے لے لیے ہیں. تم میں خالی اور قلیل کو باقی اور کثیر کے بدلے میں خرید لیا ہے. تمہارے پاس یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس کی روشنی کبھی نہیں بجھے گی اور جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے. اس کتاب کی روشنی سے نور و ضیاء حاصل کرو. اس (مالک و خالق ذات) کی نازل کردہ کتاب سے سبق حاصل کرو اور اس سے تاریک دن کے لیے روشنی حاصل کرو. بلاشبہ اس نے تمہاری تخلیق اپنی عبادت کے لیے فرمائی. تم پر عزت والے کاتب مقرر فرما دیئے. وہ وہی کرتے (لکھتے) ہیں جو تم کرتے ہو. پھر (یہ بھی) یاد رکھو. اے بندگان خدا! کہ تم موت (کی آغوش) میں صبح و شام کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں. اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ زندگی کی یہ گھڑیاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرو تو ایسا کرو. مگر تم سوائے اللہ تعالیٰ کے اذن (اور توفیق) کے ایسا نہیں کر سکتے. اپنی ان مستعار گھڑیوں میں (نیکی کرنے میں) جلدی کرو اس سے پہلے کہ یہ گھڑیاں بیت جائیں اور تمہیں برے ترین اعمال کی طرف واپس کر دیا جائے. کچھ لوگ اپنی ان گھڑیوں کو غیروں کی اطاعت میں گزار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں. تم ان جیسا ہونے سے بچو. جلدی کرو جلدی کرو. نجات طلب

کرو. نجات طلب کرو. کیونکہ تمہارا پیچھا کرنے والا (یعنی موت) والا ہے جو بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اس کا حکم بہت جلد نافذ ہونے والا ہے.

ابن ابی الدنیا اور احمد ''الذہد'' میں اور ابونعیم ''حلیہ'' میں حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں کہا کرتے تھے. وہ خوبصورت لوگ روشن رو کہاں ہیں جن کے شباب (وحسن صورت) پر لوگ حیران تھے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جو شہر بناتے اور انہیں مضبوط کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ (سپہ سالار) جن کو معرکہ ہائے قتال میں غلبہ حاصل ہوتا تھا؟ جب زمانے نے ان کے ساتھ بیوفائی کی تو ان کی عزتیں خاک میں مل گئیں اور وہ گور کے اندھیروں کی نذر ہو گئے. جلدی کرو، جلدی کرو نجات پانے کی سبیل کرو نجات پانے کی سبیل کرو.

امام احمد نے ''زہد'' میں سلیمان ؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا. آپ میرے ساتھ وعدہ فرمائیں (کہ جب مال غنیمت آئے گا تو اس میں سے آپ مجھے بھی عنایت فرمائیں گے) آپ علیہ الرضوان نے فرمایا. اے سلیمان اللہ تعالیٰ سے ڈرو! عنقریب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگا اور میں نہیں جانتا کہ اُس (مال غنیمت) میں سے تجھے کتنا حصہ ملے گا (شاید) اتنا کہ جسے تو اپنے پیٹ میں ڈال لے گا (یعنی اس جگہ کھالے گا، مراد ہے بہت تھوڑا) یا اتنا کہ تو اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جائے گا. جان لیجئے، جو شخص پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم میں صبح و شام کرتا ہے. ایسے کسی شخص کو ہرگز قتل نہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ذمے میں ہو (یعنی پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو) اگر ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمے کو توڑ دے گا اور اللہ منہ کے بل اوندھے تجھے جہنم کی آگ میں ڈالے گا.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا. سب سے پہلے نیک لوگوں کی روحوں کو قبض کیا جائے گا. پھر اُن کے بعد جو اُن سے کم صالح ہوں گے (یعنی درجہ بدرجہ) حتیٰ کہ ادنیٰ درجہ کے وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو کھجور اور جو کے بقیہ ناکارہ حصے کی مانند ہوں گے. اللہ تعالیٰ اُن کی کچھ پرواہ نہیں فرمائے گا.

سعید بن منصور نے اپنی ''سنن'' میں حضرت معاویہ بن قرۃ ؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں عرض کیا کرتے تھے. اے اللہ! میری بہترین عمر میری

آخری عمر کو بنا دیجئے اور میرے بہترین اعمال میرے آخری اعمال کو بنا دیجئے اور میرا بہترین دن میرے اُس دن کو بنا دیجئے جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں گا.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''الزہد'' میں حضرت حسنؓ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا. مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے. اے اللہ! میں تجھ سے اُس چیز کا سوال کرتا ہوں جو میرے انجام کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہو. اے اللہ! جو بھلائی تو مجھے آخر میں عطا کرے گا اُس کو اپنی رضا اور نعمتوں والے باغات میں بلند درجات کو بنا دے.

عرفجہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے. جو رو سکتا ہو وہ روئے ورنہ وہ رونے والوں کی صورت بنائے.

عزرہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. عورتوں کو دو سرخ چیزوں نے ہلاک کر دیا ہے. ایک سونا اور دوسری زعفران.

مسلم بن یسار نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا عورتوں کو دو سرخ چیزوں سونے اور زعفران نے برباد کر دیا ہے.

مسلم بن یسار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا. مسلمان کو ہر تکلیف پر اجر دیا جائے گا حتی کہ رنج میں، جوتی کا تسمہ ٹوٹ جانے اور کسی ایسی چیز کے گم ہو جانے پر جو اُس کی آستین میں ہو اور وہ اسے موجود نہ پا کر اُس کے لیے رنجیدہ خاطر ہو رہا ہو اور بعد ازیں اُسے اپنی آستین میں پالے (یعنی بے وجہ اور معمولی رنج وغم پر بھی اسے اجر وثواب ملتا ہے).

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑے بڑے پروں والا 'کوا' لایا گیا. آپ نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور فرمایا کہ جو شکار بھی شکار ہوتا ہے یا جو درخت کاٹا جاتا ہے تو اُس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اُس کی تسبیح (یعنی جو تسبیح اس کی مقرر ہے) میں سے کچھ ضائع ہو جاتا ہے.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''الادب'' میں اور عبداللہ بن احمد ''زوائد الزہد'' میں حضرت صنابحیؒ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک بھائی کی اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے دُعا جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کی گئی ہو قبول

کی جاتی ہے.

عبداللہ ''زوائد الزہد'' میں عبید بن عمیرؒ سے لبید (مشہور شاعر، زمانہ جاہلیت میں اُن کی شاعری حکیمانہ شاعری شمار ہوتی تھی اور رسول اللہ ﷺ اُن کی شاعری کو پسند فرماتے تھے) کے بارے میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا.

اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَاخَلَا اللّٰہ بَاطِلٌ ''سنو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے''.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. تو نے سچ کہا ہے. لبید نے کہا (یعنی اس شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھا) وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ ''اور ہر نعمت بالآخر فنا ہو جانے والی ہے''.

آپ نے فرمایا یہ جھوٹ ہے. اللہ کریم کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ کبھی فنا نہیں ہوں گی. جب لبید چلا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کبھی کبھی ایک شاعر دانائی کی بات بھی کر دیتا ہے.

فصل

آپ کے ارشادات جو آپ کے شدت خوف خداوندی پر دال ہیں.

ابو احمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے دیکھا تو خاکستری رنگ کے کچھ کبوتر ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہیں. آپ نے آہ سرد بھر کر کہا. اے پرندے تو بھی کس قدر خوش بخت ہے. درختوں کے پھل کھاتا ہے. اُن کے سائے میں رہتا ہے اور بغیر حساب کے آخرت کو چل دیتا ہے. کاش ابوبکر بھی تیری طرح ہوتا.

ابن عساکر، اصمعی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کی جاتی تو کہتے. اے اللہ! تو مجھ کو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور میں لوگوں کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ جانتا ہوں. اے اللہ مجھ کو اِس سے بہتر بنا دے جو وہ میرے بارے گمان رکھتے ہیں اور میرے اُن گناہوں کو بخش دے جو اُن کے علم میں نہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس کی وجہ سے میرا مؤاخذہ نہ فرمانا.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ''الزہد'' میں ابو عمران جونی سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. میں پسند کرتا ہوں کہ (کاش) میں بندۂ مومن کے پہلو کا ایک بال ہوتا.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ''الزہد'' میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں

نے فرمایا۔حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز میں قیام فرماتے تو اُن کے خشوع سے یوں لگتا تھا کہ ایک لکڑی (گڑھی ہوئی) ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح خشوع وخضوع کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔خدا کی قسم! میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ (کاش) میں یہ درخت ہوتا (کسی درخت کی طرف اشارہ فرمایا ہوگا) جس کا پھل کھایا جاتا ہے اور (پھر) اسے کاٹ دیا جاتا ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔میں نے پسند کیا کہ میں گھاس ہوتا جسے چوپائے کھالیتے۔

حضرت حمزہ بن حبیب سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے جان کنی کی کیفیت میں تھے۔یہ صاحبزادے تکیہ کی طرف بار بار دیکھتے۔جب اُن کا وصال ہو چکا تو لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ہم نے دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے بار بار تکیہ کی طرف دیکھتے تھے۔جب اُن صاحبزادہ مرحوم کا سر تکیہ سے ہٹایا گیا تو نیچے سے پانچ یا چھ دینار ملے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیرت سے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھا اور فرمایا۔ فلاں (بیٹے کا نام لیا) میں نہیں سمجھتا کہ تیری چمڑی میں اب اِن سکوں کی گنجائش ہے (یعنی مال فانی ہے لیکن انسان مرتے دم تک اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے)۔

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (دنیا کے بے ثباتی کے بارے) بطور تمثیل یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

لَا تَزَالُ تُنْعٰی حَبِیْبًا حَتّٰی تَکُوْنَہٗ
وَقَدْ یَرْجُو الْفَتٰی الرَّجَا یَمُوْتُ دُوْنَہٗ

"تجھے ہمیشہ کسی نہ کسی پیارے کی خبر مرگ دی جاتی ہے۔حتیٰ کہ تو خود اس دنیا سے رخت سفر باندھ لیتا ہے اور کبھی ایک جوان کسی چیز کی تمنا کرتا ہے لیکن خود اُس سے پہلے موت کی گھاٹ اتر جاتا ہے۔"

ابن سعد حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کرنا معلوم مسائل میں احتیاط برتنے والا کوئی نہیں تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد نا معلوم چیز میں عمر سے بڑھ کر احتیاط کرنے والا دوسرا کوئی شخص نہیں تھا. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا اور آپ اُس بارے قرآن کریم میں کچھ نہ پاتے اور نہ ہی اُس بارے کوئی حدیث ملتی تو فرماتے میں اِس بارے ایک رائے قائم کرتا ہوں (یعنی اجتہاد کرتا ہوں) اگر یہ صحیح ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہوا تو میری طرف سے ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگتا ہوں.

فصل

تعبیر رؤیا کے بارے آپ کے ارشادات عالیہ

حضرت سعید بن منصور، حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تین چاند اُن کے کاشانہ اقدس میں اترے ہیں. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خوابوں کی تعبیر کے سب سے بڑے عالم تھے. آپ نے (خواب کی تعبیر دیتے ہوئے) فرمایا. اگر تیرا خواب سچا ہے تو تیرے گھر میں روئے زمین کے تین بہترین انسان دفن ہوں گے. جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. اے عائشہ یہ تیرے (تین) چاندوں میں سے بہترین چاند ہے.

سعید بن منصور ہی نے حضرت عمر بن شرجیل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے (اپنا خواب بیان کرتے ہوئے) فرمایا. میں خواب میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ سیاہ بکریاں ہانک رہا ہوں. پھر کیا دیکھتا ہوں کہ سفید بکریاں ہانک رہا ہوں حتی کہ سیاہ رنگ کی بکریاں ان میں دکھائی ہی نہیں دیتیں. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تعبیر عرض کی. یا رسول اللہ ﷺ! کالی بکریاں عرب ہیں جو اسلام قبول کریں گے اور اُن کی تعداد بہت زیادہ ہوگی. رہیں سفید بکریاں تو وہ عجم کے لوگ ہیں جو اسلام قبول کریں گے حتی کہ اُن کی کثرت کی وجہ سے عرب اُن میں دکھائی ہی نہ دیں گے. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح کے وقت فرشتے (جبریل امین)

نے بھی اس کی یہی تعبیر بتائی ہے.

ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے سعید بن منصور کی یہ روایت بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ایک کنویں پر ہوں اور اس سے پانی نکال رہا ہوں چنانچہ میرے پاس کالے رنگ کی بکریاں آئیں پھر اس کے بعد سفید رنگ کی بکریاں آئیں. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (خواب سن کر) عرض کی. اس خواب کی تعبیر کی مجھے اجازت مرحمت فرمائیے. (آپ ﷺ نے اجازت دی) اور آپ نے اسی طرح (جس طرح اوپر مذکور ہوا ہے) تعبیر عرض کی.

ابن سعد نے حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے. فرماتے ہیں کہ اس امت کے بعد از نبی سب سے بڑے تعبیر دان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے.

ابن سعد نے حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا اور اِس کا تذکرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا. آپ ﷺ نے فرمایا. میں دیکھتا ہوں کہ میں اور آپ ایک سیڑھی (پر چڑھتے ہوئے) ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں اڑھائی سیڑھیاں آگے نکل جاتا ہوں.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت اور رحمت کی طرف اٹھالے گا اور میں آپ کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا.

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''مصنف'' میں ابوقلابہ سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا. میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں خوب پیشاب کر رہا ہوں. آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے. اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے اور دوبارہ ایسا نہ کیجئے.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدلائل'' میں عبداللہ بن بریدہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ایک سریہ میں روانہ کیا. اس سریہ میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے. جب جنگ کی جگہ پہنچ گئے تو حضرت عمرو بن العاص نے انہیں حکم دیا کہ وہ آگ روشن نہ کریں. اس بات سے حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس جانے کا پختہ ارادہ کر لیا لیکن حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں روک لیا اور انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں آپ پر نگران صرف اس لیے بنایا ہے کہ وہ جنگ کا زیادہ تجربہ رکھتے ہیں. اِس بات کو سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ٹھنڈے ہو گئے.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابی معشر کے طریق سے اُن کے بعض مشائخ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایک شخص کو لوگوں پر امیر مقرر کر دیتا ہوں حالانکہ اُن لوگوں میں اُس شخص سے بہتر لوگ موجود ہوتے ہیں تو یہ اس لیے کہ وہ شخص آنکھیں زیادہ کھلی رکھنے والا اور جنگ میں زیادہ بصیرت کا حامل ہوتا ہے.

خلیفہ بن خیاط، احمد بن حنبل اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم یزید بن اصم سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا. آپ بڑے ہیں یا میں؟ آپ نے عرض کی. آپ بڑے ہیں اور زیادہ عزت والے ہیں اور میں آپ سے چھوٹا ہوں. یہ حدیث مرسل ہے اور بہتر غریب ہے. اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ جواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال ذہانت اور کمال ادب شمار ہوگا. مشہور یہ ہے کہ یہ جواب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا. یہ حدیث سعید بن یربوع کی روایت سے بھی آئی ہے جسے طبرانی نے نقل کیا ہے. اس روایت کے الفاظ یہ ہیں. رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا. ہم میں سے بڑا کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا. آپ بڑے ہیں اور مجھ سے افضل ہیں اور میں آپ سے اس دنیا میں پہلے آیا ہوں. صحابہ کرام ادب کی وجہ سے آپ کو بڑا کہتے اگرچہ آپ کئی صحابہ کرام سے عمر میں چھوٹے تھے.

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا. اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ بدری صحابہ کو ذمہ داریاں کیوں نہیں سونپتے. فرمایا میں اُن کے مقام و مرتبہ سے واقف ہوں لیکن میں انہیں دنیا سے آلودہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں.

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "الزہد" میں اسماعیل بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مال تقسیم کیا اور تقسیم مال میں تمام لوگوں کے درمیان برابری برتی. چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. آپ بدری صحابہ اور اُن کے علاوہ دوسرے لوگوں کے درمیان برابری برتتے ہیں. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا تو زندگی کی بقا کا ذریعہ ہے اور بقا کا

بہترین ذریعہ وہ ہے جو زیادہ وسعت رکھتا ہو. اِن کی فضیلت تو اِن کے (اُخروی) اجر کے اعتبار سے ہے.

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ''الزہد'' میں حضرت ابوبکر بن حفصہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا. مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موسم گرما میں روزہ رکھتے تھے اور موسم سرما میں افطار فرماتے تھے یعنی سردیوں میں سوائے رمضان کے نفلی روزے نہیں رکھتے تھے.

ابن سعد نے ''حیان الصائغ'' سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کے نگینے پر یہ الفاظ نقش تھے. ''نعم القادر الله'' یعنی اللہ بہترین قادر ہے.

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. ہم ایسے چار آدمیوں کو نہیں جانتے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو پایا ہو اور اُس کے بیٹوں نے بھی نبی کریم ﷺ کو پایا ہو (یعنی چار نسلوں کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل ہوا ہو) سوائے ان چار کے. حضرت ابوقحافہ، ان کے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ان کے بیٹے ابوعتیق بن عبدالرحمٰن جن کا نام محمد تھا رضی اللہ عنہ.

ابن مندہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. مہاجرین میں سے کسی شخص کے والد نے اسلام قبول نہیں کیا سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی نے.

ابن سعد اور بزاز نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو ابن بیضاء رضی اللہ عنہم تھے.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ''الدلائل'' میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا فتح مکہ کا سال تھا کہ ابوقحافہ کی بیٹی (یعنی حضرت ابوبکر کی ہمشیرہ) گھر سے باہر نکلیں تو راہ میں انہیں ایک گھوڑ سوار دستہ ملا. اُن کے گلے میں چاندی کا ہار تھا. اُن کے گلے کا وہ ہار کسی شخص نے (چپکے سے) کاٹ لیا. جب رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کا واسطہ دیتا ہوں جس کسی

نے میری ہمشیرہ کا ہار چرایا ہے واپس کردے۔ خدا کی قسم! کسی شخص نے اُن کی بات کا جواب نہ دیا۔ انہوں نے دوبارہ یہی کہا لیکن کسی نے اُن کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا اے میری بہن اپنے ہار کا احتساب (قیامت کو) کرنا۔ خدا کی قسم! آج لوگوں میں امانتداری بہت تھوڑی ہے۔

میں نے حافظ ذہبی کی تحریر دیکھی ہے۔ اُس میں لکھا تھا کہ اپنے زمانے میں اپنے فن میں یگانہ لوگ یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نسب میں، عمر بن الخطاب امر خداوندی میں طاقت وقوت کے لحاظ سے، عثمان بن عفان حیاء میں، علی المرتضٰی قضاء وعدل میں، ابی بن کعب قرأت میں، زید بن ثابت علم میراث میں، ابوعبیدہ بن الجراح امانت میں، ابن عباس تفسیر میں، ابوذر سچائی میں، خالد بن ولید شجاعت میں، حسن بصری نصیحت کرنے میں، وہب بن منبہ قصص میں، ابن سیرین تعبیر رؤیا میں، نافع قرأت میں، ابوحنیفہ فقہ میں، ابن اسحاق مغازی میں، مقاتل تاویل آیات میں، کلبی قصص القرآن میں، خلیل علم عروض میں، فضیل بن عیاض عبادت میں، سیبویہ نحو میں، مالک علم میں، شافعی فقہ الحدیث میں، ابوعبیدہ غریب میں، علی بن المدینی علل میں، یحیٰی بن معین رجال حدیث میں، ابوتمام شعر میں، احمد بن حنبل سنت میں، بخاری نقد حدیث میں، جنید بغدادی تصوف میں، محمد بن نصر مروزی اختلاف میں، جبائی اعتزال میں (ایک فرقہ جوامت مسلمہ سے عقائد میں الگ ہوگیا۔ جبائی اس فرقہ کا امام تھا)، اشعری علم کلام میں، محمد بن زکریا رازی طب میں، ابومعشر علم نجوم میں، ابراہیم کرمانی تعبیر میں، ابن نباتہ خطبات میں، ابوالفرج اصفہانی تقریر میں، ابوالقاسم طبرانی عوالی میں، ابن حزم حدیث سے ظاہری معنی مراد لینے میں، ابوالحسن بکری جھوٹ میں، حریری مقامات میں، ابن مندہ سیاحت کی وسعت میں، متنبی شعر میں، موصلی گانے میں، صولی شطرنج میں، خطیب بغدادی تیز پڑھنے میں، علی بن ہلال لکھنے میں، عطار سلیمی ڈرنے میں، قاضی فاضل انشاء پردازی میں، اصمعی نوادر میں، اشعب لالچ میں، معبد گانے میں، ابن سینا فلسفہ میں۔

حواشی

۱۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر! ''آپ اللہ کریم کے جہنم سے آزاد کردہ انسان ہو''۔

۲۔ ابن کثیر کا نام عماد الدین اسماعیل بن کثیر قرشی ہے۔ بصرہ سے دمشق تشریف لائے اور باقی زندگی دمشق میں بسر کی۔ آپ فقیہ تھے اور شافعی المذہب تھے۔ آپ کی کتابوں میں البدایہ والنہایہ اہم ترین کتاب ہے۔

۳۔ الاسراء مصدر ہے۔ سری یسری سُریً أو إسراءً۔ اس کا معنی ہے رات کے وقت سیر کرنا۔

۴۔ ایک وادی کا نام ہے۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اسے طوی (طاء کی زیر) اور طوی (طا کی زبر سے) بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ وادی مکہ شریف کے نزدیک ہے۔

۵۔ حضرت صدیق اکبر کی کنیت ابوبکر ہے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ اس کی وجہ کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ آپ کے بچوں میں بھی کسی کا نام بکر نہیں۔ شاید اس وجہ سے آپ ابوبکر کنیت کرتے ہوں کہ آپ نے شروع دنوں میں اسلام قبول کر لیا (مترجم)۔

۶۔ دیات، دیت کی جمع ہے۔ ایسا مال جو مقتول کے ورثاء کو مقتول کے بدلے دیا جاتا ہے۔ اس کی اصل ودی ہے۔ تا واؤ محذوفہ کا بدل ہے۔

۷۔ الحجابہ: دربان کی ڈیوٹی، جو سلاطین، امراء اور اعمال کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور کسی کو بادشاہ کی مرضی کے بغیر اندر نہیں آنے دیتا۔ یہ لغوی معنی ہے لیکن یہاں مراد سفارت کا منصب ہے۔

۸۔ اسلام سے پہلے یہ بہت بنیادی نوعیت کا منصب تھا۔

۹۔ ندوہ کا معنی ہے مجلس، دار الندوہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ جمع ہوں اور مختلف امور میں باہم مشورہ کریں۔

۱۰۔ کتم ایک بوٹی ہے جس کے ساتھ بالوں میں خضاب کیا جاتا ہے اور لکھنے کے لیے اس سے روشنائی بھی تیار کی جاتی ہے۔

۱۱۔ نبی وصال تک۔

۱۲۔ احد ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے قریب جنگ ہوئی۔ اسی مناسبت سے اسے جنگ احد یا روز احد کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے صرف ایک میل کے فاصلے پر ہے (معجم البلدان، یاقوت)۔

۱۳۔ حنین طائف کے راستے میں ایک وادی ہے۔ اسی وادی میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ جسے جنگ حنین کہتے ہیں۔ اس جنگ کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔ یہ وادی مکہ شریف سے تین دن رات کی مسافت پر یا دس سے کچھ زیادہ میل کی مسافت پر واقع ہے۔ آیت کریمہ یہ ہے۔ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ (التوبہ:25)۔

۱۴۔ محی الدین نووی جن کی کنیت ابوزکریا ہے۔ احادیث کے جامع اور شارح ہیں اربعین نووی ان کی مشہور تصنیف ہے (631ھ تا 676ھ بمطابق 1233ء تا 1277ء)۔

۱۵۔ الاتقان امام سیوطی کی کتاب ہے جو علوم قرآن پر ایک مستند اور مبسوط کتاب ہے۔ اس سے قبل اور اس کے بعد دوسری کوئی کتاب اتنی جامعیت سے نہیں لکھی گئی۔ مترجم

۱۶۔ ''اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس امر میں''۔

۱۷۔ ''اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے''۔

۱۸۔ ''اور نیک بخت مؤمن''۔

۱۹۔ ''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی مکرم پر''۔

۲۰۔ ''اللہ وہ ہے جو رحمت نازل کرتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے بھی''۔

۲۱۔ اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے...... یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو اہل ایمان سے کیا گیا ہے۔

۲۲۔ اس کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے۔ ایک شخص کا تمام دروازوں سے بلایا جاتا تو کچھ ضروری نہیں لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا...... (مترجم)

۲۳۔ یعنی جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں نے غلطی کی تم بھی میرا حکم نہ مان کر خطا کی مرتکب ہو رہی ہو۔ یا یہ کہ تم ناقص العقل ہو (بنسبت اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے)۔

۲۴۔ ایک روایت کی رو سے آپ کی وفات اس زہریلے جانور کے کاٹنے کی وجہ سے ہوئی جس نے غار ثور میں آپ کو کاٹا تھا اور نبی پاک ﷺ کے لعاب دہن کی وجہ سے اس وقت تو اثر ختم ہو گیا لیکن ایک عرصہ بعد اس کا اثر دوبارہ ہوا اور آپ کا وصال ہوا۔ واللہ اعلم (مترجم)

۲۵۔ مرجیہ وہ فرقہ ہے جو احکام میں غور و فکر نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم نہ کسی کی سبراءت کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ معاملہ قیامت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔

۲۶۔ قدریہ: انسان مجبورِ محض ہے۔ اس لیے حساب وعقاب کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس فرقہ کو جبریہ بھی کہتے ہیں۔

۲۷۔ حدیث میں بز کا لفظ ہے جس کا ایک معنی روئی سے تیار شدہ کپڑا ہے اور اس کا ایک معنی ہتھیار بھی ہے۔ ترجمہ پہلے معنی کے مطابق ہے۔

۲۸۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے باپ کا انکار کرتا تھا۔ (مترجم)

۲۹۔ اور فرمایا کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں رہنے دیتا کہ تو اُسے چبا کر کھا جاتا۔ گویا دانت کاٹ کر اس شخص نے خود دانت توڑ دیا تھا اس لیے قصاص کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

۳۰۔ یہ حضرت یزید بن ابی سفیان صحابی ہیں۔ جو حضرت امیہ معاویہ کے بھائی تھے۔ یزید جس کے ایماء پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے وہ دوسرا شخص ہے۔ (مترجم)

۳۱۔ یاد رہے بشب فوجوں کے کماندار ہوتے تھے۔ ورنہ مذہبی رہنماؤں کے قتل سے ابوبکر صدیق منع فرمایا کرتے تھے۔ (مترجم)

۳۲۔ غالباً آپ نے اُسے اجازت دے دی تھی کہ وہ آزادانہ محنت مزدوری کرے اور اپنی کمائی میں سے ایک معین مقدار آپ کو پیش کرے۔ اسی کو شاید خراج کا نام دیا گیا ہے۔ (مترجم)
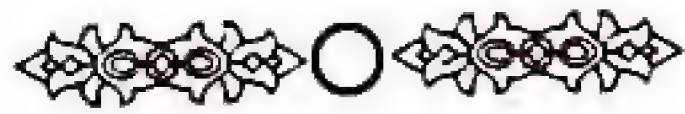
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عبقریت

از: عباس محمود العقاد

آپ کی شخصیت کو سمجھنے کا اہم ذریعہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زود رنج، دبلے پتلے، ایک کمزور و ناتواں جسم کی حامل شخصیت کے مالک تھے. اس طرح کی جسمانی ساخت رکھنے والے لوگوں میں دو میں سے ایک چیز کا پایا جانا ضروری ہے. ایسے لوگ اگر کریم طبیعت کے مالک ہوں تو وہ فطرتی طور پر بطالت پسند ہوتے ہیں اور ہیروز پر یقین رکھتے ہیں. اگر طبعاً لئیم ہوں تو اُن میں حسد اور فریب کی بیماری فطرتی طور پر موجود ہوتی ہے. درحقیقت حسد اور فریب کی دونوں خصلتیں بھی پسندیدگی ہی کی متضاد قسم ہیں جس کا نتیجہ طبیعت کا انعکاس اور عظمت کا شعور ہے لیکن پہلے اور دوسرے قسم کے لوگوں اور عظمت کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعلق اور واسطہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ عظمت کے شائق ہوتے ہیں.

حسد ایک لئیم شخص کی پسند ہوتی ہے جس سے وہ عظمت کا شعور حاصل کرتا ہے یا یہ وہ انقباض قلبی ہے جسے ایک کمینہ شخص عظمت تک پہنچنے کے لیے راستہ بناتا ہے اور یہ انقباضِ قلبی اس کے ذہنی الجھاؤ اور پریشانی کے مطابق ہوتا ہے.

اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دبلے پتلے، زود رنج طبیعت کے مالک لوگ طبعاً عظمت کا شعور رکھتے ہیں. اگر وہ کریم النفس ہوں تو عظمت کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں اور اُس کی تائید کرتے ہیں اور اگر یہ کمینے اور بداصل ہوں تو عظمت کو دیکھ کر اُن کے دل میں حسد کی آگ جل اٹھتی ہے اور وہ بے حد پریشان ہو جاتے ہیں اور باعظمت لوگوں سے اُن کو نفرت ہو جاتی ہے.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک کریم انسان تھے. وہ بھلائی اور محبت کے جذبے کو پسند کرتے تھے. بلاشبہ وہ بطالت پسند تھے اور یہ چیز اُن کی طبیعت اور خصلت میں ودیعت کر دی گئی تھی. اِس کے ساتھ ساتھ وہ محبت، یقین اور ایمان جیسی خوبیوں کے بھی دلدادہ تھے. اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ عظمت پسندی اُن کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ایک چابی کی حیثیت رکھتی ہے. اِس ایک چیز سے اُن کے جملہ اعمال کی توجیہہ اور تفسیر سامنے آ جاتی ہے اور یہی چیز اُنہیں اُن کے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے.

ہم نے اپنی کتاب ''عبقریت عمر'' میں کہا تھا کہ کسی شخصیت کی چابی ایسا چھوٹا آلہ ہے جس کے ذریعے ہم پر اُس کی شخصیت کے دروازے وا ہو جاتے ہیں اور یہ آلہ دیواروں سے پرے جو کچھ ہے ہم پر عیاں کر دیتا ہے. اِس کی مثال گھر کی اُس چابی جیسی ہے جو گھر کے اندر جھانکنے کا سبب بنتی ہے حالانکہ یہ ایک چھوٹی سے چیز ہوتی ہے. اِس کے بغیر گھر ایک قلعہ ہے. جب تک آپ کے پاس یہ چابی نہیں آپ اُس کے اندر نہیں جا سکتے اور اگر یہ چھوٹا سا آلہ جسے آپ اپنی جیب میں رکھ سکتے ہیں آپ کے پاس ہے تو آپ کے سامنے وہ گھر قلعہ نہیں اور اُس کے دروازے ناقابل عبور نہیں.

ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ گھر کی چابی گھر کی شکل وصورت اور اُس کی وسعت وفراخی کی تمثیل یا وصف نہیں ہوتی. اِسی طرح شخصیت کی چابی اُس کا وصف یا اُس کی خصوصیات اور امتیازات کی تمثیل نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف ایک آلہ ہوتا ہے جو آپ کو اندر لے جانے کا سبب بنتا ہے.

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی بھی ایک چابی ہے. جو بہت قریب سے حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ چابی ہے آپ کا بطالت پسند ہونا. یہی وہ صفت ہے جو ہم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام اعمال اور ارادوں میں نمایاں دیکھتے ہیں. یہی وہ راز ہے جو اُن کی تمام آراء اور تمام فیصلوں میں چھپی نظر آتی ہے.

تاریخ انسانی میں بطالت پسندی ایک عظیم وصف ہے. بطالت سے بلند و بالا کوئی مقام نہیں جس کی طرف انسان آنکھ اٹھا کر دیکھے اور اس پر کاربند رہے. کیونکہ یہ دو ایسی خوبیاں ہیں (بطالت پسندی اور استقامت) جو باہم لازم وملزوم ہیں اور ہر عظیم کام میں جو تاریخ انسانی میں مکمل ہوا اور ترقی کی ہر راہ میں جس کی طرف انسان نے ترقی کی ساتھ ساتھ پائی جاتی ہیں.

علمی تنقید و تحلیل کرنے والے جو بھی کہیں.
قیاس منطقی کے مؤید جو بھی چاہیں کہیں.

وہ چاہیں نہ چاہیں. انہیں یہ چیز پسند ہو یا پسند نہ ہو تاریخ انسانی میں علمی تنقید اور قیاس منطقی کے بغیر بہت ساری عظمتیں مکمل ہوئیں اور بطالت اور بطالت پسندی کے بغیر کبھی بھی کوئی واقعہ نہ کبھی مکمل ہوا اور نہ ہی کبھی مکمل ہو گا.

بطالت پسندی کے حق میں ایسی کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی ہے. جو منطقی قیاسات اور علمی تجربات کے دلائل و براہین کی مانند ہو لیکن پھر بھی اِس سلسلے میں ایک نہایت مضبوط دلیل موجود ہے اور وہ دلیل ہے انسان کے اندر سے اٹھنے والی ایک دلیل یعنی ایک شخص کے قلب و ذہن کے اندر سے ایک نفسیاتی جذبہ اٹھتا ہے جو اُسے کسی ہیرو پر یقین عطا کرتا ہے. وہ اُس کے ہر کام کی تائید کرنے لگتا ہے اور اُس کے ہر کارنامے کو تحسین کی نظروں سے دیکھتا ہے. اُس شخص کو ہم اُس شخص سے نہیں ملا سکتے جو بغیر کسی دلیل کے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے. ہرگز نہیں، اُس شخص کا عمل اور اُس کے عمل کا نتیجہ یہ دونوں ایک ایسی دلیل ہیں جو اِس بات سے مستغنی کر دیتے ہیں کہ وہ کسی لیبارٹری میں جائے اور اپنی پسندیدہ شخصیت کے اعمال کا کیمیائی تجزیہ کرے یا منطقی قضایا پر پرکھ کر نتیجہ اخذ کرے. ایک عالم کو اِسی طرح یہ چیز اُن دونوں ذرائع سے مستغنی کر دیتی ہے جبکہ اُس عمل کے بارے اور پھر اُس کے نتیجے کے بارے دیکھتے ہیں اور اِس سے قبل اور اِس کے بعد ہم انسان کی طبیعتوں کے بارے دیکھتے ہیں.

مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنوں میں بہت ساری حیرت انگیز باتیں سنیں اور اُن تمام کی صرف اِس لیے تصدیق کی کہ یہ باتیں ایک ایسی شخصیت کی زبان سے صادر ہوئی تھیں جو سچے تھے اور ابوبکرؓ کو اُن کی صداقت پر کلی یقین تھا.

فرض کرو وہ لیبارٹری میں جاتے اور لیبارٹری ٹیکنیشن سے اِن عجیب وغریب واقعات کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کرتے تو لامحالہ اُنہیں یہی جواب ملتا کہ اِس طرح کے حیرت افزا باتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا آلہ اُس کے پاس نہیں اور وہ اس کی تائید کسی صورت نہیں کر سکتا.

اور فرض کیجئے وہ منطقی قضایا کی طرف رجوع کرتا. صغرےٰ اور کبرےٰ کو ملا کر نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرتا تو بھی اُسے یہی جواب ملتا کہ اِس طرح کی چیزوں کو پرکھنے کا آلہ اُن کے

پاس نہیں. وہ ایسے دلائل نہیں رکھتے جو اِن واقعات کی تصدیق کرتے ہوں.

اور فرض کرو وہ اپنی جگہ بیٹھ کر اُن واقعات کے بارے میں یہ سوچنا شروع کر دیتے کہ اِن واقعات کی صداقت نہ لیبارٹری سے معلوم کی جا سکتی ہے اور نہ ہی منطقی قضایا سے لہٰذا اِن واقعات کی تصدیق کا کوئی جواز نہیں تو کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم حق بجانب کہتے اور کیا ہم اُنہیں عقلمند شمار کرتے. کیا اِن واقعات کی تصدیق نہ کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پورا عرب معاشرہ جس نتیجہ پر پہنچتا وہ نتیجہ صحیح ہوتا ہرگز نہیں.

جزیرۂ عرب کے باسیوں کو اِس موہوم تحقیق سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوتا. اِن حیرت افزا واقعات کی تصدیق کی طرف قدم نہ بڑھانے کی وجہ سے عالم انسانیت عقل و فہم، علم، تحقیق اور منطقی قضایا کے میدان میں بہت آگے نہ بڑھ جاتی. ابوبکر ابوبکرؓ سے بہتر نہ بنتے. دنیا دنیا سے افضل نہ قرار پاتی. مکہ مکرمہ مکہ مکرمہ سے ہرگز افضل شہر نہ ٹھہرتا. بلکہ یہ سب بہت کچھ کھو دیتے. بہت بڑے خسارے کا سودا کرتے اور بہت بڑا نقصان اٹھاتے.

اِس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی معاملے کے بارے شک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اُس معاملے کے بارے وہ کوئی عملی اقدام نہیں کرتا اور کوئی نہیں جانتا کہ اُس شخص نے شک کی بنیاد پر فلاں کام نہیں کیا تو اِس سے عقل انسانی کو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے.

کیا کوئی سمجھنے والا یہ سمجھ لے گا کہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خطا پر مبنی کام کرنا ثواب پر مبنی شک سے بہتر ہے.

ہرگز نہیں، ہم یہ نہیں کہنا چاہتے اور نہ ہی ہماری گفتگو کا یہ مطلب ہے.

ہمارا مقصد و مدعا یہ ہے کہ بلاوجہ کسی چیز کے بارے شک میں مبتلا ہو جانا ہی غلط ہے اور اِس کے غلط ہونے کی دلیل نفسیاتی ہے اور اِس دلیل کا بھی اِسی طرح ایک وزن ہے. جس طرح علمی تحقیق اور منطقی قضایا کا وزن ہوتا ہے. غلطی صرف یہ ہے کہ ہم بطالت کی قدر و قیمت کو ثابت کرنے کے لیے کسی لیبارٹری میں جائیں. اگر لیبارٹری سے تصدیق ہو جائے تو پھر آپ اُس کی قدر و قیمت کو تسلیم کریں کہ واقعی اِس سے متاثر ہونا ضروری ہے. یہ اِس بات کی مستحق ہے کہ اِس پر عمل کیا جائے. اِس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یہ تاریخ انسانی کو تبدیل کرے اور اِس میں یہ طاقت ہے کہ انقلاب برپا کر سکے. لیبارٹری اُس کی جگہ نہیں. اُس کی جگہ انسان کا دل اور دماغ ہے.

اگر انسان کا دل و دماغ نفوس کی تقویم میں انسان کو فائدہ نہ دے تو دنیا میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے. بالخصوص عظیم نفوس کی تقدیم میں ہے.

کیا ایک ہیرو صرف اُسی وقت مجھے پسند آئے گا اور میں اُس سے اثر قبول کروں گا کہ اُسے لیبارٹری میں لے جا کر آلہ تقطیر اور پائپ میں سے گزار کر دیکھا جائے کہ یہ قابل عزت ہے یا نہیں. کیا کسی چیز کی پسند و ناپسند کا معیار فلسفہ کی مشہور کتاب 'ایساغوجی' ہے کہ جو اُس کتاب کی نظر میں پسندیدہ ہے وہی اِس قابل ہے کہ اُسے پسند کیا جائے.

کیا جب مجھے کوئی اڑتا ہوا پرندہ پسند آ جاتا ہے اور میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اُس پرندے کی پسندیدگی کی وجہ کیا ہے تو میرے اندر سے کوئی بولتا ہے لیکن میں اُس آواز کو دبا دیتا ہوں اور اُس پر کان نہیں دھرتا کہ اُس کی تصدیق لیبارٹری سے ضروری ہے تو کیا آپ اِس کو عقل مندی کا نام دیں گے. کیا کوئی شخص لیبارٹری سے اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے اندر سے اٹھنے والی آواز کو دبا دینے کو عقل مندی شمار کرے گا اور اس کا سبب بالکل واضح اور سیدھا سادہ سا ہے.

یہ عظیم جذبہ جو انسان کے اندر موجود ہے اور مختلف اشیاء کے حسن و قبح کا فیصلہ کرتا ہے. تجربے کی میز اور کیمیائی بوتل سے پہلے کا ہے. یہ جذبہ اور اندرونی آواز انسان کو اس لیے فطرتاً ودیعت کیے گئے ہیں کہ انسان ہر عظیم چیز کو پسند کرنے سے محروم نہ رہے. انسان اسی فطرتی جذبے کے ذریعے خیر و شر کا فیصلہ کرتا رہا حتی کہ وہ وقت بھی آ گیا کہ سائنسدان اور کیمیا گر ظاہر ہوئے تا کہ انسان اپنی کمزوری پر مطلع ہو جائے اور روحانی عظمت کو کسی چیز کے پسند کرنے کا حق حاصل ہو جائے قبل اِس کے کہ سائنسدان اور محققین اُسے اِس کی اجازت دیں. اِس بارے علم اور منطق کو کوئی اختلاف نہیں. اختلاف تو اِس بات میں ہے کہ ہم قلبی محرکات اور فطرتی جذبات کا ایک ایسی چیز کے ساتھ تعلق جوڑیں جس کے ساتھ اُن کا تعلق ہے ہی نہیں اور وہ اِس پر موقوف ہی نہیں کہ ہم کھلی حقیقت کو غلط قرار دیں پھر ایک صالح حقیقت کو، حالانکہ ایک کھلی اور بدیہی حقیقت سے زیادہ قابل اعتماد شہادت کوئی ہمارے پاس موجود ہے ہی نہیں اور انجام کار ہماری پوری تشفی صرف ایک بدیہی حقیقت سے ہی ممکن ہوتی ہے. کیا معترضین یہ کہیں گے کہ بدیہی چیز بھی کبھی پسندیدگی میں غلط ہو جاتی ہے.

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بعض اوقات ایک واضح اور بدیہی چیز کے بارے میں بھی

غلطی ہو جاتی ہے. لیکن عقل بھی تو خطا کرتی ہے. تجربات میں بھی تو غلطی ہو جاتی ہے. اسی طرح علوم بھی غلطی کر جاتے ہیں اور یہ غلطی سالہا سال تک باقی رہتی ہے. لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ غلطی کے لیے اُن کو قبول کرنا ثواب کے لیے اُن کو قبول کرنے کی نفی کرتا ہے اور کوئی شخص اس لیے کلام نہیں کرتا کہ جب وہ ایک مرتبہ غلطی کرتا ہے تو یہ غلطی اسے آئندہ غلطیوں سے بچاتی ہے.

منطقی اور علمی قضایا میں غور وخوض کرنا ایک الگ چیز ہے اور نفسیاتی خوبیوں میں غور وفکر کرنا ایک الگ چیز ہے. ہوسکتا ہے عصر حاضر کے سائنسدانوں اور تجزیہ نگاروں کی نسبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تحقیق اور تدقیق کے ظاہری وسائل کم ہوں لیکن نفسیاتی شمائل کے سلسلے میں اُن کے وسائل کسی صورت منطقیوں، فلسفیوں اور سائنسدانوں کی نسبت کم نہیں تھے. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن محققین اور سائنسدانوں کی نسبت اپنے اردگرد بسنے والے انسانوں کی عظمت اور حسن باطن کو سمجھنے کی زیادہ صلاحیت اور قدرت رکھتے تھے اور انہوں نے یہی کہا کہ یہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم انسان ہیں. اُن کی عظمت میں کوئی شک نہیں. بھلائی اِس میں ہے کہ اُن کی اتباع کی جائے. اگر اُن کے اور اُن کے دشمنوں کی راہیں ایک دوسرے سے جدا ہوتیں ہیں تو اُن کی راہ اختیار کی جائے. اور انہوں نے جو بات کہی اُس میں وہ حق بجانب تھے. وہ منطقی، علمی، حسی ہر لحاظ سے حق بجانب تھے.

انہوں نے جو کہا اور کیا وہ اُس میں حق بجانب تھے یا اُن کی مخالف رائے رکھنے والے، تحلیل وتشریح کی اگر آپ تمام براہین ودلائل کو کام میں لائیں تو فیصلہ یہی کریں گے کہ ابو بکرؓ نے سچ کہا.

کونسی چیز نے اُن کی رہنمائی کی کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے. یہ تھی بطالت پسندی.

ایک ایسی بطالت پسندی جو اِس بات کا حق رکھتی تھی کہ حسن وخوبی سے متاثر ہو کیونکہ جس طرح بطالت کے کئی درجات ہیں، بطالت پسندی کے بھی کئی درجات ہیں جو ایک دوسرے سے متفاوت ہیں. یہ بطالت پسندی اعجاب بالبطولت کی ارفع واعلیٰ منزل تھی.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی سطوت وجبروت کی حامل شخصیت کے سامنے عقیدت و محبت کا اظہار نہیں کیا. کسی ایسے شخص سے متاثر نہیں ہوئے جن کے پاس مال ودولت کی کثرت تھی. نہ ہی جھوٹی شہرت اور کھوکھلے نعروں سے متاثر ہوئے.

اُن کی پسندیدہ شخصیت اور ہیرو میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی بطالت میں کوئی ظاہری وجہ نہیں تھی. آپ کوئی بادشاہ یا فرمانروا نہیں تھے. بلکہ لوگوں کی اذیتوں کا ہدف تھے. مال و دولت اور خزانوں کے مالک نہیں تھے بلکہ ان کے مخالفین دولت وثروت کے مالک تھے. حضور کے ساتھی اور آپ کی اتباع کرنے والے کوئی بڑے لوگ نہیں تھے. نہایت ہی غریب اور مفلوک الحال، غلام اور مفلس لوگ تھے. آپ کے پاس کوئی لاؤ لشکر نہیں تھا. مال و دولت کے خزانے نہیں تھے کہ جہاں تک پہنچنا چاہتا ان ذرائع سے وہاں تک پہنچ جاتے. آپ اکیلے تھے اکثر لوگوں نے آپ کو مسترد کر دیا تھا آپ فقیر تھے جن کی مالدار لوگ مالی معاونت کرتے تھے اور سب سے پیش پیش ان میں آپ کی تصدیق کرنے والے اور آپ کے دین کو قبول کرنے والے تھے.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی جس خوبی سے متاثر ہوئے. وہ ایسی خوبی ہے جس سے بڑھ کر کسی خوبی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا. یہ خوبی تھی آپ ﷺ کا حق و سچ پر قائم ہونا. بھلائی پر کاربند ہونا. استقامت اور سب سے بڑھ کر فدائیت. آپ کی طرف جس نے بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا. جس نے بھی آپ کے دین کو قبول کیا ہے، جانتے ہوئے قبول کیا کہ اِس راہ میں کس قدر مشکلات ہیں اور کتنے طاقتور ابوجہل لوگوں کا سامنا کرنا پڑے گا. یہ تھی رسول اللہ ﷺ کی وہ خصوصیت جس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متاثر ہوئے.

یہ تھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پسند اور یہ چیز بنی نوع انسان کے لیے بہت بہتر ہے. اس کا باقی رہنا بہتر ہے. اگر سب کچھ باقی رہے اور یہ چیز چھن جائے تو گویا کچھ باقی نہیں رہا اور اگر سب کچھ چھن جائے اور یہ بھلائی حاصل ہو جائے تو گویا سب کچھ حاصل ہو گیا ہے.

اس اخلاقی خوبی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت فائدہ دیا. کیونکہ اِس سے اُن کی شخصیت میں ایک سلیقہ اور نکھار پیدا ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترکیب اس کے ساتھ مربوط ہو گئی.

یہ خوبی اُن کے قلبی یقین، فکری رجحان، سیاست عامہ، سیاست خاصہ اُن کے چال چلن اور لوگوں کے ساتھ اُن کے تعلقات میں نمایاں ہو گئی.

مشرکین میں جب کچھ لوگوں نے آپ کو گھیر لیا. استہزاء اور مذاق کے انداز میں وہ آپ سے پوچھنے لگے ابوبکر! کچھ اپنے دوست کی بھی خبر ہے؟ وہ گمان کرتا ہے کہ اُسے اِس رات بیت المقدس لے جایا گیا ہے.

مشرکین کی یہ بات سن کر کئی لوگ اسلام سے پھر گئے تھے۔ انہیں اِس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ رات کے مختصر عرصے میں ایک شخص اتنا طویل سفر کرے۔

لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا معاملہ جداگانہ تھا۔ انہوں نے یہ بات سن کر صرف اتنا کہا یہ بات میرے آقا کی زبان سے نکلی ہے؟ اگر یہ اُن کا فرمان عالی شان ہے تو سچ ہے۔ مشرکین تو یہ سمجھ رہے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا بڑا اہم موقع ہے۔ اُن کے دل میں اسلام کے بارے شک پیدا کرنے میں اِس سے بہتر موقع نہیں ملے گا لیکن یہ جواب سن کر اُن کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ پھر کہنے لگے۔ کیا تو اِس بات کی تصدیق کرے گا کہ وہ رات کو بیت المقدس تک گئے اور پھر صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں! میں اِس سے کہیں دور کی بات کی تصدیق کرتا ہوں یعنی صبح و شام آسمانی وحی کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اِس کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کی زبانی اِس واقعہ کو سننے لگے۔ آپ اس واقعہ کو سنتے جاتے تھے اور ساتھ ہی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

یہ ہے وہ نفسیاتی دلیل جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے جو شخص اس دلیل کو تسلیم کر لیتا ہے۔ گمراہ نہیں ہوتا اور ضرور منزل آشنا ہوتا ہے۔ اگر چہ یہ ایسی دلیل نہیں جس کے عادی مناطقہ اور فلاسفہ ہوتے ہیں۔

ان دونوں طرح کی دلیلوں میں جو تفرقہ ہے اور انجام کار ان کی مدد سے جس حقیقت کبریٰ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان جو اتفاق ہے یہ اس کو بیان کرنے کا اہم موقع ہے۔

میں ان کی اس سے کہیں زیادہ حیرت افزاء باتوں کی تصدیق کرتا ہوں جن کا تعلق آسمان کی خبر (وحی) سے ہے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اُن کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ وہ تصدیق کے لائق ہیں۔

پسندیدگی اور ایمان کی زبان میں یہ تسلی اور یقین کی بنیاد ہے اگر چہ منطق اور علمی تجربہ کی بنیاد دوسری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ دونوں بنیادیں باہم متناقض ہیں جو کہیں آپس میں نہیں ملتیں۔ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ دو سمتیں ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اگر ہم فرض کرلیں کہ اِن دونوں کے درمیان تناقص اور تباین ہے تو بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سمت میں غلطی نہیں ہے بلکہ غلطی دراصل منطقی اور فلسفی کی طرف ہے.

اگر فلسفی اور منطقی یہ کہے کہ میں اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرتا اور اس وجہ سے میں اسلامی دعوت کو باطل قرار دیتا ہوں اور اس سے قبل محمدیت کا ابطال کرتا ہوں تو وہ اپنی دلیل میں غلطی پر ہے کیونکہ اس نے اپنے قیاس کی حدود سے تجاوز کیا ہے.

کیونکہ اس نے اس مسئلے کو ایک ایسے پہلو سے دیکھا ہے جس پہلو سے اسے دیکھا نہیں جاتا. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری طرح حق بجانب ہیں کیونکہ انہوں نے اس مسئلے کے پورے پہلوؤں پر غور کیا ہے اس کے اس پہلو پر نظر کی جو تائید و انکار کا پہلو ہے.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک واحد ماخذ حضور ﷺ کی عظیم شخصیت ہے. وہ آپ سے متعلق ہر خبر کی کلی طور پر تصدیق کرتے ہیں. اُن سے متعلق کسی خبر کا تجزیہ نہیں کرتے بلکہ اُن سے متعلق پوری خبر کی تصدیق کرتے ہیں اور ایک ایک بات کو سچ تسلیم کرتے ہیں.

ابوبکر رضی اللہ عنہ مسئلہ معراج کے بنیادی پہلو کو دیکھتے ہیں اور اِس بنیادی پہلو سے ہی پوری طرح مطمئن ہو جاتے ہیں اور اِس بنیاد پر اٹھنے والی جتنی عمارت ہے وہ اُن کے نزدیک یقینی ہے کیونکہ بنیاد کو صحیح تسلیم کر چکے ہیں. یہ مسئلہ بنیادی طور پر صلاح و فساد کا مسئلہ ہے. توحید اور بت پرستی کا مسئلہ ہے. جاہلی اخلاق اور ان اخلاق کا مسئلہ ہے. جس کی طرف دین اسلام دعوت دیتا ہے. یہ عظیم مقاصد، مساعی جمیلہ پر یقین یا مروج جاہلیت اور بری عادات پر یقین کا مسئلہ ہے.

ابوبکر رضی اللہ عنہ اِس بنیاد کو دیکھتے ہیں اور جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں وہ نتیجہ صحیح ہے. ابوبکرؓ اس مسئلے میں حق بجانب ہیں. اگر منطقی اور فلسفی اس پہلو پر نظر نہیں کر سکے تو یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے قیاس کی بنیاد کسی طاقتور قضیہ پر رکھی ہی نہیں حالانکہ علم و تحقیق کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اِس پہلو پر بھی توجہ دیتے اور اِس سے غافل نہ رہتے بلکہ اس پہلو پر توجہ دینا زیادہ ضروری تھا خواہ ہم اس کو احساس و ایمان کے حوالے سے لیں یا تجربہ اور غور و خوض کے حوالے سے لیں.

کیا خیال ہے اگر فلسفی، منطقی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واقعہ اسرا کے دس سال بعد حق تعالیٰ کی ابدی و سرمدی عدالت کے روبرو پیش ہوں اور حق تعالیٰ اُن سے پوچھے اور وہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق جواب دیں تو کس کا جواب حق تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے گا اور کس کا جواب حق

تعالیٰ کی رضا کا موجب ہوگا؟

مثلاً فلسفی یا منطقی حق تعالیٰ کے رُوبرو پیش ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے دس سال پہلے تم نے کس طرح کی بات سنی تھی؟

فلسفی یا منطقی جواب دیتا ہے. میں نے ایک شخص کی زبانی یہ بات سنی کہ وہ رات کے ایک حصے میں بیت المقدس تک گئے لیکن وہ مجھے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکا.

حق تعالیٰ اُس سے پوچھتا ہے پھر تو نے اِس کے بعد کیا کیا؟ وہ کہتا ہے میں نے اُس کی تکذیب کی اور مشرکین کی تصدیق کی. پھر میں نے اسلامی دعوت کو جھٹلا دیا اور آج تک جہالت کے طریقے پر ہوں.

منطقی یا فلسفی کی یہ بات سن کر حق تعالیٰ فرماتا ہے. تو نے غلطی کی. تو نے علم اور منطقی اصولوں کی مخالفت کی کیونکہ یہ مقدمہ تجھے اس نتیجہ تک نہیں لے گیا. واقعہ معراج کا تو نے جو مفہوم بھی سمجھا. وہ مفہوم اس عظیم شخصیت کو لغو قرار نہیں دیتا اور نہ ہی اس عظیم عمل کو باطل ٹھہرانے کا استحقاق رکھتا تھا.

مثلاً اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوتا ہے. حق تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے. دس سال پہلے تو نے کیا کیا؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں. میں نے ایک شخصیت کو یہ فرماتے سنا کہ وہ رات کے انتہائی مختصر وقت میں مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے ہیں اور انہوں نے جو کہا میں نے اسے تسلیم کر لیا اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا.

حق تعالیٰ اس سے پوچھتا ہے. تجھے اس واقعہ کے بارے کوئی شک نہ ہوا. آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں چونکہ میں نے آسمان کے معاملے (وحی) میں ان کی تصدیق کی اس لیے میرے لیے مناسب نہیں تھا کہ اس سے کم حیرت افزا ایک مسئلے میں ان کی مخالفت اور تکذیب کرتا. حق تعالیٰ ان سے پھر سوال کرتا ہے. تو نے وحی کے بارے ان کی تصدیق کی. تیرے پاس اس کی تصدیق کرنے کی کیا دلیل تھی؟

وہ عرض کرتے ہیں، میں اُن کے بارے اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہیں اور میں ان کے بارے بدگمانی کا شکار نہیں تھا. بلکہ جو لوگ ان کی مخالفت کر رہے تھے میں ان میں برائی دیکھ رہا تھا اور مجھے ان میں کوئی بھلائی نہیں نظر آتی تھی.

تب حق تعالیٰ اُن سے یہ فرماتا ہے تو ٹھیک نتیجے پر پہنچا تو نے سچائی تک اور ان کی تصدیق کرنے کے لیے جس راستے کو اپنایا وہ صحیح راستہ ہے. تیرا راستہ فلسفہ اور منطق کے راستے سے جدا ہے لیکن بالآخر تو اس نتیجہ پر پہنچا جس نتیجے تک فلسفہ اور منطق کو پہنچنا چاہئے تھا. یہ دس سال اِس بات کی گواہی پیش کرتے ہیں کہ تو نے سچ سنا اور تیرے مخالفین نے جو راستہ اختیار کیا وہ جہالت کا راستہ تھا. تو نے منطق اور علم میں نتیجہ کو حاصل کر لیا لیکن مقدمہ کی کوئی پرواہ نہیں کی. تیرے مخالفین نے مقدمہ کا خیال رکھا لیکن نتیجہ کی کچھ پرواہ نہ کی. تو اپنے راستے میں زیادہ ہدایت پر ہے اور تو منطق اور عمل کے زیادہ قریب ہے.

کیا کوئی سمجھنے والا اِس بات سے یہ مفہوم اخذ کرے گا کہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کامیابی ہی صلاح اور صحت کی دلیل ہے؟ ہرگز نہیں، ہمارا نظریہ یہ نہیں اور ہم نے گذشتہ سطور سے جو بات کی ہے نہ ہی اس کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے یہ بات مراد لی جائے. ہم اس غیر مشکوک حقیقت کا اثبات کرنا چاہتے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عظمت محمدی ﷺ کو منکرین کی نسبت زیادہ بہتر انداز میں سمجھتے تھے. کیونکہ انہوں نے حدیث اسرا میں شک نہیں کیا. قطع نظر اس کے کہ حدیث اسرا کا نہ سمجھنے والے کیا مفہوم لیتے ہیں. اگر کوئی یہ کہے کہ منطق اور علم اسی بات کے متقاضی ہیں. تو ایسا کہنے والا منطقی اہل علم پر ظلم کر رہا ہے کیونکہ وہ بغیر کسی دلیل کے یہ دعویٰ کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نفسیاتی دلیل کا بطلان بھی کر رہا ہے.

ہمیں یہاں منطقی اور فلسفی دلائل کے رد کی چنداں ضرورت نہیں. ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ نفسیاتی دلائل کو لغو نہ ٹھہرایا جائے کیونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ نفسیاتی دلائل انسانی عظمتوں کا کھوج لگانے میں کامیاب رہتے ہیں اور منطق و فلسفہ دونوں اِس بات سے قاصر رہتے ہیں اور پھر آنے والے ایام اِس بات کو ثابت کر دیتے ہیں کہ نفسیاتی دلائل جس نتیجے تک پہنچے تھے وہی صحیح ہے اور فلسفہ و منطق نے غلطی کی ہے.

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نفسیاتی براہین کا ہمارے پاس کیا ماخذ و مرجع ہے؟ کیا ہم ہر دعویٰ پر یقین کر لیا کریں؟ کیا ہم جو دیکھیں اسے قبول کر لیں. ہر نظریہ پر مہر تصدیق ثبت کر دیں کیا ہر اس چیز کو صحیح یقین کر لیں جس کی صحت کا کوئی نعرہ لگا دے؟

اس سوال کا اقرب الی المنطق جواب یہی ہے کہ عظمت انسانی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کا

اعتراف کیا جائے جس طرح کہ ظاہری حسن و جمال اِس بات کا مستحق ہے کہ اسے تسلیم کیا جائے.

جو لوگ ہم سے یہ سوال کریں کہ خوبصورت چہروں کے پسندیدہ ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے تو شاید ہم اُن سے یہی کہیں کہ اُن کے پسندیدہ ہونے اور جاذب نظر ہونے کے لیے کسی خارجی دلیل کی قطعاً ضرورت نہیں. اگر اُس کا کوئی مرجع ہے بھی تو اس کا کوئی فائدہ ہے ہی نہیں.

حُسنِ صورت کسی مرجع ماخذ کی محتاج نہیں. اگر ظاہری حُسن مرجع و ماخذ اور دلیل و برہان سے مستغنی ہے تو حُسنِ سیرت اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے دلیل و برہان سے مستغنی قرار دیا جائے اور بلا حجت تسلیم کیا جائے. اگر ہمارے پاس مراجع کم ہیں تو حسن باطنی کو اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا. وہ جب چاہے گی آیات و براہین لے آئے گی. جب عظمت ظاہر ہوتی ہے تو اُس کی تصدیق کرنے والوں اور اُس سے متاثر ہونے والوں کی کوئی کمی نہیں رہتی. قبول کرنے والے اُسے قبول کر لیتے ہیں اور انکار کرنے والے منہ پھیر کر دوسری طرف چل دیتے ہیں. اگر کسی شخص میں ایسا حسن موجود نہ ہو جو اسے دلائل سے مستغنی کر دے تو دلائل و براہین کا قیام اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا.

بہتر تو یہی ہے کہ ہم اِسی پر اکتفا کریں اور اِس سے زیادہ کچھ نہ کہیں. لیکن ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ جس حد تک ہم کر سکتے ہیں عقل وفہم کو مطمئن کر دیں. اس سلسلے میں ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک ارشادِ گرامی پیش کرتے ہیں جو انسانی عقل کو مطمئن کرنے کا ایک بہترین ذریعہ بن سکتا ہے. آپ کا ارشاد ہے. خَيْرُ الْخَصْلَتَيْنِ لَكَ اَبْغَضُهُمَا اِلَيْكَ ''بیشک دو میں سے بہترین خصلت تیرے لیے وہ ہے جو تیرے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ ہے''. جو دعوت ہماری نفسانی خواہشات کی تکمیل کرتی ہے وہ کوئی عظیم دعوت نہیں ہو سکتی. عظیم دعوت وہ ہوتی ہے جو ہمیں ان خواہشات سے نکال کر اخلاقی بلندیوں تک لے جائے اور ہمیں ان دلائل سے پاک کر دے جو ہماری شخصیت کے لیے نقص کا باعث ہیں. درحقیقت عظیم دعوت وہ ہے جو فرض کی ادائیگی کی صورت میں ہم سے خوش ہو اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کی صورت میں ناراضگی کا اظہار کرے. اس کی صحت اور حق ہونے کے لیے بس نفسیاتی دلیل ہی کافی ہے. اس سے بہتر دلیل تک ہماری رسائی ممکن ہی نہیں. ہر وہ چیز جو ہماری عظمت کی وجہ بن سکتی ہے. یہ دعوت ہمیں اس کام کا ذمہ دار ٹھہراتی ہے. خواہ وہ کام ہماری طبیعت پر جس قدر گراں کیوں نہ ہو. یہ دعوت ہمیں اپنے طور سے

بلند ایک اور طور پر لے جانا چاہتی ہے. اگر ہمارے اندر اس منتقلی کی استعداد موجود ہو تو ہمارے دل اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں. جس طرح جسم نمو کی طرف مائل ہوتا ہے اگرچہ اُس کی نمو کا یہ عمل اس کے لیے ہر مرحلہ پر تکلیف دہ ہوتا ہے. پیدائش کے وقت، دانت نکلتے وقت، ادھیڑ عمر کے وقت اور بلوغت کے وقت جو سمجھداری اور پختگی کی عمر ہوتی ہے. اُن کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر نمو کی ہم میں استعداد نہ ہو تو ہم اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور ہمیں نفرت ہی سے تسلی ہوتی ہے. اور یہ درحقیقت بیماری ہے جو نمو کو روکنا چاہتی ہے.

عظمت کا اندازہ لگانے میں سچی نفسیاتی دلیل کا مرجع یہ ہے کہ وہ طریق نمو میں فدائیت کا راستہ ہے اور جو دعوت ہمیں اسی طرح چھوڑ دیتی ہے جس طرح ہم ہیں بلکہ ہمیں اس پستی تک لے آتی ہے جس سے پہلے ہم بلند تھے تو اس دعوت اور عظمت کے درمیان حجاب ہے اور ایسی دعوت کی عظمت پر کوئی نفسیاتی دلیل قائم نہیں ہو سکتی.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت محمدی ﷺ کا اسی نفسیاتی دلیل کے ذریعے اس طرح جائزہ لیا جس طرح اس کے جائزہ لینے کا حق تھا اور اس کے اس حقیقی پہلو کو دیکھا جس کو پہلی نظر میں دیکھنا ضروری تھا. آپ نے سوچا کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ سچے قائد ہیں؟ کیا یہ اِس قابل ہیں کہ اُن کی پیروی کی جائے؟ کیا وہ بطالت کے اُس درجہ پر فائز ہیں کہ اُن سے اثر قبول کیا جائے؟ اگر وہ ایسے ہیں تو پھر اُن کو پسند کیا جانا چاہیے. اُن کی اتباع کی جانی چاہیے اور بالفرض وہ ایسے نہیں ہیں تو پھر کیا پسندیدگی اور کیا اتباع...... اِس کے علاوہ کسی اور پہلو کی طرف توجہ دینا فضول ہے اور اصل پہلو سے انحراف ہے.

آپ بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ رسول اللہ ﷺ واقعی ایک ایسی باعظمت و باکمال شخصیت ہیں جو پسند کیے جانے کے لائق ہیں. ایسے باکمال لیڈر کی پیروی کی جانی چاہیے اور اس سوچ کے ساتھ ہی ابوبکرؓ کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت میں بس گئی. انہوں نے اپنے آقا کی اتباع پر کمر باندھ لی. اگرچہ انہیں شروع دن سے یہ معلوم تھا کہ یہ کٹھن راستہ ہے اور اُن کی کریم طبیعت اِس بات کا پہلے ہی سے انہیں عادی بنا چکی تھی کہ بزرگی اور شرف کی راہ مشکل اور مشقت کی راہ ہے.

حق کا ساتھ دینا صبر آزما کام ہے. بزرگی اور مجد میں اُن کا طریقہ شروع سے یہی تھا کہ نقصان برداشت کیے جائیں. کمزور لوگوں کو سہارا دیا جائے اور دوسروں کے حقوق کو پورا کرنے کے لیے

نقصان اٹھانا پڑتا ہے.تو نقصان اٹھایا جائے.دعوت اسلامی سے متعلق اگر کوئی خرق عادت بات اُن کے کان میں پڑی یا دین کے راستے میں انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو اُن کے ایمان و یقین میں اضافہ ہوا.وہ اپنے طریقہ پر ڈٹے رہے.دعوت اسلامی کے اوائل دنوں میں اُن کی استقامت اور دین کے لیے اُن کی قربانی اور ایمان ویقین دوسرے لوگوں کے لیے ایک نمونہ قرار پا گیا اور آنے والی نسلوں کے لیے یہ چیز ان کی شخصیت کا عنوان بن گئی.جس کے ذریعے عشق اور بطالت دوستی اس بلند ترین چوٹی اور کمال انتہا تک پہنچی.جس سے زیادہ بلندی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا.ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک غیب کی تصدیق کی دلیل بھی وہی تھی جو شہادت کی تصدیق کی دلیل تھی.کیونکہ اُن کے نزدیک سچ اور جھوٹ کی کسوٹی کہنے والا شخص تھا نہ کہ وہ بات جو کہی گئی.

واقعہ معراج کو سن کر جب بعض مسلمان دین سے پھر گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے فرمایا.میں آسمانی معاملات (وحی) کے بارے میں اُن پر ایمان لا چکا ہوں تو جو بات اس سے کم درجہ کی ہے اس پر یقین کیوں نہ کروں.

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمانوں میں دو مختلف آراء سامنے آئیں.کچھ لوگ اِس صلح سے راضی تھے اور کچھ اِس کے حق میں نہیں تھے.حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح بعض لوگ کہتے تھے کہ جب ہم حق پر ہیں تو پھر دب کر صلح کرنے کی کیا ضرورت تھی اور کچھ لوگوں کا نظریہ یہ تھا جن میں سرفہرست ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں.پھر میں اس بات میں اُن کی اتباع کیوں نہ کروں جس سے وہ راضی ہیں.

اِسی طرح جب کچھ لوگوں نے اسامہ بن زید کی مہم کو روانہ کرنے کے بارے اختلاف کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مختلف اقدامات کر سکتے تھے.اگر آپ چاہتے تو اُس لشکر کو مدینہ طیبہ کے دفاع کے لیے روک سکتے تھے،چاہتے تو مرتدین کے خلاف جنگ پر مامور فرما دیتے یا پھر انہیں عراق اور فارس کی طرف بھیج کر ایرانی غارت گروں کا راستہ روکتے.لیکن اُن میں سے انہوں نے کوئی اقدام نہ کیا.اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو ترجیح دی اور حالات کے سنگینی کے باوجود اُس لشکر کو رومیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے روانہ کر دیا.بہت سے لوگ ایسے تھے جو کہہ رہے تھے اب حالات پہلے سے نہیں رہے.وقت کا تقاضا ہے کہ اِس مہم کو روک دیا جائے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈٹ گئے اور آپ نے حضور ﷺ کے فیصلے کو عملاً نافذ فرما کر کمال

اتباع رسول اللہ ﷺ کا ثبوت دیا.

جب مدینہ طیبہ میں عطیات تقسیم ہونے لگے تو اِس بارے اختلاف ہوا کہ مختلف لوگوں کو کتنے کتنے عطیات دیئے جائیں. بعض لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ السابقون اور بعد کے لوگوں میں فرق روا رکھا جائے. لیکن بعض لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ تمام لوگوں کو برابر عطیات دیئے جائیں. حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ کیا ہم اُن لوگوں کو بھی اتنا دیں. جنہوں نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں جنگ کی اور اُن کو بھی اُن کے برابر دیں جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑتے رہے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مساوات کے قائل تھے. آپ نے فرمایا ہم اُن کے ایمان پر اُن کو اجر دے رہے ہیں. لہٰذا ہم انہیں اُن کے اُس ایمان کے مطابق دیں گے؟ یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تصرف کا عنوان تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اقتداء کا عنوان تھے.

آپ کے اندر بطالت پسندی کی صفت کامل حد تک پائی جاتی تھی اور اِس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے دوستی کے اصولوں کی ہمیشہ پاسداری کی اور آداب بارگاہ کا ہمیشہ خیال رکھا حتی کہ آپ اِس حوالے سے ایک ماڈل اور نمونہ کی حیثیت اختیار کر گئے. آپ رضی اللہ عنہ طبعاً مراسم دوستی سے واقف تھے. جسے آج ہم پروٹوکول کا نام دیتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت کا یہ وصف لازم تھا.

دیکھئے آپ خلیفہ وقت ہیں لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر رہے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اُن کے پاس چھوڑ جائیں (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام بھی اس لشکر کے سپاہیوں میں تھا) دیکھئے کہ کیسے وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں اور انہیں الوداع کہہ رہے ہیں (حالانکہ اسامہ رضی اللہ عنہ بار بار اصرار کرتے ہیں کہ یا آپ سوار ہو جائیں یا مجھے نیچے آنے کی اجازت دیں لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رکاب تھامے اُس نوعمر سپہ سالار کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں).

دیکھئے وہ اپنی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ''اے ام المومنین'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں.

آپ رضی اللہ عنہ اپنے دور کے تمام انسانوں میں پسندیدہ، آداب دوستی سے آگاہ، مراسم معاملت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ تعظیم کیسے کی جاتی ہے، کیسے لوگوں سے معاملات طے کئے جاتے ہیں. مراتب و درجات کے حقوق کی کیسے حفاظت کی جاتی ہے اور یہ آداب انہیں وحی

نفس نے سکھائے تھے.

کہا جاتا ہے کہ مختلف قبائل کے وفود جب بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کے لیے آتے تو آپ انہیں آداب بارگاہِ رسالت ﷺ سکھاتے. کیسے سلام عرض کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے ساتھ کیسے گفتگو کرنی ہے.

ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی حلقہ بنائے آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے. سلام عرض کیا اور بیٹھنے کے لیے جگہ دیکھنے لگے. نبی کریم ﷺ نے اردگرد نظر فرمائی کہ دیکھیں کون جگہ دیتا ہے. ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو حضور کے دائیں بیٹھے تھے فوراً سمٹنے لگے اور کہنے لگے اے ابوالحسن! یہاں تشریف لائیے. حضور ﷺ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی و مسرت کے آثار چہرے اقدس پر نمایاں ہو گئے. آپ نے فرمایا ''اے ابوبکر! اہل فضیلت کی فضیلت کو صرف فضیلت والے جانتے ہیں.''

راز داری تو آپ پر بس تھی. گویا آپ کو راز داری کی خصلت پر پیدا کیا گیا تھا. آپ میں اُن امین لوگوں میں پائی جانے والی صفات میں سے ایک صفت بھی مفقود نہیں تھی جو عظیم لوگوں سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کے بارے حمیت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں. ایسے لوگوں میں ادب، قلت کلام اور راز داری کی صفات بدرجہ اُتم موجود ہوتی ہیں. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سرور عالم ﷺ کے رازوں کو چھپانے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے اور کبھی اِس خصلت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا. آپ ملامت سہہ لیتے لیکن رازِ نبوی کی پوری حفاظت کرتے تھے.

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے شوہر کا جب انتقال ہوا تو عمر فاروق ؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور حضرت حفصہؓ کے نکاح کی پیشکش کی. پھر آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئے پھر کچھ عرصہ بعد خود نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیج دیا.

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں نے عثمانؓ سے حفصہ کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے کہا میں اِس بارے سوچوں گا. پھر کچھ روز بعد وہ مجھ سے ملے اور فرمایا. میں اُن دنوں شادی نہیں کر سکتا لیکن ابوبکرؓ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا. میں عثمانؓ کی نسبت ابوبکرؓ پر زیادہ خفا تھا. چند روز گزرے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہؓ کو نکاح کا پیغام بھیج دیا. ابوبکرؓ مجھ

سے ملے اور فرمایا یقیناً آپ مجھ سے ناراض ہوں گے کہ آپ نے مجھ پر حفصہؓ کو پیش کیا لیکن میں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا؟ میں نے کہا ہاں. فرمایا! آپ کی پیشکش کو قبول کرنے سے مجھے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اِس کے کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کا ذکر فرمایا تھا اور میں اِس بات کو جانتا تھا. میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاں کرنا نہیں چاہتا تھا. اگر حضور ﷺ یہ نکاح نہ فرماتے تو میں ضرور قبول کر لیتا.

آپ نے اس راز کو چھپا کر اُس بہترین طریقہ کو اپنایا جس پر رازوں کے امین لوگ کاربند رہتے ہیں. آپ نے اِس بات کو اچھا نہ سمجھا کہ آپ اِس راز کو افشاں کر دیں اور کل کسی وجہ سے حضور ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہ فرمائیں اور لوگوں کو طعن و تشنیع کا موقع مل جائے. انہوں نے خود ملامت کا ہدف بننا گوارا کر لیا لیکن اپنے دوست کو ہدف ملامت نہ بننے دیا. راز داری اور سلیقہ گفتگو کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بات سمجھنے اور اُس کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت بھی عطا فرما رکھی تھی اور یہ وہ عظیم خصلت ہے جو اِن لوگوں کو طبعاً عطا ہوتی ہے. جو عظیم لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں. آپ نے ایک کپڑا فروش سے پوچھا کیا یہ کپڑا بیچو گے؟ اُس نے کہا نہیں. اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے! آپ نے کپڑا فروش سے فرمایا. آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں گناہ سے محفوظ رکھے.

آپ ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جس پر وقار اور عزت کی خصوصیات چھائی ہوئی تھیں اور پسندیدگی اور تعظیم کا سلیقہ شخصیت میں ملا ہوا تھا. حتی کہ یہ چیز اُن کے پورے جسم میں سرایت کئے ہوئے تھی اور یہ رنگ پوری زندگی میں جھلکتا نظر آتا تھا. اُن کے نہاں خانہ دل میں عزت و وقار کی خصلت تھی اور اعمال و معاملات میں ہر لحہ اور ہر آن نمایاں نظر آتی تھی. یہی وہ خصوصیت ہے جو آپ کی شخصیت کو سمجھنے کا اہم ذریعہ ہے. اسی سے ہم ابوبکر صدیقؓ کے اندر جھانک سکتے ہیں اور اُن کی زندگی کے نامعلوم گوشوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں. یہی وہ خوبی ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ سے بے حد متاثر تھے. آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے لیکن بطالت پسندی اُن کی صفات میں سے ایک صفت تھی. ایسی اولین صفت نہیں تھی جو باقی تمام صفات پر غالب ہو اور جس میں اِس صفت کا پرتو نمایاں نظر آتا ہو. آپ بھی

بلاشبہ حضور انور ﷺ کی کمال تعظیم و توقیر بجا لاتے تھے لیکن کئی بار آپ نے سرکار سے سوال کیا. مختلف امور کی مصلحت کی تفسیر پوچھی لیکن ابو بکر صدیقؓ خود سپردگی کی اُس اعلیٰ منزل پر فائز تھے جہاں کسی تفسیر کسی استفسار کی ضرورت نہیں رہتی. جو بات بھی سرکار ﷺ کی زبان اطہر سے نکلی ہے بس وہ اُن کے لیے حرف آخر ہوتی ہے اُس کے بارے کسی تفسیر و توضیح کی انہیں ضرورت محسوس نہیں ہوتی.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ تھے. جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پہلے خلیفہ تھے. بغیر کسی سابق اور بغیر کسی مثال کے.

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کا طرز حکومت

گزشتہ فصل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دولت اسلامیہ کے متعلق بات کرتے ہوئے ہم نے کہا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ رسول اللہ ﷺ کے جزیرۂ عرب کے لیے اختیار کردہ نظام حکومت کو چھوڑ کر کسی اور نظام حکومت کو اختیار کیا جائے. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو مفتوحہ علاقوں میں ابھی حالات پوری طرح سازگار نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ملک کے تمام علاقوں میں کوئی مکمل نظام حکومت رائج کیا گیا تھا. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے. جنہوں نے عہد نبوی ﷺ کے بعد اسلامی حکومت کی زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی. فطری طور پر ہمارے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ ہم آپ کی حکومت اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء کی حکومت کو کس طرز حکومت سے موسوم کر سکتے ہیں. اُن کی حکومت اور عصر حاضر کی جدید دستوری اصولوں پر قائم ہونے والی حکومتوں میں کونسی مشابہت پائی جاتی ہے. اُن میں سے کونسا طرز حکومت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت کے زیادہ قریب ہے. عصر حاضر میں مروج مختلف نظام ہائے حکومت میں سے کس نظام حکومت کے عنوان سے ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نظام حکومت کو موسوم کر سکتے ہیں. کیا ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حکومت کو جمہوریت کہہ سکتے ہیں. بلاشبہ یہ طرز حکومت عہد ابو بکرؓ کے طرز حکومت سے قریب تر ہے.

لیکن جمہوریت کی مختلف شکلیں ہیں. ایک ہی دور میں مختلف اقوام کے ہاتھ اُس کی مختلف

صورتیں دیکھنے میں آ رہی ہیں. جمہوریت کے اپنے دستوری اصول اور تاریخی مقدمات ہیں مشکل ہے کہ ہم اُن کے اور خلافت کے قواعد و مقدمات کے درمیان وحدت تلاش کریں. زیادہ بہتر یہی ہے کہ ہم صدیق اکبرؓ کی حکومت کو موجودہ جمہوری حکومتوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ موجودہ جمہوریت میں بے شمار نقائص ہیں جن سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طرز حکومت پاک ہے.

یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ اس دور کی اسلامی حکومت کو جمہوریت کا نام دیا جاتا ہو. اس معنی و مفہوم کے مطابق جو آج ہم اس لفظ سے مراد لیتے ہیں لیکن یہ بات بہر حال ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اسلامی حکومت جس کو قرآن کریم نے متعارف کرایا ہے اور جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے ہر قسم کے عیوب سے پاک تھی. اُس میں دور حاضر کے تمام طرز ہائے حکومت جیسی خرابیاں اور نقائص موجود نہیں تھے. اور جب یہ حکومت دور حاضر کی جمہوریت سے بھی مختلف اور اس میں پائے جانے والے عیوب و نقائص سے پاک تھی تو دوسرے ظالمانہ طرز ہائے حکومت سے اُس کا کیا جوڑ بن سکتا ہے. یقیناً آمریت، تھیوکریسی، ہمنیت وغیرہ طرز ہائے حکومتوں سے اسلامی حکومت کا دور کا واسطہ بھی نہیں جو انسانی حریت فکر اور فطرت سلیمہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتیں.

آمریت ایک ایسا طرز حکمرانی ہے جس میں فرد واحد ہی سیاہ و سفید کا مالک ہوتا ہے. یقیناً اسلام میں ایسے نظام حکومت کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ حکومت کے کاموں میں اپنے پیروکاروں سے مشورہ کریں اور اس بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ نبی کریم ﷺ جو مہبط وحی تھے اُن کے لیے لازم قرار دے دیا گیا کہ اپنے پیروکاروں سے مشورہ کریں اور سیاست میں اُن کی رائے لیں تو پھر دوسرا ایسا کون ہے جو سیاسی امور میں من مانی کا مجاز ہو سکتا ہے. باقی لوگ تو اِس بات کے زیادہ پابند ہیں کہ وہ مشورہ کی پابندی کو قبول کریں اور آمریت اور مطلق العنان حکومت سے اجتناب کریں. تھیوکریسی ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں حاکم، الٰہی صفات کے دعویدار ہوتے ہیں. بلا شبہ ایسا طرز حکومت اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ قرآن کریم اہل ایمان کو اِس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ سرور عالم ﷺ بشری صفات سے متصف اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں. اللہ کریم نے کہانت اور انسان اور رب کے درمیان کسی تیسرے کی موجودگی کے نظریے کو رد کر دیا ہے. نبی پاک ﷺ نے اپنے گورنروں اور سپہ

سالاروں کو اِس بات سے روک دیا تھا کہ وہ معاہدہ کرتے وقت اللہ اور اُس کے رسول کے نام سے معاہدہ تحریر کریں. آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ معاہدہ لکھتے وقت اپنا نام لکھا کریں (کہ یہ معاہدہ فلاں قوم اور فلاں مسلم شخص کے درمیان طے پایا ہے). آپ نے اپنے ایک والی کو ارشاد فرمایا. اُن کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ذمہ دار نہ ٹھہرانا بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو اُن کا ذمہ دار ٹھہرانا تاکہ اگر وہ تم سے کئے گئے اور تمہارے ساتھیوں سے کئے گئے عہدوں کو توڑ دیں تو تمہارے لیے زیادہ آسان ہوگا کہ تم اپنے عہدوں کو توڑو. بنسبت اللہ اور اس کے رسول کے عہد کے.

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب ''اے خلیفۃ اللہ!'' کہہ کر مخاطب کیا گیا تو آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور کہا. میں اللہ تعالیٰ کے رسول کا نائب ہوں اور لوگوں سے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں کوئی غلطی کروں تو مجھے سیدھا کرو اور میری رہنمائی فرماؤ. برہمنیت کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں. یہ ایسا طرز حکومت ہے جس میں ایک مخصوص طبقہ نسلا بعد نسل حکومت کرتا ہے. اسلام میں اِس کی بھی ممانعت ہے کیونکہ اسلام میں ہر اُس شخص کی بیعت کی جا سکتی ہے جو حکمرانی کی اہلیت رکھتا ہے. اسلامی نقطہ نگاہ سے نسبی سیادت کی کوئی حیثیت نہیں. جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے. ''سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر ایک ایسا حبشی غلام ہی حکمران کیوں نہ بنا دیا گیا ہو جس کے بال کشمش کے دانوں کی طرح ہو.''

خواہشات کی حکومت بھی اسلام میں ممنوع ہے. یہ خواہشات خواہ حکمرانوں کی ہوں یا عوام الناس کی. رعایا کی خواہشات حق اور عدل کے اصولوں اور شریعت کے دستور اور نظام سے مستغنی نہیں کر سکتیں. اس بارے ارشاد ربانی ہے ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجاً...... ﴾ .

جب یہ تمام ناقص نظام ہائے حکومت ممنوع ہیں تو ان سے پاک جو حکومت بھی ہوگی خواہ آپ اس کو کوئی بھی نام اور عنوان دیں وہ اسلامی حکومت ہے.

کیونکہ بنیادی طور پر حکومت کی دو قسمیں ہیں جیسا کہ ارسطو نے اپنی کتاب ''اصول سیاست'' میں اِن دونوں کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے بیان کیا ہے. ایسی حکومت جس میں رعایا کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور ایسی حکومت جس میں حکام کی ذاتی مصلحتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے. ان کے علاوہ باقی جتنی حکومتیں ہیں وہ فرع اور شاخ کی حیثیت رکھتی ہیں.

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حکومت عصر حاضر کی جمہوری حکومت نہیں تھی کیونکہ موجودہ جمہوریت میں اُن اعلیٰ وارفع مقاصد کو کبھی پیش نظر نہیں رکھا جاتا جس کے لیے خلافت کوشاں ہوتی ہے. جمہوریت میں ان اصولوں کو بالکل ذہن میں نہیں رکھا جاتا جن اصولوں کو خلافت یا اسلامی حکومت ذہن میں رکھتی ہے کیونکہ جمہوریت عوام کی خواہشات کی پابند ہوتی ہے جبکہ اسلامی حکومت الٰہی احکام کو ملک میں نافذ کرنے کی پابند ہوتی ہے یعنی ایسے احکام کو جو قرآن کریم کی نص، حدیث شریف یا اجماع اُمت سے ثابت ہوتے ہیں.

رہی یہ بات کہ حکومت کا خلیفہ کی شخصیت اور اُس کے اخلاق و کردار سے کیا علاقہ ہوتا ہے تو اِس سلسلہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک دلیل کی حیثیت رکھتی ہے. ''عفت و پاکدامنی، حلم و بردباری، وقار و متانت، صدق و سچائی اور فہم و فراست یہ تمام صفات عالیہ خلیفہ اوّل میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور اُن کے ہر فیصلے اور فرمانروائی کے ہر عمل میں اُن صفات کی جھلک نظر آتی تھی.''

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد ایک دن آپ صبح سویرے کندھے پر چادریں اٹھائے بازار کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی. عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا. ابوبکر رضی اللہ عنہ! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں. فرمایا بازار، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا. آپ مسلمانوں کے فرمانروا منتخب ہو چکے ہیں. بازار جا کر کیا کریں گے؟ فرمایا اگر کوئی کام نہیں کروں گا تو اہل و عیال کی کفالت کیسے کروں گا؟ عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں ساتھ لیے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گزراوقات کے لیے وظیفہ مقرر کرنے کو کہا. ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیت المال کی نگرانی پر مامور تھے. انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے سات ہزار درہم مقرر کیے اور یوں آپ ہمہ تن خلافت کے امور میں مشغول رہنے لگے.

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے باہر سخ نامی بستی میں قیام فرماتے تھے. جہاں آپ کمزور لوگوں سے تعاون کرتے اور اُن کے ساتھ بھلائی کی غرض سے اُن کی بکریوں کا دودھ نکال دیتے. خلیفہ منتخب ہوئے تو ایک بچی نے کہا. آپ تو خلیفہ بن گئے ہیں. اب ہماری بکریوں کا دودھ کون نکالے گا؟ بچی کی یہ بات سن کر آپ نے فرمایا مجھے اپنی بقا کی قسم! تمہاری بکریوں کا دودھ میں خود نکالوں گا. آپ خلیفہ بننے کے بعد بھی اُن کمزور لوگوں سے تعاون کرتے رہے اور اُن بے سہارا بچیوں کی

بکریوں کا دودھ نکال کر اُن کو دیتے رہے اور شاید آپ نے بکریوں کی مالکن اس بچی سے یہ بھی پوچھا کہ بیٹی! کیا جھاگ الگ کر دوں یا دودھ کو جھاگ کے ساتھ رہنے دوں؟ شاید اس نے کہا کہ جھاگ اتار دو یا اس نے کہا جھاگ کے ساتھ رہنے دو. بہر حال اُس نے جو کہا آپ نے وہ خدمت بھی کر دی.

پھر جب حکومتی امور زیادہ ہو گئے تو آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے. آپ نے مناسب سمجھا کہ حتی المقدور تجارت کر کے اپنی مدد کی جائے. جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حکم دیا کہ بیت المال سے لی گئی تنخواہ کا حساب لگایا جائے اور یہ ساری رقم میرے مال اور زمین سے بیت المال کو واپس لوٹائی جائے اور آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا.

''جب میں فوت ہو جاؤں تو مسلمانوں کی پلیٹ، غلام، اونٹنی (دودھ والی) چکی، کمبل جو میرے اوپر ہے اور بچھونا جو میرے نیچے ہے سب مسلمانوں (یعنی بیت المال) کو واپس کر دینا. جو بچھونا خلیفہ وقت کے نیچے بچھا ہوا تھا اس میں کھجور کے پتے تھے.

صدیق اکبر کے زُہد اور درویشی کے بارے یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی زوجہ محترمہ کے دل میں حلوے کی خواہش پیدا ہوئی. اپنے خرچ سے کئی دن تک تھوڑے تھوڑے پیسے بچائے تا کہ اُن کے ساتھ حلوے کا سامان خریدا جائے. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے وہ چند درہم بھی بیت المال میں جمع کرا دیئے اور آئندہ کے لیے اتنی رقم جو حلوہ خریدنے کے لیے بچائی گئی تھی. روزانہ تنخواہ میں سے کم کر دی.

نبی کریم ﷺ کے خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان تو یہ تھی کہ آپ اپنے لیے صرف اسی قدر مباح سمجھتے تھے جس قدر رسول اللہ ﷺ مباح سمجھا کرتے تھے. حالانکہ آپ اپنے ذاتی مال میں سے بڑے ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن نہیں آپ نے زہد کی زندگی بسر کی اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی طرزِ زندگی سے سر مو انحراف نہ کیا. جب وہ اپنی ذاتی دولت میں زہد و قناعت کو پسند فرماتے تھے تو مسلمانوں کے بیت المال میں زہد پسندی کیوں کر ترک کر سکتے تھے.

آپ کی حکومت نرمی، حلم و بردباری اور عقل مندی کی حکومت تھی لیکن جہاں حزم و احتیاط اور بیدار مغزی کی ضرورت پڑتی تو آپ اُس سے غفلت نہ برتتے.

آپ عمال حکومت پر کڑی نظر رکھتے تھے. اُن کے بارے پوری طرح باخبر رہتے تھے اور

رعایا سے پوچھتے رہتے تھے کہ کیا کسی شخص پر کوئی ظلم تو نہیں ہو رہا؟ اگر کسی کے ساتھ زیادتی ہوتی تو فوراً مظلوم کی دادرسی کرتے اور اپنے طریقہ کے مطابق انصاف مہیا کرتے کہ مظلوم اُس وقت تک طاقتور ہے جب تک وہ حق نہیں لے لیتا.

آپ اپنے سپہ سالاروں کو نصیحت کیا کرتے: ''اپنے لشکر میں موجود سپاہیوں کے بارے غفلت نہ برتنا ورنہ وہ فساد کریں گے. اُن کے بارے جاسوسی نہ کرنا ورنہ شرمندگی اٹھانا پڑے گی. لوگوں کی پردہ دری نہ کرنا صرف ان کے ظاہر اعمال پر اکتفا کرنا'' یا آپ فرمایا کرتے تھے: ''اُن کے ظاہر کو قبول کرنا اور اُن کو اُن کے باطنی رازوں کے حوالے کر دینا''. آپ اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ حکم دیا کرتے تھے: ''اُن کے بارے اطلاعات حاصل کرنے سے غافل نہ رہنا تاکہ جو خرابی پیدا ہو اس کی اصلاح کرسکو''.

آپ کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے دور میں جس اصول کو عدالتی امور میں بنیاد بنایا. آج کی جدید عدالتیں بھی اُسی اصول پر کاربند ہیں. اس اصول سے ہماری مراد یہ ہے کہ آپ نے قاضی پر اِس بات کو حرام کر دیا کہ وہ حدود کے قیام میں اپنے علم پر فیصلہ صادر کر دے. اس بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اگر میں کسی شخص کو حدود اللہ میں سے کسی حد پر دیکھ لوں تو میں اُس کو اُس وقت تک سزا نہیں دوں گا جب تک میرے ساتھ میرے علاوہ کوئی گواہ نہیں ہوگا''.

آپ رضی اللہ عنہ نے جو بھی نصیحت فرمائی اس میں آپ کی دو غالب صفات کا عکس ضرور نمایاں نظر آتا ہے. ان صفات میں سے ایک صفت عقلمندی اور دوسری سچائی ہے. جہاں آپ والیوں کو لوگوں کے رازوں کو افشاں کرنے سے منع کرتے تھے وہاں انہیں اِس بات کی تلقین کرنا بھی نہ بھولتے تھے کہ اُن سے انعامات کا وعدہ کرنا اور انہیں جرم کی صورت میں سزا سے ڈرانا. اُن تمام باتوں کو ہم ایک نصیحت میں جمع دیکھتے ہیں. یہ نصیحت آپ نے حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کو فرمائی تھی. آپ نے فرمایا.

> ''جب بھی لوگوں سے یہ کہو کہ میں فلاں کام کروں گا اسے کر گزرنا. سزا دینے اور معاف کرنے میں اپنی بات کو لغو نہ کرنا. جب تمہیں امان دی جائے تو پر اُمید مت ہو جانا. جب تمہیں ڈرایا جائے تو ڈر نہ جانا. بلکہ اِس بات پر نظر رکھنا کہ تو کیا کہہ رہا

ہے. کسی جرم کو اُس کی سزا سے زیادہ شمار نہ کرنا. اگر تو نے ایسا کیا تو گناہ گار ٹھہرا اور اگر ترک کیا تو جھوٹا قرار پایا''.

آپ رضی اللہ عنہ کا پورا دور حکومت اسی اصول کی پاسداری میں گزرا. نرمی، سچائی، بیدار مغزی، حزم و احتیاط، عقل مندی اور فطانت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا. کبھی جذبات سے مغلوب نہ ہوئے سوائے ایک بار کے جب انتہائی غصے کی حالت میں آپ نے فجاۃ نامی شخص کو آگ میں جلوا دیا جو ایک بدترین سفاک دھوکہ باز ڈاکو تھا.

مذکورہ بالا شخص جس کا نام فجاۃ یا ایاس بن عبد یا لیل تھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اسلحہ عنایت فرمائیں تا کہ میں مرتدین کے خلاف جنگ کر سکوں. آپ نے اُسے اسلحہ دے دیا لیکن فجادہ نے مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کی بجائے ڈاکہ زنی شروع کر دی. مسلم و غیر مسلم جو شخص اُس کے ہاتھ لگا اُسے بڑی بے دردی سے قتل کیا اور اُس سے جو کچھ ملا چھین لیا. اُس کی کاروائیاں بہت خطرناک حد تک بڑھ گئیں. آخر یہ گرفتار ہوا. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا. آپ اس قاتل سفاک، خائن شخص کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے اور آپ نے اُس کے جلا دینے کا حکم دیا. ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خیال میں اس سے کم سزا اس کے جرموں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی. اسے سخت سے سخت سزا دینا ہی ضروری تھی. صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خون کے بارے بڑے غیرت مند تھے. آپ مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہر ہاتھ کو کاٹ دینا چاہتے تھے. اُن سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا کہ کوئی شخص اُن کی قلم رو میں کسی پر زیادتی کرے. اس شخص کے جرائم کی فہرست بہت لمبی تھی. یہی وجہ تھی کہ آپ کا غصہ بھڑک اٹھا اور آپ کی حلم و بردباری مغلوب ہو کر رہ گئی. آپ نے حکم دیا اور اسے جلا کر خاکستر بنا دیا گیا.

بلا شبہ یہ بہت سخت سزا تھی. یہ ایک غلطی ہے جس کا ارتکاب حضرت اکبرؓ سے ہوا. لیکن یہ ایسی غلطی ہے جو بلا عذر نہیں. یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی تھی. اسی لیے جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپ اس غلطی پر سخت نادم ہوئے اور ہمیشہ نادم رہے. آپ کہا کرتے تھے. کاش! میں نے فجاۃ سلمی کو نہ جلایا ہوتا. اُسے آسانی سے قتل کر دیا ہوتا یا اُسے صبر کر کے آزاد کر دیا ہوتا.

متقدمین علماء اور محدثین اِس واقعہ کے بارے جو چاہیں رائے قائم کریں. لیکن اِس ایک

واقعہ کو بنیاد بنا کر پورے اسلام کو الزام دینا یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی پر معترض ہونا اس سے بھی بڑی غلطی ہے. اِس طرح کے واقعات تمام حکومتوں میں پیش آتے ہیں لیکن اُن کی حیثیت انفرادی ہے. ایسے ایک انفرادی واقعہ کو بنیاد بنا کر کسی ملک یا قوم کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فجاءَ کو جلا کر غلطی کی اور وجہ یہ تھی کہ مجرم کے جرائم کی فہرست بہت لمبی تھی اور ایک مہربان انسان کا ایسے سفاک اور قاتل و خائن کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو جانا اور اتنا سخت فیصلہ کر دینا کوئی ایسی بات نہیں جو سمجھ میں نہ آئے. لیکن پھر بھی آپ اس فیصلے پر ہمیشہ نادم نظر آتے ہیں اور یہی چیز اُن کی اِس خطا کا کفارہ بن جاتی ہے. جن لوگوں نے اِس واقعہ کو بنیاد بنا کر صدیق اکبرؓ کی فضیلت کا انکار کیا ہے انہوں نے غلو سے کام لیا ہے. کئی لوگوں نے تو اِس ایک واقعہ کو بنیاد بنا کر مختلف سیاسی ادوار اور مختلف حکومتوں کے درمیان موازنہ کا دروازہ کھول دیا ہے جو محض بدنیتی اور جہالت کا نتیجہ ہے.

قطع نظر اِس بات کے کہ کوئی شخص اس واقعہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے لیے ثابت کرتا ہے یا اسے حذف کرتا ہے ہر دو حالتوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حکومت اپنی ہم عصر حکومتوں میں سے سب سے بہترین حکومت شمار ہوتی ہے. جس میں دو اہم خصوصیات تھیں ایک ایسے ظالمانہ اور مضر انسانیت دستور اور قوانین کا خاتمہ جن کے شکنجے میں انسانیت عرصہ سے اسیر چلی آتی تھی اور دوسرا ایسے بلند و ارفع مقاصد جو انسانی حکومت میں سب مقاصد سے بڑھ کر ہیں یعنی فرد کی آزادی اور رعایا کی فلاح و بہبود.

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تہذیب و ثقافت

کسی تہذیب یافتہ شخص کی تہذیب و ثقافت کو کئی علامات کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے اگرچہ بظاہر فکر و فلسفہ اور دانش کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق دکھائی نہ دیتا ہو.

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی علامت کے بغیر کسی انسان کی شخصیت سے کوئی محسوس اثر ظاہر ہو جس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہو کہ اپنے دور کے فکر و فلسفہ اور ثقافت کے ساتھ اُس کو کتنا حصہ ملا ہے.

لیکن یہ علامات دلالت کے حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں. جس طرح کہ قدر و قیمت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں. اِن تمام علامات میں سے سب سے

طاقتور اور سب سے زیادہ رہنماء علامت انسان کا کلام اور دوسروں کے کلام کے بارے میں اُس کی رائے ہے کیونکہ کلام بیک وقت انسان کی قلبی تصویر اور عقلی قدرت ہے. کلام بولنے والے کے دل ودماغ سے پردہ ہٹا دیتی ہے اور اُس کے ذہنی افکار ونظریات اور قلبی واردات کی تصویر کے ذریعے اُس کی عقلی قدرت اور فکری میلان کو عیاں کر دیتی ہے. کسی شخص کی شخصیت کا صحیح اندازہ لگانے کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ ہے کہ اُس کے کلام اور دوسرے لوگوں کے کلام کا اندازہ کیا جائے. انسان کا کلام اُس کی شخصیت، اُس کے افعال واحوال اور کردار کی صحیح تصویر پیش کر دیتا ہے. کلام ہی انسان کی روحانی اور فکری ثقافت کی غمازی کرتا ہے اور دوسری کوئی چیز اور علامت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی.

صدیق اکبرؓ کی تہذیب وثقافت پر سب سے سچی علامت آپ کا کلام ہے. قطع نظر اس کے کہ ہم اُن کے کلام کو دیکھیں یا دوسرے لوگوں کے کلام کے بارے اُن کی رائے کو سامنے رکھیں یا اُن کی عام گفتگو پر نظر کریں کیونکہ کلام ''انسان کی شخصیت'' کا جزو ہوتا ہے اور انسان اپنی گفتگو پر اُسی طرح حریص ہوتا ہے جس طرح وہ اپنی شخصیت کے جوارح کا پوری طرح خیال رکھتا ہے.

صدیق اکبرؓ اپنی زبان سے صادر ہونے والے کلام پر سب سے زیادہ حریص تھے. آپ جانتے تھے کہ ایک صاحب مروت اور شریف انسان کو کب اور کس وقت بات کرنی چاہئے. اُن کی گفتگو بہت مختصر ہوتی. آپ جب اپنے والیوں اور عاملوں کو نصیحت کرتے تو نہایت اختصار کا لحاظ رکھتے اور انہیں بھی یہ تلقین کرتے کہ بات مختصر کرنا. آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں.

''کلام مختصر کرنا صرف اتنی جس کے بغیر تجھے کوئی چارہ کار نہیں.''

آپ رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا.

''جب اپنے سپاہیوں سے بات کرنا تو اختصار کو ملحوظ رکھنا. زیادہ باتیں کرنے سے انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے. (یعنی تضاد بیانی کا مرتکب ہو جاتا ہے)''.

آپ فرمایا کرتے تھے.

''خاموشی ہر بلا سے بچاتی ہے''

آپ زیادہ گفتگو سے اجتناب فرماتے تھے بالکل اس طرح جس طرح ایک انسان مصیبت

کا سامنا کرنے سے اجتناب کرتا ہے.

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نسبت زیادہ قریب تھے اور صبح وشام اُن سب کی نسبت آپ کے ساتھ زیادہ رہتے تھے لیکن اتنی قربت اور ہر وقت آپ کی بارگاہ میں حاضر رہنے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ سے بہت کم احادیث روایت کی گئی ہیں. صرف ایک سو چالیس سے کچھ زائد احادیث جن میں سے تقریباً صرف سات احادیث بخاری و مسلم نے روایت کی ہیں. علماء کرام آپ سے کم مرویات کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ تدوین حدیث سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا لیکن اِس توجیہہ کو اِس طرح رد کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے بہت سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی تو تدوین حدیث سے پہلے فوت ہوئے لیکن اُن سے بہت سی احادیث مروی ہیں. میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اِس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ بہت کم کلام فرماتے تھے. اِسی وجہ سے آپ سے احادیث کی سماعت بھی کم ہوئی اور بہت کم لوگوں نے آپ کی زبانی سن کر احادیث تحریر اور نقل کیں.

کلام انسانی شخصیت کا اہم جز ہے یہ ایک نفسیات ملکہ ہے اور اِس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا.

آپ کی گفتگو ایک نہایت ہی اعلیٰ پائے کی گفتگو شمار ہوتی ہے. فصاحت و بلاغت کے حوالے سے بھی اور حکمت و دانائی کے حوالے سے بھی. آپ کی بعض باتیں جوامع الکلم کی حیثیت رکھتی ہیں. اُن سے آپ کی فہم و دانش کا اندازہ ہوتا ہے اور ایسی گفتگو بہت کم لوگ کر سکتے ہیں. مشت از خروارے کے مصداق صرف چند باتیں پیش کی جاتی ہیں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کو قسام ازلی نے کس قدر قدرتِ کلام اور فہم و فراست سے نواز ا تھا.

☆- موت پر حریص رہ تجھے زندگی عطا کی جائے.

☆- سب سے بڑی سچائی امانت ہے اور بدترین جھوٹ خیانت ہے.

☆- دو میں سے بہترین خصلت وہ ہے جو اِن دونوں میں سے تجھے زیادہ ناپسند ہے. صبر نصف ایمان ہے اور یقین کامل ایمان ہے.

☆- جب بھلائی تجھے پیچھے چھوڑتی جائے تو تُو اس کو پانے کی کوشش کر اور اگر وہ تجھے پا لے تو تُو اُس سے آگے نکل جائے.

☆- مشیر سے اپنی معلومات نہ چھپا ورنہ تجھے تیرے نفس کی طرف سے مشورہ دیا جائے گا.

☆- تسلی کے ہوتے ہوئے کوئی مصیبت نہیں.

یہ اور اِس طرح کی کئی اور باتیں ہیں جو اگرچہ بہت مختصر ہیں لیکن اُن میں فہم و دانش کے کئی جواہر موجود ہیں. اِسی طرح اِن باتوں سے بلاغت اور حسنِ تعبیر کا رنگ بھی جھلکتا ہے. یہ باتیں اس منبع کا پتہ دیتی ہیں جس سے یہ پھوٹی ہیں اور ثقافت و تہذیب سے مستغنی کر دیتی ہیں جس کا مطالبہ کثرت سے کلام کرنے والے کرتے رہتے ہیں. کیونکہ اِن باتوں سے پھوٹنے والی دانش ہی وہ جوہر ہے جو تہذیب کا اصل مقصود ہے.

اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ میں خطابت کا ملکہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا. خطابت بھی دراصل کلام کی خوبی ہے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر آپ نے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا.

''اللہ تعالیٰ تجھے اِس بچے کی طرف سے ایسا بدلہ دے جو تیری طرف سے اس بچے کو عطا فرمایا ہے.''

ایک شخص سے آپ نے پوچھا جو کپڑا اٹھائے ہوئے تھا. کیا اس کپڑے کو بیچو گے؟ اُس نے جواب دیا نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے. آپ نے فرمایا! تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے گناہوں سے بچائے.

دراصل یہ کلام کو سمجھنے کی کمال صلاحیت ہے. آپ نے اُس کی گفتگو کو پوری طرح سمجھ لیا اور اُس کے کلام کا وزن فرما لیا. اُس میں آپ کو جو غلطی نظر آئی. آپ نے اُس کو بھانپ لیا. کسی شخصیت کے مہذب و تعلیم یافتہ ہونے کا اِس سے بہترین ذریعہ نہیں ہوسکتا. گفتگو ہی وہ اہم ذریعہ ہے. جو انسان کی خوبیوں اور خامیوں کا پتہ دیتی ہے.

جو شخص اِس قدر فصیح و بلیغ ہو. قدرتِ کلام اور فہم و فراست رکھتا ہو. اُس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کے کلام میں بیان کے شواہد کا تتبع کرے. صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں یقیناً ایسی فصاحت و بلاغت اور قدرتِ بیان موجود تھی جس کی وجہ سے آپ نے ہمیشہ بلیغ خطباء اور شعراء کے کلام کی چھان بین کی اور شعر و بیان آپ کی طبیعت کا خاصا بن گئے. آپ رضی اللہ عنہ شعر روایت کرتے، امثال کو ذہن میں محفوظ رکھتے اور نبی کریم ﷺ سے اُن اشعار کے بارے تبادلہ

خیال کرتے. جن میں آپ تبدیلی فرمانا چاہتے تھے کہ کہیں تبدیلی سے اُن اشعار کا وزن نہ بگڑ جائے. آپ کی بدولت شعروسخن کا ذوق آپ کی اولاد میں پایا جاتا تھا. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بہت سے خطبات اور شعر روایت فرمائے ہیں. آپ اُن اشعار سے استدلال کرتی تھیں اور موقعہ بہ موقعہ اُن کو روایت کرتی تھیں. آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن قادرالکلام شاعر تھے اور اشعار پر اشعار نظم کرتے تھے. آپ رضی اللہ عنہ نے بذات خود اگرچہ کبھی کوئی شعر نظم نہیں کیا. جیسا کہ ثقہ علماء کا اجماع ہے لیکن آپ کو شاعروں کی طرح شعر کہنے کا سلیقہ آتا تھا اگرچہ اِس کی وجہ ذوق، حفظ اور شعر کی روایت تھی.

اس علم وفن اور تہذیب وثقافت کے مراجع آپ کے دور میں جزیرہ عرب کے اندر کی وہ افضل ترین ثقافتیں تھیں جن سے آپ نے خوب استفادہ کیا تھا. اللہ کریم نے آپ کو طبع سلیم، سچے مشاہدے اور دنیا کے بارے وسیع معلومات سے نوازا تھا. آپ باخبر تھے. دنیا کی آپ نے سیاحت کر رکھی تھی. آپ نے خوبصورت باتوں اور قابل یقین باتوں کو گوش ہوش سے سنا، علم الانساب میں مہارت حاصل کی. اپنے دور کے لوگوں سے مشہور تاریخی واقعات کا علم حاصل کیا. پھر پورے کے پورے قرآن سے پوری طرح اکتساب فیض کیا. دین کی اچھی طرح تعلیم حاصل کی. نبی کریم ﷺ پر جن مفاہیم اور معانی کا نزول ہوا. اُن سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے.

ایک دن آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی ﴿ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَایَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ﴾ (المائدہ:105) ''اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے. نہیں نقصان پہنچا سکے گا تمہیں جو گمراہ ہوا جب کہ تم ہدایت یافتہ ہو.'' اور فرمایا لوگ اِس آیت کو صحیح معنی پر محمول نہیں کرتے. سنو میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے. جب کوئی قوم ظالم کو دیکھے اور اُس کا ہاتھ نہ پکڑے، برائی کو دیکھے اور اُسے تبدیل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو ان کے لیے عام کر دیتا ہے.

ایک دن آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا. آپ اِن دو آیتوں کے بارے کیا کہتے ہیں ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ (الاحقاف:13) ''بیشک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے پس کوئی خوف نہیں انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے.'' ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ

بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:83) ''وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے.''
ساتھیوں نے جواب دیا کہ اِس سے مراد یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد گناہ سے بچتا رہے. آپ نے فرمایا! ''تم لوگوں نے اِسے غلط معنی پر محمول کیا ہے. اِس کا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد ثابت قدم رہے اور اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہ کیا''.

قرآن کریم ہی یقیناً وہ سرچشمہ تھا جس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی طبیعت کی سلامتی اور صفاء ذہنی کے ساتھ اکتساب فیض کیا اور یوں اُس چیز نے سونے پر سہاگے کا کام کیا.

اِس دور کی اصطلاح کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی تہذیب و ثقافت اپنے زمانے میں ایک فقیہ، ادیب اور مؤرخ کی تہذیب و ثقافت تھی.

آج ہمارے ہاں تاریخ کے جو معانی ہیں وہ اُس دور میں نہیں تھے. اُس دور میں تاریخ کا معنی آج کے دور کے تاریخ کے معنی سے مختلف تھا. آج یہ لفظ وسیع معنوں میں بولا جاتا ہے. لیکن علم الانساب جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کمال مہارت تھی. اُس کا شہرہ پورے خطۂ عرب میں تھا. آپ عرب کے تمام قبائل کے محامد اور محاسن، اُن کی عادات و رسوم سے پوری طرح واقف تھے اور یہ چیز علم تاریخ میں سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہے. جب کہ اُن کی معلومات کی روشنی میں مختلف قبائل کی تعریف، شہرت اور برائیوں اور الزامات سے برات کرنا مقصود ہوتا ہے. اسی طرح آپ عرب کے تمام نسبوں سے واقف تھے.

دعوت اسلامیہ کے ابتدائی عرصہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کی غرض سے مختلف قبائل کے پاس تشریف لے گئے، تو ایک سفر میں ابوبکر صدیق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے. حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عربوں کی ایک مجلس میں پہنچے. ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سلام کیا. آپ بھلائی کے تمام کاموں میں پیش پیش تھے. آپ نسب دانی میں کمال مہارت رکھتے تھے. آپ نے پوچھا: تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟ حاضرین مجلس نے کہا ربیعہ سے. آپ نے پوچھا: ربیعہ کی کس شاخ سے؟ کیا تم اُن کی چوٹی کے لوگوں میں سے ہو یا نچلے درجہ کے لوگوں میں سے کہنے لگے. چوٹی کے عظیم لوگوں میں سے. آپ نے پوچھا: چوٹی کے کن عظیم لوگوں میں سے؟ کہنے لگے ذہل اکبر سے. آپ نے پوچھا: کیا تم میں عوف بن محلم موجود ہیں جس کے بارے کہا جاتا ہے کہ وادی میں عوف کے سوا کوئی مردِ آزاد نہیں. وہ لوگ کہنے لگے

نہیں. آپ نے پوچھا: کیا تم میں بڑی پگڑی والے مزدلف الحر موجود ہیں جو ایک یکتائے روز گار آدمی ہیں. کہنے لگے نہیں. آپ نے پھر دریافت فرمایا: کیا تم میں بسطام بن قیس ہے جو شہروں کے سردار اور قبیلوں کی منزل مقصود ہیں. کہنے لگے نہیں. پوچھا: کیا تم میں جساس بن مرہ ہیں جو برادیوں کے حامی اور پڑوسیوں کے محافظ ہیں. کہا نہیں پوچھا: کیا تم میں جو خذان ہیں جو بادشاہوں کے قاتل اور ان کی جانوں کو لینے والے ہیں؟ کہا نہیں فرمایا: کیا تم میں شاہان کندہ کے سسرال والے ہیں؟ کہا نہیں فرمایا: کہا تم لخم کے بادشاہوں کے سسرال والے ہیں؟ کہنے لگے نہیں. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر تم ذہل اکبر نہیں بلکہ تم ذہل اصغر ہو۔"

یہ تھی علم نسب میں آپ کی مہارت، آپ ہر قبیلہ کے نسب، اُن کے بزرگوں کی خوبیوں اور خامیوں سے واقف تھے بالخصوص قریش اور مکہ کے اردگرد بسنے والے قبائل کے نسبوں کے بارے وسیع معلومات رکھتے تھے. یہی وجہ تھی کہ مشرکین مکہ جب مسلمان شعراء کے اشعار سنتے. جو اُن کی ہجو یہ شاعری کا جواب ہوتے تو کہہ اٹھتے یہ ابن ابی قحافہ کی تلقین سے لکھے گئے ہیں. کیونکہ وہ قریش میں اِس فن کے سب سے بڑے عالم تھے اور ہر ایک کے نسب کو جانتے تھے.

ضروری نہیں کہ جس شخص کو اِس قدر مراجع حاصل ہوں وہ علم وفن اور تہذیب و ثقافت میں اتنی بلندی پر پہنچ جائے جس بلندی پر ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں. ہم آپ کے علم وفن میں مہارت کو دیکھ کر ایک اور بات کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا. عظمت اور انفرادیت آپ میں فطرتاً ودیعت تھیں. آپ کو دوسرے لوگوں کی طرح پیدا نہیں کیا گیا تھا.

شخصیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اجمالی تصویر

جب کچھ لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی باتیں کیں جن سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آ گیا تو آپ نے اپنے والد گرامی کی تعریف میں درج ذیل کلمات کہے.

"...... جب تم لوگوں نے کمزوری کا مظاہرہ کیا تو وہ سبقت لے گئے جس طرح (گھوڑ دوڑ میں) ایک گھوڑا سبقت لے جاتا ہے...... آپ پہاڑ کی مانند تھے جسے نہ تندوتیز جھکڑ جنبش دے سکے اور نہ زلزلے اپنی جگہ سے ہٹا سکے. آپ اس طرح تھے جس طرح نبی کریم ﷺ نے آپ کے

بارے میں فرمایا: ''اے ابوبکر! تو اپنی صحبت میں اور میرے لیے اپنا مال خرچ کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ہے۔'' جس طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے فرمایا.

مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ پر اہل فضیلت کا باہم تذکرہ کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ اُن کے پاس باہر تشریف لائے اور اُن سے پوچھا کس چیز کے بارے باتیں ہو رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہم فضائل بیان کر رہے تھے. آپ ﷺ نے فرمایا. ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی کو فضیلت نہ دینا. وہ تم تمام سے دنیا اور آخرت میں افضل ہیں.

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے رسول اللہ ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے: ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں. الا یہ کہ وہ نبی ہو.

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ آپ کے وصال پر روتے ہوئے آپ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں. ''آپ پہاڑ کی مانند تھے جسے تند و تیز جھکڑ جنبش نہ دے سکے اور نہ زلزلے اپنی جگہ سے ہٹا سکے. آپ اس طرح تھے جس طرح نبی کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا اے ابوبکر! تو اپنی صحبت اور میرے لیے اپنا مال خرچ کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ہے. نیز جس طرح اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرمایا''. اے ابوبکر! تو بدن میں کمزور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں طاقتور ہے. اپنے نفس میں تواضع کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی جناب میں تیری شان بلند ہے. زمین میں تو بڑا ہے اور مومنوں کی نگاہوں میں تو جلیل القدر ہے. تجھ پر کوئی زبان طعن دراز نہیں کر سکتا. اے ابوبکر! آپ کسی کی طرف داری نہیں کرتے تھے. ہر کمزور آپ کے نزدیک قوی اور طاقتور تھا. جب تک اس کا حق اس کو لے کر دے نہ دیتے اور طاقتور آپ کی نگاہوں میں کمزور ہوتا تھا. یہاں تک کہ آپ اس سے حق لے لیتے. اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے.

آپ کی یہ تعریف کافی ہے اگر ہم اس تعریف کا ارادہ کریں جو آپ کو پہچاننے والے لوگوں نے کی ہے. لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُن جیسے عظیم لوگوں کے معاملے میں ہم تعریف و توصیف سے آگے ان کے سخت ترین دشمنوں کی گفتگو کی طرف جا سکتے ہیں. ہمیں یقین ہے کہ جہاں لوگوں نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے وہاں کئی ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے آپ کی

شخصیت کو کھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ کسی عظیم شخصیت کے بارے لوگوں کی آراء کا مختلف ہونا کوئی بری بات نہیں. اکثر ایسا ہوتا ہے. بڑے بڑے لوگوں کے بارے لوگوں کی آراء باہم مختلف ہوتی ہیں. کچھ اُن کی تعریف کرتے ہیں اور کچھ اُن کے اعمال وافعال پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہیں. کچھ لوگوں کی نیت اچھی ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کی نیت میں فتور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں مختلف حیثیت رکھتے ہیں لیکن اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قد آور شخصیت پر کچھ فرق نہیں پڑتا اور آراء کا مختلف ہونا کچھ عجب بھی نہیں لیکن فیصلہ کرتے وقت ضروری ہے کہ عدل کے دونوں پلڑوں میں عدل وانصاف کا خیال رکھا جائے. اگر کوئی دلیل اُن کے خلاف ملتی ہے تو تب بھی اُن کی مخالفت میں بات نہیں ہونی چاہئے اگر دلیل نہ ہو تو محض تعصب کی بناء پر کسی کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا. دلیل چاہئے کسی شخص کا قول ہو کوئی حیثیت نہیں رکھتا. جو چاہے کسی شخص کے بارے کوئی رائے قائم کر لے اسے روکا نہیں جا سکتا لیکن میزان کے پلڑے میں تو دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جس کی تائید وقائع اور اعمال کرتے ہوں. ایسے ہی دلائل کے ذریعے کسی شخصیت کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑائی یہ نہیں کہ لوگوں نے اُن کی تعریف کی اور کسی نے آپ کے بارے کوئی بری بات نہیں کی. کیونکہ یہ نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی معقول اور مطلوب ہے.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت یہ ہے کہ آپ اُن لوگوں سے خراج عقیدت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جن کی تعریف میں صداقت تھی اور جن کی ثناء توصیف کی کچھ قیمت تھی اور جن لوگوں نے آپ کی مخالفت کی وہ کوئی دلیل نہیں دے سکے اور نہ ہی کبھی ایسے لوگ آئے جنہوں نے بہتر انداز میں ان کی شخصیت پر اعتراض کیا ہو.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر لگایا جانے والا ہر حکم ایک ایسی دلیل کے ساتھ مؤید ہے جس کی بنیاد کسی واقعہ پر رکھی گئی ہے. وہ واقعہ اُن کی ایک ایسی صورت پیش کرتا ہے جس میں کوئی شک نہیں. یہ ایک امین کی تصویر ہے. بلکہ امین سے بھی بڑے انسان کی تصویر ہے کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت یا زمانہ اسلام میں کبھی کوئی خیانت نہیں کی.

آپ ایک امین شخص سے بھی زیادہ بڑے انسان تھے کیونکہ امین وہ ہے جو دوسرے کو اس کا

حق دے دے. لیکن جو شخص امانت واپس کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی دے یا دوسرے لفظوں میں وہ دوسرے کو اس کا حق دینے کے ساتھ ساتھ وہ کچھ بھی دے جس کا وہ مطالبہ نہ کرے. ایسا ہی شخص صاحب فضیلت ہے جو امانت سے آگے بڑھ کر لوگوں کو اپنی طرف سے بہت کچھ عطا کرتا ہے. ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی امانتیں لوگوں کے سپرد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بھی ان کو کچھ نہ کچھ دے دیتے. لوگوں پر احسان کرتے اور ضرورت مندوں کی مدد فرماتے.

پھر خلافت کے بعد آپ نے امانت کبریٰ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور جب آپ نے دنیا ترک کی یعنی فوت ہوئے تو سب کچھ واپس کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بہت کچھ عطا فرمایا.

اِس بات میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ انہوں نے یہ سب کچھ مخلوق خدا کی بہتری میں یا انسانی حیات کی بہتری میں کیا. آپ تمام انسانوں سے بہتر انسان کی موت مرے. آپ کا جسم کمزور تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان بھی ہے لیکن آپ نے اپنی طاقتور روح کے ذریعے جسمانی کمزوری کو اعلیٰ کردار کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا. انہوں نے اپنے ظاہر سے کہیں زیادہ اپنے باطن پر توجہ دی. ان کے بدن نے اتنی ترقی نہ کی جتنی ان کے باطن نے ترقی کی. وہ اسی قوت کے بل بوتے پر ہیبت اور رعب کے اس درجہ پر پہنچے جس تک اس شکل وصورت اور ڈول ڈیل کا شخص نہیں پہنچ سکتا.

جب لوگ کسی کو کوئی چیز دیتے ہیں تو انہیں یقین ہوتا ہے کہ انہیں اس کا بہتر معاوضہ ملے گا یا کم از کم دی جانے والی چیز اس کو واپس کر دی جائے گی. زندگی اسی وقت کوئی قربانی دیتی ہے جب اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی. اسے اس کا پورا پورا معاوضہ بلکہ اس قربانی سے کہیں بڑھ کر معاوضہ دیا جائے گا.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اجمالی تصویر یہ ہے کہ وہ امین اور امین سے کہیں آگے تھے.

آپ دوستی میں امین تھے، حکومت میں امین تھے، سیرت و کردار میں امین تھے، مال میں امین تھے، ایمان میں امین تھے اور پھر ان تمام چیزوں میں صرف امین نہیں امین سے کہیں بڑھ کر تھے.

گمراہی کے فتنے میں ذاتی خوبیوں نے آپ کو محفوظ رکھا. آپ کریم پیدا ہوئے. اسی چیز نے طاقتور لوگوں کے درمیان آپ کو عزت بخشی. ضعیفوں اور کمزوروں پر ظلم و زیادتی پر اس خوبی

نے آپ کی معاونت نہ کی. آپ بڑے ہوئے تو آپ کو باغیانہ سرداری کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی آپ کی عادت تھی کہ ان لوگوں کو ہمیشہ دبا کر رکھا جائے جو مطیع فرماں نہیں رہنا چاہتے اور اس کی سرداری سے مطمئن نہیں. آپ بڑے ہوئے تو شعور کی تیزی، یقین کا جذبہ، پسندیدگی کا سلیقہ اور مروت و وقار کی خوبی آپ کی شخصیت کا جز و لاینفک تھی.

آپ بڑے ہوئے تو آپ میں موجود تمام خوبیاں اپنی انتہاء کو پہنچ گئیں اور جب آپ فوت ہوئے تو آپ سب لوگوں سے بڑے تھے اور تمام خوبیاں بڑائی کی آخری منزل تک پہنچ چکی تھیں.

جب آپ فوت ہوئے تو اسلام میں دعوت ثانیہ کے مرتبے پر فائز ہو چکے تھے. آپ ہر چیز میں نبی کریم ﷺ کے دوسرے تھے. قبول اسلام سے لے کر خلافت کا بار گراں اٹھانے تک تمام امور میں اور اس کے بعد اسلامی دعوت کی تجدید میں جبکہ فتنہ ارتداد نے پہلی دعوت کو توڑ پھوڑ دیا تھا. اور قریب تھا کہ زمانہ جاہلیت کی طرف لوگ پھر واپس لوٹ جاتے.

آپ دو میں سے دوسرے تھے. پہلے متقدی اور پہلے متاثر ہونے والے شخص. یہ تھا آپ کا مقام اس انسانی دعوت میں جو ایک امت میں پروان چڑھی اور پھر تمام قوموں میں انقلاب برپا کر دیا خواہ دوسری قوتوں نے اس دعوت کو قبول کیا یا نہ کیا. یہ اس کے دوست اس کے صفی اور اس کے نبی محمد ﷺ کی دعوت تھی.

کہا جاتا ہے کہ آپ اس زہر خوردنی کی وجہ سے فوت ہوئے جو ایک سال پہلے آپ نے کھایا تھا لیکن اس قول کی کوئی دلیل نہیں اور نہ کوئی مرجع جس کی طرف کوئی محقق رجوع کر سکے.

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بخار کی وجہ سے فوت ہوئے کیونکہ آپ نے ٹھنڈے دن کو غسل کر لیا اور گرم مہینے میں آپ کا وصال ہوا (یعنی کچھ عرصہ بعد وصال ہوا) جیسا کہ عربی مہینوں کی شمسی مہینوں کے ساتھ مشابہت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اِس قول کی بھی کوئی صحیح سند نہیں ہے.

غالب گمان یہ ہے کہ آپ کو ملیریا ہوا. یہ وہی بخار تھا جس میں آپ ہجرت الی المدینہ کے بعد مبتلا ہوئے تھے. بڑھاپے میں جب دوبارہ ملیریا بخار ہوا تو آپ اس کی تاب نہ لا سکے اور وہ زندگی جو جسم کے دائرے میں، بزرگی کے دائرے اور تاریخ کے دائرے میں تھی اپنی انتہا کو پہنچ گئی.

قافیة الهمزة

•

عَیْنُ جودی

اے آنکھ خوب آنسو بہا

نبی کریم ﷺ کے سانحۂ ارتحال پر یہ مرثیہ قلم بند فرمایا (۱)

عَیْنُ جُودِی فَإِنَّ ذَاكَ شِفَائِی
لَا تَمَلِّی مِنْ زَفْرَةٍ وَبُكَاءِ

اے آنکھ آنسوؤں کا مینہ برسا دے اور آہ و بکا سے نہ اکتا
کیونکہ یہی چیز میرے لیے شفاء کا باعث ہے

حِیْنَ قَالُوا إِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ أَمْسٰی
مَیِّتًا إِنَّ ذَاكَ جُهْدُ الْبَلَاءِ

جب لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے چل بسے ہیں
تو یہ بات نا قابل برداشت مصیبت ثابت ہوئی

أُنْدُبِي خَيْرَ مَنْ بَرَا اللهُ فِي الدُّنْ
يَا وَمَنْ خَصَّهُ بِوَحْيِ السَّمَاءِ

اس شخص پر بین کر جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق سے افضل ہیں
اور جن کو اللہ تعالیٰ نے وحی آسمانی کے لیے چن لیا ہے

بِدُمُوعٍ غَزِيرَةٍ مِنْكِ حَتَّى
يَقْضِيَ اللهُ فِيكِ حَتْمَ الْقَضَاءِ

اپنی طرف سے ایسے موسلا دھار آنسو لٹاحتی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے حتمی فیصلہ فرما دے

وَلَقَدْ كَانَ مَا عَلِمْتِ وَصُولاً
وَلَقَدْ كَانَ رَحْمَةً فِي سَنَاءِ

اور تو جانتی ہے کہ آپ ﷺ بے حد صلہ رحمی کرنے والے تھے اور سراپا رحمت تھے

وَلَقَدْ كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ نُوراً
وَسِرَاجاً يُضِيءُ فِي الظَّلْمَاءِ

اور اس کے علاوہ آپ نور تھے اور ایک ایسا چراغ جو اندھیروں میں روشنی مہیا کرتا تھا

طَيِّبَ الْعُودِ والضَّرِيبَةِ وَالْمَعْ
دِنِ وَالْخِيمِ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ

آپ ﷺ پاکیزہ جسم، پاکیزہ خصلت، پاکیزہ عادات واطوار کے مالک اور خاتم النبین تھے

حواشی

۱- یہ قصیدہ بعض روایات کے مطابق حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کا ہے جن کا وصال 20 ہجری 640ء کو ہوا اور حضرت صفیہ، نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں. بڑی جرات منداور جنگجو خاتون تھیں. اللہ کریم نے آپ کو شاعری کے ملکہ سے بھی خوب نوازا تھا. جنگ اُحد کی طرح کئی معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں. ابن ہشام نے اُن کے کچھ اشعار اپنی سیرت میں نقل فرمائے ہیں. جو انہوں نے اپنے والد گرامی کی وفات پر قلم بند کیے تھے. اِس بارے ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب ؒ کی وفات کا وقت قریب آیا اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب اُن کا جانبر ہونا ممکن نہیں تو اُن کی بیٹیاں جو تعداد میں چھ تھیں. اپنے والد گرامی کے پاس جمع ہوئیں. صفیہ، برہ، عاتکہ، ام حکیم البیضاء، امیمہ اور اروی سب اپنے والد کے سرہانے آکر بیٹھ گئیں. ایسے میں حضرت عبدالمطلبؒ نے اُن سے فرمایا. مجھ پر بین کرو تا کہ میں سنوں کہ تم میرے مرنے کے بعد کیا کہو گی. اس پر حضرت صفیہ نے کچھ شعر کہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں.

أرقتُ لصوتِ نائحة بليل — على رجل بقارعَةِ الصّعيدِ

ففاضَتْ عند ذلكمُ دموعي — على خدّي كمنحدرِ الفريد

على رجل كريم غير وغل — له الفضل المبين على العبيدِ

صدوقٍ في المواطن غير نِكْسٍ — ولا شخت المقام ولا سنيد

☆- مجھے رات بھر نیند نہ آئی ایک رونے والی خاتون کی آواز کی وجہ سے جو رات کو ایک ایسے شخص پر رو رہی تھی جو زمین کے وسط میں فوت ہوا.

☆- اس وقت میرے بھی آنسو میرے رخسار پر اس طرح بہہ پڑے جس طرح موتی گرتے ہیں.

☆- میں ایک ایسے شخص پر نوحہ کناں ہوگئی جو بڑا سخی تھا اور گھٹیا نہیں تھا. لوگوں پر اُس کی فضیلت بالکل ظاہر و باہر تھی.

☆- جنگوں میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کرتا تھا اور کمزوری نہیں دکھاتا تھا.

☆- نہ وہ کم درجہ اور رذیل تھا اور نہ ہی دوسروں کی رائے کا محتاج تھا.

لغت: جودی: جاد سے امر کا صیغہ ہے اور جود لغت میں کرم اور خرچ کرنے کو کہتے ہیں. کسی چیز کی بہتات کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے. جیسے جاد المطر جوداً، بارش خوب ہوئی. اس سے اسم فاعل کا صیغہ جائد آتا ہے. الجود ایسی بارش کو کہتے ہیں جس کی مثال نہ ہو (اللسان مادة ج-و-د) جودی میں آنکھ سے خطاب ہے کہ اے آنکھ خوب اشک بہا.

قافیۃ التّاء

●

فی سَبِیْلِ اللّٰہِ

اللہ کی راہ میں

یہ شعر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا جب آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں تھے اور آپ کے ہاتھ پر پتھر سے زخم آ گیا تھا

اِنْ أَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیتِ (۱)
وَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

تو صرف ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلودہوئی ہے اور تجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ راہ خدا میں پہنچی ہے

حواشی

۱- اس شعر کو ابن کثیر نے اپنی معروف کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' میں نقل کیا ہے اور اس واقعہ کو ایک جگہ ابن ہشام سے اور دوسری جگہ امام بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ حسن بن ابوالحسن بصری نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت غار میں پہنچے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً غار میں داخل ہوئے اور غار کا جائزہ لیا کہ کہیں کوئی درندہ یا سانپ تو اس میں نہیں. آپ دراصل اپنی جان کے بدلے رسول اللہ ﷺ کو بچانا چاہتے تھے. ایک روایت میں ہے جسے ابوالقاسم بغوی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جب غار ثور کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے. رسول اللہ ﷺ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے عرض کیا. جب میں پیچھے چل رہا ہوتا ہوں تو مجھے یہ خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں آگے دشمن گھات لگائے نہ بیٹھا ہو. لہٰذا یہ سوچ کر آپ کے آگے چلنے لگتا ہوں اور جب دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں کوئی بد بخت پیچھے نہ آ جائے تو آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں. حتیٰ کہ اسی طرح دونوں دوست غار ثور تک پہنچ گئے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ! آپ باہر ٹھہریں تا کہ میں اپنا ہاتھ اندر داخل کر کے یہ معلوم کر لوں کہ کوئی چیز تو اندر نہیں تا کہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے نقصان دے آپ محفوظ رہیں. نافع کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ غار میں ایک بل تھا جس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑھی رکھ دی کہ کہیں کوئی موذی جانور یہاں سے نکل کر آپ کو تکلیف نہ پہنچا دے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کا واقعہ ابوعبداللہ سے اور وہ حافظ ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں. فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس انداز سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کیا کہ یوں لگتا تھا وہ حضرت عمر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم پر فوقیت دے رہے ہیں. جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا. خدا کی قسم! ابوبکرؓ کی ایک رات عمر کے گھرانے کی زندگی بھر کی نیکیوں پر بھاری ہے اور ابوبکرؓ کا ایک دن آلِ عمر کے تمام دنوں سے بہتر ہے. رسول اللہ ﷺ اُس رات، جس رات آپ غار کو گئے، اپنے گھر سے نکلے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے. حضرت ابوبکر صدیقؓ کچھ دیر آپ کے آگے چلتے اور کچھ دیر آپ کے پیچھے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو سمجھ گئے اور فرمایا. اے ابوبکر کیا وجہ ہے؟ آپ کبھی مجھ سے آگے چلتے ہیں اور کبھی مجھ سے پیچھے. عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جب یاد آتا ہے کہ لوگ پیچھا کر رہے ہیں تو پیچھے چلنے لگتا ہوں اور جب یہ اندیشہ ستاتا ہے کہ کوئی گھات میں ہوگا تو آگے چلنا شروع کر دیتا ہوں...... جب ہم غار تک پہنچ گئے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اپنی جگہ ٹھہریں تا کہ میں آپ کے لیے اس غار کو صاف کر دوں. سو انہوں نے وہ غار صاف کی. پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اب آپ غار میں تشریف لے آیئے. چنانچہ نبی کریم ﷺ غار میں تشریف لے گئے. پھر عمر فاروقؓ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ ایک رات آلِ عمر کی پوری زندگی سے بہتر ہے. امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے لوگوں سے جیسے حافظ، ابوالعباس سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ غار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو اُس وقت آپ کی انگلی زخمی ہوئی اور آپ نے یہ شعر موزوں فرمایا.

اِنْ اَنْـتِ اِلَّا اُصْبَـعٌ دَمِیْـتِ وَفِـیْ سَبِیْـلِ اللّٰہِ مَـا لَقِیْـتِ

لسان العرب اور جمہرۃ اللغۃ جیسے کئی مصادر میں یہ بات مذکور ہے کہ یہ شعر ولید بن مغیرہ، عبداللہ بن رواحہ اور خود نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے. جمہرۃ اللغۃ میں یہ روایت مادہ د-م-ی کے تحت مذکور ہے جبکہ لسان العرب میں صبع کے مادہ کے ساتھ منقول ہے کہ یہ شعر نبی کریم ﷺ نے موزوں فرمایا حالانکہ آپ سے شعر کہنے کی نفی کی گئی ہے (دیکھئے جمہرۃ العرب تحقیق ڈاکٹر رمزی بعلبکی 686/2). الجمھرہ کے مؤلف ابن درید نے اس پر یہ حاشیہ دیا ہے کہ اس کو جمع کرنے کی بھی ایک وجہ ہے جس کی تشریح ہم اپنی جگہ کریں گے. لسان العرب میں یہ روایت صبع کے مادہ کے تحت مذکور ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کی مبارک انگلی زخمی ہوئی تو آپ نے یہ شعر کہا.

یہی شعر حضرت ابن رواحہ ؓ کی طرف سے بھی منسوب ہے کہ انہوں نے یہ شعر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر کہا تھا. حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت ابو طالب کے بھائی اور غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے. اُن کے اسی قافیہ میں دو اور شعر بھی ہیں.

یـا نـفـسُ لا تـقـتـلـی تـمـوتـی هـذا حیـاض الـموتِ قـد صَلیـتِ

وَمَـا تـمـنّیـه لـقیـتِ ان تـفـعـلـی فعلَهـمـا هُـدیـتِ

☆-اے میری جان اگر تجھے قتل نہ کیا جاتا تو تو موت کے ہاتھوں فنا کی گھاٹ اتر جاتی. یہ موت کا خون ہے جس میں تو نے نماز ادا کی ہے.

☆- جو تیری تمنا تھی تو نے وہ پالی ہے اگر تو نے اُن جیسا کام کیا تو تو نے ہدایت حاصل کر لی.

وَكَذاكَ الدّهْرُ

اوراسی طرح گردش دوراں......

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار گردش دوراں کے بارے کہے
اوران میں اپنے تقویٰ اور اللہ پر اپنے توکل کو بھی بیان فرمادیا ہے

رُبَّ رِیحٍ لأُنَاسٍ عَصَفَتْ
ثُمَّ مَا اِنْ لَبِثَتْ أَنْ سَكَنَتْ (۱)

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کو تند و تیز ہواؤں کا سامنا ہوتا ہے
پھر کچھ زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ وہ ہوا تھم جاتی ہے
(یعنی قوت کے بعد درماندگی آجاتی ہے گویا دنیا کی ہر چیز بے ثبات ہے)

وَكَذَاكَ الدَّهْرُ فِیْ أَصْنَافِهٖ
قَدَمٌ زَلَّتْ وَأُخْرىٰ ثَبَتَتْ (۲)

اس طرح گردش دوراں کی بھی مختلف صورتیں ہیں
ایک قدم پھسل جاتا ہے تو دوسرا اپنی جگہ پر ٹک جاتا ہے

بَالِغٌ مَادُونَهُ اسْتِحْقَاقُهُ
وَيَدٌ عَمَّا اسْتَحَقَّتْ قَصَرَتْ (۳)

کچھ لوگ تو وہ ہیں جو اپنے حق سے بھی زیادہ حاصل کر لیتے ہیں
اور کچھ وہ ہیں جو اپنے حق کو بھی پانے سے قاصر رہتے ہیں

فَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي
لَمْ تَخِبْ نَفْسٌ عَلَيْهِ اتَّكَلَتْ (۴)

میں نے اُس ذات پر بھروسہ کر لیا ہے جو زندہ ہے اور جو اُس پر توکل کرتا ہے
وہ ناکام اور نامراد نہیں رہتا

حواشی

لغت: ا- رُبَّ حرف جر ہے جو سیاق کلام کے مطابق یا تقلیل کا فائدہ دیتا ہے یا تکثیر کا، یہ صرف نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور زائد حرف کا حکم رکھتا ہے. کسی فعل یا شبہ فعل سے متعلق نہیں ہوتا. اس کے بعد جو اسم آتا ہے وہ لفظاً مجرور ہوتا ہے اور محلاً مرفوع ہوتا ہے کیونکہ وہ ترکیب کلام میں مبتداء بنتا ہے. الریح سے مراد یہاں قوت اور طاقت ہے. جیسا کہ تَأَبَّطَ شَرًّا اور سلیک بن سلکہ کا قول ہے.

أتـنـظـرنِ قـلـيلاً ريـثَ غـفـلتهـم أو تـعـدوانِ، فـانّ الـريـحَ لـلـعـادي

اس شعر میں لفظ ریح قوت کے معنی میں ہے اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے. ﴿فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال:46).

''یعنی تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری قوت ختم ہو کر رہ جائے گی'' تو آیت میں ''الریح'' سے مراد قوت ہے. عرب کہتے ہیں عَصَفَتِ الرِّيْحُ یا اعصفت الریح. یہ بنی اسد کی لغت ہے یہ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ کے وزن پر ہے اور اس کا مصدر عَصْفاً اور عَصُوْفاً آتا ہے. اس فاعل عاصف اور عاصفہ ہے جبکہ اسم مفعول معصوفة اور عصوف یعنی معصف کے معنی میں ہے. یہ لفظ درحقیقت تیز آندھی کے لیے بولا جاتا ہے. قرآن کریم میں بھی یہ لفظ سخت اور تند و تیز ہوا کے معنی میں آیا ہے. ﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا﴾ (المرسلات:2).

سکنت الریح: ہوا تھم گئی. حرکت کرنے سے رک گئی. اُس شخص کی تکلیف جاتی رہی. شعر میں سکنت کا معنیٰ ہے کہ اُن کی قوت ختم ہوگئی ہے.

۲- کذاک الدھر: یہ مماثلت اور تشبیہ کے باب سے ہے. زمانہ بھی ہوا کی مانند ہے یا تند و تیز یا سکون پذیر، مراد یہ ہے کہ لوگوں کو دنیا میں دو طرح کے حالات کا سامنا ہوتا ہے یا تند و تیز ہوا کا یعنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا پھر پرسکون حالات کا. دوسرے مصرع میں بھی اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے. قدم کبھی پھسل جاتا ہے اور کبھی اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے یعنی کبھی مشکلات سے انسان گھبرا اٹھتا ہے اور کبھی زندگی کو بالکل پرسکون پاتا ہے. یہ بالکل اُسی طرح ہے جس طرح کہ عرب کہتے ہیں زمانہ صرف دو دنوں پر مشتمل ہے: ایک دن تیرے حق میں ہے تو دوسرا دن تیرے خلاف ہے.

۳- الید: ہتھیلی یعنی انگلیوں کے پوروں سے لے کر ہاتھ کے جوڑ تک کا حصہ. اصل میں یہ لفظ یدی ہے. لام کلمہ کو حذف کر دیا گیا ہے. مجازاً اِس کا اطلاع سیاقِ کلام کے مطابق کبھی قوت، قدرت، طاقت پر ہوتا ہے اور کبھی مدد و نصرت، رہن و ملکیت میں کفالت اور کبھی نعمت اور اطاعت ہوتا ہے. شعر کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ زمانہ کے اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھا کر اپنے حق سے بھی زیادہ لے لیتے ہیں اور بعض اپنے حق کو حاصل کرنے سے بھی عاجز رہتے ہیں.

۴- توکل: کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے رب کی منشاء کے سپرد کر دیا ہے. اس پر یقین کر کے اور اس پر اعتماد کر کے سب دُکھوں سے بے نیاز ہوگیا ہے. میرا یہ یقین ہے کہ جو شخص اس حیی قیوم ذات پر بھروسہ، توکل اور یقین کر لیتا ہے. خائب و خاسر نہیں، بامراد رہتا ہے.

قافية الثاء

لَسْتُ بِحَانِثِ

میں قسم توڑنے والا نہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار اُس وقت کہے جب نبی کریم ﷺ نے عبیدہ بن الحارثؓ کو مہاجرین کا ایک دستہ دے کر مشرکین سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا. مشرکین کی قیادت ابوسفیان بن حرب کر رہا تھا(۱)

أَمِنْ طَيفِ سَلْمَى بِالْبِطَاحِ الدَّمَائِثِ
أَرِقْتَ وَأَمْرٍ فِي الْعَشِيرَةِ حَادِثِ(۲)

کیا سلمیٰ کے خیال سے تیری نیند اُچاٹ ہوگئی ہے جو ریت اور چھوٹی کنکریوں والی وسیع وادی میں ایک نرم اور ہموار زمین پر تجھے ملی تھی یا خاندان میں پیش آنے والے کسی اور واقعہ سے پریشان ہو

أَرَى مِنْ لُؤَيٍّ فِرْقَةً لَا يَصُدُّهَا
عَنِ الْكُفْرِ تَذْكِيرٌ وَلَا بَعْثُ بَاعِثِ(۳)

میں دیکھ رہا ہوں قبیلہ لوئیؔ میں سے ایک جماعت کو کہ نہ تو کوئی نصیحت
اُنہیں کفر سے روک سکی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعوت

أَتَاهُمْ رَسُولٌ صَادِقٌ فَتَكَذَّبُوا
عَلَيْهِ وَقَالُوا: لَسْتَ فِينَا بِمَاكِثِ (۴)

اُن کے پاس ایک سچا رسول تشریف لایا لیکن اُنہوں نے اُس کی رسالت کو جھٹلا دیا
اور کہنے لگے تو ہم میں نہیں رہ سکتا (یعنی ہم تجھے مکہ سے نکال دیں گے)

إِذَا مَا دَعَوْنَاهُمْ إِلَى الْحَقِّ أَدْبَرُوا
عَنِ الْحَقِّ إِدْبَارَ الْكِلَابِ اللَّوَاهِثِ (۵)

جب بھی ہم نے انہیں حق کی طرف بلایا تو انہوں نے ہانپنے والے کتوں کی طرح پیٹھ پھیر لی

فَكَمْ قَدْ مَتَتْنَا فِيهِمْ بِقَرَابَةٍ
وَتَرْكُ التُّقَى شَيْءٌ لَهُمْ غَيْرُ كَارِثِ (۶)

ہم نے کتنی بار اُن کے نزدیک ہونے کی کوشش کی (لیکن وہ ہم سے قطع تعلق پر مصر رہے
کیونکہ) تقویٰ و پرہیزگاری کو ترک کرنا اُن کے نزدیک کوئی افسوسناک امر نہیں ہے

فَإِنْ يَرْجِعُوا عَنْ كُفْرِهِمْ وَعُقُوقِهِمْ
فَمَا طَيِّبَاتُ الْحِلِّ مِثْلُ الْخَبَائِثِ (۷)

اگر وہ اپنے کفر اور قطع رحمی کو چھوڑ کر اسلام کی طرف پلٹ آئیں (تو کیا ہی اچھا
ہو) کیونکہ حلال کی ہوئی پاکیزہ چیزیں ناپاک چیزوں کی طرح نہیں ہوتیں

وَاِنْ یَرْکَبُوْا طُغْیَانَهُمْ وَ ضَلَالَهُمْ
فَلَیْسَ عَذَابُ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِلَابِثٍ(۸)

اگروہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر سوار رہے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب اُن سے ٹلنے والا نہیں

وَنَحْنُ اُنَاسٌ مِنْ ذُؤَابَةِ غَالِبٍ
لَنَا الْعِزُّ مِنْهَا فِي الْفُرُوْعِ الْاَثَائِثِ(۹)

ہم بنی غالب کے چوٹی کے لوگوں میں سے ہیں اور اُس خاندان کی وجہ سے
ہمارے آنے والی کثیر التعداد نسلوں میں بھی ہمیں عزت و وقار حاصل ہے

فَاُوْلِيْ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ عَشِيَّةً
حَرَاجِيْجَ تُحْدَیٰ فِي السَّرِيْحِ الرَّثَائِثِ(۱۰)

میں رات کے وقت تیز چلنے والی اُن موٹی بلند قامت اونٹنیوں کے رب کی قسم اٹھاتا
ہوں جنہیں پرانی نعلوں میں ہانکا جاتا ہے

كَاُدْمِ ظِبَاءٍ حَوْلَ مَكَّةَ عُطَّفٍ
يَرِدْنَ حِيَاضَ الْبِئْرِ ذَاتِ النَّبَائِثِ(۱۱)

مکہ کے اردگرد منڈلانے والی اُن ہرنیوں کی مانند جن کے پیٹ سفید اور پیٹھ سیاہ
ہوتی ہے اور وہ کنویں کے پانی پر آتی ہیں وہ کنواں جو کیچڑ والا ہے

لَئِنْ لَّمْ يُفِيْقُوْا عَاجِلًا مِنْ ضَلَالِهِمْ
وَلَسْتُ اِذَا آلَيْتُ قَوْلًا بِحَانِثٍ(۱۲)

اگر وہ جلد اپنی گمراہی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو پھر میں بھی جب کسی بات پر قسم اٹھاتا ہوں تو اُسے توڑتا نہیں ہوں

لَتَبْتَدِرَنَّهُمْ غَارَةٌ ذَاتُ مَصْدَقٍ
تُحَرِّمُ أَطْهَارَ النِّسَاءِ الطَّوَامِثِ (۱۳)

یقیناً بہت جلد اُنہیں ایک بھرپور غارت گری کا سامنا ہوگا جو حیض والی عورتوں کے طہر کو حرام کردے گی

تُغَادِرُ صَرْعَى تَعْصِبُ الطَّيْرُ حَوْلَهُمْ
وَلَنْ يَرْأَفَ الْكُفَّارُ رَأْفَ ابْنِ حَارِثِ (۱۴)

یہ غارت گری اُنہیں زمین پر چت کردے گی (یعنی قتل کردے گی) اور اُن کے اردگرد پرندے جمع ہوجائیں گے اور کفار ابن حارث کی طرح ہرگز شفقت نہیں برتیں گے

فَأَبْلِغْ سَهْمٍ لَدَيْكَ رِسَالَةً
وَكُلَّ كَفُورٍ يَبْتَغِي الشَّرَّ بَاحِثِ (۱۵)

(اے مخاطب!) بنی سہم اور ہر جھگڑالو کافر کو جو تیرے پاس رہتا ہے اور شر و فساد چاہتا ہے. میرا یہ پیغام پہنچا دے

مَتَى تَشْعَثُوا عِرْضِي عَلَى سُوءِ رَأْيِكُمْ
فَإِنِّي مِنْ أَعْرَاضِكُمْ غَيْرُ شَاعِثِ (۱۶)

اپنی بری رائے کی وجہ سے جب تم میری عزت کو تار تار کرو گے تو میں تمہاری عزتوں کو پامال نہیں کروں گا

حواشی

۱- عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف، ابوالحارث کنیت کرتے تھے. زرکلی ''الاعلام'' (198/4) میں لکھتے ہیں کہ عبیدہ مکہ میں ہجرت سے باسٹھ سال پہلے (562ء) کو پیدا ہوئے. اُن کا وصال ہجرت کے دوسرے سال (624ء) کو ہوا. اُن کی سیرت کا اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ جب یہ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ دارارقم میں تشریف نہیں لے گئے تھے. روایت ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دوسری مہم روانہ کی اور ساٹھ مہاجرین کو اُن کی قیادت میں روانہ فرمایا. ابوسفیان بن حرب کے لشکر کے ساتھ مقام ثنیّۃ المرّہ پر اُن کی منڈبھیڑ ہوئی. یہ پہلی ٹکر تھی اور کہتے ہیں یہ پہلی مہم تھی جو اسلام میں نبی کریم ﷺ نے روانہ فرمائی. حضرت عبیدہ بن الحارثؓ جنگ بدر میں شہید ہوئے (دیکھئے اصابہ اور امتاع الاسماع 52/1، 99 اور نسب قریش 94، 152، المجد: 116).

۲- البطاء: بطحاء کی جمع ہے. اس سے بطائح اور بطحاوات کے وزن پر بھی جمع کے صیغے آتے ہیں. ریت اور کنکریوں والی وسیع وادی جس میں پانی بہتا ہو، الدمائث، الدماث اور الادماث: یہ دمیثہ، دمث اور دمیث کی جمع ہے جن کے معنی نرم اور ہموار زمین کے ہیں.

۳- شاعر عشق کے باعث نیند اڑنے کی نفی کرنے کے بعد اس بات کا اثبات کرتا ہے کہ میری یہ پریشانی قوم کی گمراہی کی وجہ سے ہے. جس نے حق سے روگردانی کی ہے اور شرک وکفر کو اختیار کیا ہے نہ انہیں کوئی نصیحت راہِ کفر سے ہٹا سکتی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعوت حق.

۴- یہ شعر اِس سے پہلے شعر کی تفسیر ہے. ترجمہ میں سب چیزیں واضح ہوگئی ہیں. حاشیہ میں چند آیات کو بطور استشہاد پیش کیا گیا ہے. ﴿وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾ (النباء: 28) ''اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بڑے زور سے جھٹلایا''.
﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد: 32) ''بیشک جو لوگ خود بھی کفر کرتے رہے اور لوگوں کو بھی اللہ کی راہ سے روکتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے رہے باوجودیکہ ظاہر ہو چکی تھی اُن کے لیے راہ ہدایت، وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو اکارت کر دے گا''.

۵- ہم نے اُن کو بلایا، یہاں ہم سے مراد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے اہل ایمان ہیں. لفظ اَدْبَرُوْا، اِدْبَارٌ سے بنا ہے اور یہ مصدر ہے. اَدْبَرَ عَنْهُ کا معنی ہے اس نے منہ پھیر لیا، یعنی بات نہ مانی اور مخالفت کی کہ جب ہم نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی طرف بلایا تو انہوں نے منہ پھیر لیا اور اُس طرح پیٹھ پھیر کر چل دیئے. جس طرح ہانپتے ہوئے کتے ہوں یعنی وہ کتے جو سخت تھکاوٹ یا سخت پیاس کی وجہ سے سانس پھولاتے ہوئے زبان باہر نکال کر تیزی سے سانس لیتے ہوں. یہ لفظ قرآن کریم میں اِس طرح استعمال ہوا ہے. ﴿ارْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ (محمد: 25) ''پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹ گئے باوجودیکہ اُن پر ہدایت (کی راہ) ظاہر ہو چکی تھی''.

۶- مُتَتَنَاقِفُهُمْ بِعَرَابَةٍ: ہم نے اُن سے تعلقات پیدا کرنے اور اُن سے جڑنے کی کوشش کی. رشتہ داری کو المماتۃ القریبہ کہتے ہیں اور وسیلہ کے لیے عربی میں المتاب کا لفظ بولا جاتا ہے. الامر الکارث ایسی چیز جو سخت غم والم کا سبب بنے.

۷- رَجَعَ عَنْ كفره: وہ کفر سے الگ ہو گیا اور گمراہی کے بعد ایمان لے آیا۔

العقوق: عَقَّ عقوقاً و مُعَقَّةً الولد اباہ، بچے کا اپنے والد کی نافرمانی کرنا یعنی اُن کی اطاعت کا عصا توڑ دینا، انہیں ہلکا سمجھنا اور اُن کے ساتھ احسان کا معاملہ ترک کر دینا۔

فماطیّباتُ الحِلِّ مِثْلُ الْخَبَائِثِ: یہ مصرع اس آیت کریمہ سے اقتباس کیا گیا؟ ﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾ (المائدہ:100) ''آپ فرما دیجئے نہیں برابر ہو سکتا ناپاک اور پاک اگرچہ حیرت میں ڈال دے تجھے ناپاک کی کثرت۔''

حلال: یہ حرام کی نقیض ہے۔ خبائث: خبیث کی جمع ہے اور یہ طیب کی نقیض ہے۔ طیب سے مراد حلال ہے اور خبیث سے مراد حرام ہے۔

۸- فرماتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ جس طرح حلال و حرام برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح گمراہی اور ہدایت بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ لوگ گمراہی کی راہ پر بڑھتے چلے گئے تو انہیں اللہ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (آل عمران:21) ''بیشک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دو انہیں دردناک عذاب کی۔''

۹- ذؤابۃ: ہر چیز کی بلندی، گوندھے ہوئے بالوں کو بھی الذابة کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ذوائب ہے۔

غالب: یہاں اس سے مراد غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہے۔ جو عدنانی قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قریش کے جداعلیٰ ہیں (دیکھئے اشتقاق از ابن درید اور تاریخ ابن خلدون 324/2، صبح الاعشی از قلقشندی 352/1)۔ غالب بنی حنظہ، حولان اور کھلان کے متعدد پشتوں پر بھی بولا جاتا ہے۔

الفروع: نسبی شاخیں، ایک قبیلہ کی اولاد، یہ فرع کی جمع ہے اور لغت میں فرع ہر چیز کی اوپر والی سطح کو کہتے ہیں۔ یہ دراصل فرع الشجرۃ یعنی درخت کی شاخ سے لیا گیا ہے۔ بنی غالب کے قبیلوں کو درخت کی شاخوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ فرع القوم کا اطلاق شریف ترین لوگوں پر بھی ہوتا ہے۔

الاثائث: زیادہ اور گھنے اثَّ یَئِثُّ اثاثہ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کی کثرت۔

۱۰- آلٰی یُوْلِی اِیْلَاءً: قسم اٹھانا۔ اٰنَا اُوْلِی: میں قسم اٹھاتا ہوں۔

الراقصات: یہ رقص البعیر سے ہے۔ رقص یر قص رقصا کا معنی ہے چلنے میں تیزی کرنا (اللسان) اور الرقص جیسا کہ التھذیب میں مذکور ہے دوگامہ چال کو کہتے ہیں۔ الراقصات کا معنی ہو گا وہ اونٹنیاں جو چلنے میں کبھی بلند ہوتی ہیں اور کبھی پست ہوتی ہیں۔ یہ ارقص القوم سے ہے جیسا کہ راعی غیری کا شعر ہے۔

وَاِذَا اتَرَقَّصَتِ الْمَفَازَةُ غَادَرَتْ   رِبِذاً يُبَغِّلُ خَلْفَهَا تَبْغِيلاً

فرماتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم جو موٹی تازی بلند قامت اونٹنیوں کا رب ہے جو مکہ مکرمہ میں موجود بیت اللہ شریف کی طرف بڑی تیزی سے رواں دواں ہیں کبھی وہ بلند زمین پر چڑھتی ہیں اور کبھی وادیوں اور نالوں میں اترتی ہیں۔

الحراجیج: یہ الراقصات کی صفت ہے۔ اس کا واحد حرجوج ہے ایسی اونٹنی جو جسیم ہو اور چلتے وقت زمین پر لمبے ہو کر چلے

یا سخت یا ضامرہ یعنی جن کو دوڑ کے لیے تیار کیا گیا ہو۔

تحدی: تیز چلانا، ہانکنا، الحادی ہانکنے والے کو کہتے ہیں۔

السریح: وہ رسی جو اونٹ کے پاؤں میں باندھی جاتی ہے تا کہ وہ تیز چلے۔

الرثانث: وثیثہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے پرانی۔

۱۱- **الأُدْمِ مِنَ الظباء:** ایسی ہرنیاں جن کے پیٹ سفید اور پیٹھ سیاہ ہو۔

عُكَّف: اسے بعض روایتوں میں عکف پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے ٹھہرنے والی۔

يَرِدْنَ حِيَاضَ الْبِئْرِ: یہاں کنویں سے مراد زمزم کا کنواں ہے۔

العبائث: وہ مٹی جو کنویں سے کھدائی کے وقت نکلتی ہے۔

۱۲- **لئن لم یفیقوا مِنْ ضلالهم:** یعنی اگر انہوں نے اپنی گمراہی اور سرکشی کو ترک نہ کیا۔ گمراہی سے باز آنے کو نیند سے بیدار ہونے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

آلَى يُؤْلِي إِيلَاءً: قسم اٹھانا، اَلَيْتُ قَوْلاً: جب میں کسی بات پر قسم کھالیتا ہوں۔

الحانث: جو وعدہ پورا نہ کرے یا کسی چیز کو اپنے اوپر لازم ٹھہرائے تو اُسے پورا نہ کرے۔

لست بحانث: یعنی میں اپنی قسم توڑنے والا نہیں۔

۱۳- **ابتدرتهم غارة:** اچانک غارت گری ان کے سر پر آن پڑی۔

الطوامث من النساء: حیض والی عورتیں، طوامث، طامث کی جمع ہے۔ شاعر اُس گمراہ جماعت کو دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عنقریب اُنہیں سخت غارت گری کا سامنا ہوگا جس میں اُن کے بیشمار لوگ قتل ہو جائیں گے کیونکہ وہ باطل میں بہت آگے نکل گئے ہیں حتیٰ کہ اُس غارت گری کی وجہ سے اُن پر اُن کی بیویاں حرام ہو جائیں گی۔ کیونکہ اُن لوگوں کی یہ عادت تھی کہ اُن کے کسی رشتہ دار یا تعلق دار آدمی کو قتل کر دیا جاتا تو وہ اُس وقت تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاتے جب تک اُس کے قتل کا انتقام نہ لے لیتے (گویا اس غارت گری کے بعد تم اِس لائق ہی نہیں رہو گے کہ انتقام لے سکو، گویا تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عاجز و درماندہ بنا دیئے جاؤ گے)۔

۱۴- **تغادر صرعیٰ:** سیرت ابن ہشام کی ایک روایت میں قتلیٰ کے الفاظ ہیں۔

تعصب الطیر حولهم: یعنی ان کے اردگرد پرندے جمع ہو جائیں گے۔

لَنْ يَرْأَفَ: یہ رأفت سے ہے جس کا معنی ہے عطف، مہربانی اور شفقت۔

ابن حارث: یعنی عبیدہ بن الحارثؓ جن کے لیے نبی کریم ﷺ نے جھنڈا باندھا تھا یعنی انہیں قائد مقرر کیا تھا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے یہ اسلام میں بھیجی جانے والی پہلی مہم تھی۔ شاعر کہتا ہے کہ اُن کے لاشوں کے اردگرد گوشت خور پرندے جمع ہو جائیں گے تا کہ انہیں نوچ کھائیں۔

۱۵- **ابلغ بنی سهم:** بنو سہم سے مراد قریش کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ لوگ سہم بن عمرو کی اولاد سے ہیں جس کا نسب اُن کے جدِ اعلیٰ غالب سے جا ملتا ہے۔

(**لدیك:** عندك کے معنی میں ہے۔ **باعث:** کفور کی صفت ہے اور كُلَّ كَفُورٍ کا عطف بنی سہم پر ہے۔ یبتغی الشر کفور کی صفت ہے۔ مترجم)۔

۱۶- إِنْ تَشْعَثُوا: اگرتم پراگندہ کروگے.

العرض: شرف وعزت.

غَيْرُ شَاعِث : پراگندہ اور آلودہ نہیں کروں گا.

شاعر فرماتے ہیں کہ اُس قوم کو میری طرف سے یہ بات پہنچادو کہ میں اپنی ذات کو اِس بات سے الگ کئے ہوئے ہوں کہ اِس طرح کی حرکت کروں جس طرح کی حرکت تم کرتے ہو، اگر وہ مجھے گالی دیں گے یا میری عزت کو پامال کرنے کی کوشش کریں گے تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا.
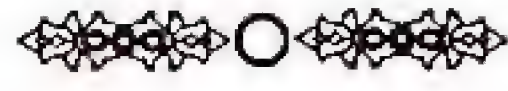
عبداللہ بن الزبعری السہمی (۱)

کے اشعار صدیق اکبرؓ کے جواب میں

أَمِنْ رَسْمِ دَارٍ أَقْفَرَتْ بِالْعَثَاعِثِ
بَكَيْتَ بِعَيْنٍ دَمْعُهَا غَيْرُ لَابِثِ (۲)

عثاعث (سلع پہاڑ) پر واقع اُس گھر کے آثار کو دیکھ کر تو مصروف گریاں ہے جس کے باسی اُس کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں (تو اِس طرح رو رہا ہے کہ تیری) آنکھ کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے

وَمِنْ عَجَبِ الأَيَّامِ وَالدَّهْرُ كُلُّهُ
لَهُ عَجَبٌ مِنْ سَابِقَاتٍ وَحَادِثِ (۳)

یہ دن بھی بڑے عجیب ہیں اور زمانہ سارے کا سارا حیرت افزا ہے
جو دن گزر گئے وہ بھی اور جو دن آ رہے ہیں وہ بھی

لَجَيْشٌ أَتَانَا ذُو عُرَامٍ يَقُودُهُ
عُبَيْدَةُ يُدْعَى فِي الْهِيَاجِ ابْنَ حَارِثِ (۴)

بلاشبہ ہمارے پاس ایک لشکر جرار آیا جس کی قیادت عبیدہ کر رہا تھا
جسے جنگ میں حارث کا بیٹا کہہ کر بلایا جاتا ہے

وَنَتْرُكَ أَنْصَابًا بِمَكَّةَ عُكَّفًا
مَوَارِيْثَ مَوْرُوْثٍ لِأَكْرَمِ وَارِثٍ(۵)

تا کہ ہم مکہ میں نصب شدہ بتوں کو چھوڑ دیں جو عرصہ سے یہاں موجود ہیں. جو سب سے زیادہ عزت والے شخص کی چھوڑی ہوئی وراثت ہیں (یعنی قریش کے آباؤ اجداد کی وراثت)

وَلَمَّا لَقِيْنَاهُمْ بِسُمْرٍ رُدَيْنَةٍ
وَجُرْدٍ عِتَاقٍ فِي الْعِجَاجِ لَوَاهِثٍ(۶)

اور جب ہم اُن سے ملے ردینہ کے بنے ہوئے نیزوں اور اعلیٰ نسل کے کم مو گھوڑوں کے ساتھ جو جنگ کے غبار میں ہانپنے والے (یعنی بہت تیز دوڑنے کی وجہ سے ہانپ جانے والے) ہیں

وَبِيْضٍ كَأَنَّ الْمِلْحَ فَوْقَ مُتُوْنِهَا
بِأَيْدِي كُمَاةٍ كَاللُّيُوْثِ الْعَوَائِثِ(۷)

اور سفید تلواروں کے ساتھ گویا اُن کے صفحوں پر نمک ہے (یعنی بہت سفید تلواریں) جو ایسے گھوڑسواروں کے ہاتھ میں ہیں جن کا جسم ہتھیاروں سے ڈھکا ہوا ہے. گویا وہ پھاڑ کھانے والے شیر ہیں

نُقِيْمُ بِهَا إِصْعَارَ مَنْ كَانَ مَائِلًا
وَنَشْفِي ذُحُوْلًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ(۸)

اُن تلواروں کے ذریعے ہم کجروی کجی کو دور کر دیتے ہیں اور ہم بہت جلد بغیر کسی تاخیر کے بدلہ لے لیتے ہیں

فَكَفُّوْا عَلٰى خَوْفٍ شَدِيْدٍ وَهَيْبَةٍ
وَاَعْجَبَهُمْ اَمْرٌ لَّهُمْ اَمْرُ رَائِثِ (۹)

وہ لوگ (مسلمان) سخت خوف وہراس اور ہیبت کی وجہ سے (جنگ کرنے سے)
رُک گئے اور اُنہیں ایک توقف کرنے والے کا معاملہ پسند آیا

وَلَوْ اَنَّهُمْ لَمْ يَفْعَلُوْا نَاحَ نِسْوَةٌ
اَيَامٰى لَهُمْ مَابَيْنَ نَسْءٍ وَطَامِثِ (۱۰)

اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اُن کی بیوائیں اُن کی موت پر نوحہ کناں ہوتیں.
وہ عورتیں جو زیادہ عمر اور کم عمر کی ہیں

وَقَدْ غُوْدِرَتْ قَتْلٰى يُخَبِّرُ عَنْهُمْ
حَفِيٌّ بِهِمْ اَوْ غَافِلٌ غَيْرُ بَاحِثِ

یعنی میدان جنگ میں سب کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا اور صرف چھپنے والا یا
جنگ سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ رہنے والا بچ جاتا

فَاَبْلِغْ اَبَابَكْرٍ لَدَيْكَ رِسَالَةً
فَمَا اَنْتَ عَنْ اَعْرَاضِ فِهْرٍ بِمَاكِثِ (۱۱)

ابوبکر کو اپنی طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ تو فہر (قریش) کی عزت سے رُکنے
والا نہیں (یعنی تو صرف ہمارے خوف سے ہمیں گالی نہیں دیتا ورنہ قریش کی عزت
کا تیرے دل میں کوئی احترام نہیں)

وَلَمَّا تَجِبْ مِنِّي يَمِينٌ غَلِيظَةٌ
تُجَدِّدُ حَرْباً حَلْفَةً غَيْرُ حَانِثِ (۱۲)

جب میری طرف سے سخت قسم ضروری ہوگی تو یہ قسم بطور قسم کے ایک جنگ کی تجدید کرے گی اور یہ قسم ٹوٹنے والی نہیں ہوگی

حواشی

۱- عبداللہ بن الزبعری قریشی شعراء میں سے تھا. ہمیشہ اسلام اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں شعر کہے. فتح مکہ کے روز نجران کی طرف بھاگ گیا لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آئے اور اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کا اعلان کیا. نبی کریم ﷺ نے اُنہیں معاف فرما دیا اور اُنہیں ایک خلعت عطا فرمائی. آپ پندرہ ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئے. (دیکھئے زرکلی کی الاعلام: 87/4).

۲- الرسم: گھر کے باقی رہ جانے والے آثار و نشانات.
اقفرت الدار: گھر اپنے باسیوں سے خالی ہوگیا ہے.
العثاعث: عثت، مدینہ طیبہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے جسے سلیع بھی کہتے ہیں. عثعث کا لغوی معنی ہے گھنا اور ہموار، العثعث کا ایک معنی فساد بھی ہے (دیکھئے معجم البلدان از یاقوت حموی 96/4) اور العثاعث کا معنی سیرت ابن ہشام کی سیرت کی شرح میں الافاعی یعنی سانپ بھی آیا ہے. لیکن سیاقِ کلام اِس معنی کی تائید نہیں کرتا.

۳- السابغات: گزرے ہوئے، بیتے ہوئے.
الحارث: جدید.

۴- الجیش ذوالعرام: سختی اور شدت والا لشکر، یہ عرمرم سے ہے. یعنی لشکر جرار جس کی تعداد بہت زیادہ ہو.
یقودُہٗ عبیدۃ: یعنی عبیدہ، بن الحارث جن کا گذشتہ صفحات میں ذکر ہوا ہے وہ اِس لشکر کی سپہ سالاری کر رہے تھے.
فی الھیاج: زمانہ جنگ میں.
مخطوط میں ایک اور شعر بھی ہے جس کے متعلق ابن ہشام کا قول ہے کہ اُنہوں نے اِسے چھوڑ دیا ہے کیونکہ اِس میں رسول اللہ ﷺ کو صابی (نعوذ باللہ) کہا گیا ہے. ہم اِسے حاشیہ میں ذکر کر رہے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ کفار کس قدر ضلالت و گمراہی کی دلدل میں پھنس چکے تھے. شعر یہ ہے.

لِيَنْزِعُوا أَحْلَامَنَا عَنْ مَكَانِهَا وَيُتْبَعَ صَابٍ فِعْلُهُ فِعْلُ عَابِثٍ

''تا کہ یہ لوگ ہماری کھوپڑیوں سے ہمارے عقل نکال لیں. یعنی ہمیں بے وقوف بنالیں اور ایک (نعوذ باللہ) صابی (مذہب ترک کرنے والے) شخص کی اتباع ہونے لگے جس کا سارا کیا دھرا محض فعل عبث ہے.

۵- **انصابا**: سیرت ابن ہشام کی روایت میں ''اصناماً'' کا لفظ ہے۔
العُکّف: عاکف کی جمع ہے۔ مقیم عبداللہ بن زبعری جو اِن بتوں کی تعریف کررہا ہے خود فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو کر اِن بتوں سے بیزار ہو گیا تھا۔ جب کہ اسلام کی روشنی نے اُس کے دل و دماغ کو روشن کردیا اور اِن بتوں کی بے وقعتی اُس پر عیاں ہو گئی۔

۶- **السمر الردینة او الردینیہ**: نیزے جو 'ردینہ' نامی عورت کی طرف منسوب ہیں۔ ردینہ ایک مشہور عورت تھی جو بڑے مضبوط اور بھاری نیزے بنایا کرتی تھی۔
الجُرد: چھوٹے بالوں والے گھوڑے۔
العتاق: یہ الجُرد کی صفت ہے۔ یعنی اچھی نسل کے گھوڑے۔
العجاج: جنگ کا گرد و غبار۔
اللواهث: یہ لاھث کی جمع ہے تھکے ماندے، ہانپنے والے۔

۷- **بیض**: تلواریں، **المتون**: متن کی جمع ہے۔ تلوار کا صفحہ (یعنی اگلا حصہ جو لوہے کا بنا ہوتا اور اس میں تیز دھار ہوتی ہے)۔
الکماة: یہ کمیٌ کی جمع ہے۔ جوان مرد جن کا جسم ہتھیاروں سے ڈھکا ہوا ہو۔
تلواروں کے بارے بیان کیا گیا ہے کہ وہ یوں چمک رہی ہیں گویا اُن کے اگلے حصے پر لو ہا نہیں نمک لگا ہوا ہے اور شاہسواروں کو شیروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ عوائث کا معنی ہے فساد برپا کرنے والے یعنی پھاڑ کھانے والے۔

۸- **نُقِیمُ**: اَقَامَ یُقِیمُ کا مطلب ہے سیدھا کرنا **الاصعار**: کجی۔
مَنْ کَانَ مَائِلاً: جو شخص تکبر اور بغض کی وجہ سے ٹیڑھا بن جاتا ہے۔
الذُّحُوْلُ: ذحل کی جمع ہے اس کا معنی ہے بدلہ۔
الرائث: تاخیر یا سستی کرنے والا، سیرت ابن ہشام میں الرائث کی جگہ لابث (توقف کرنے والا) کا لفظ آیا ہے۔

۹- **ھیبة**: خوف و ہراس۔
یہ شعر مخطوطہ میں نہیں لیکن سیرت ابن ہشام میں موجود ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ عبید اور اُس کے ساتھی جنگ کرنے سے ڈر گئے ہیں اور اُن کی جماعت اور لشکر میدان میں اترنے سے رُک گئے ہیں۔

۱۰- **النسوة الایامی**: بیوہ عورتیں **ایامی**: ایم کی جمع ہے ایسی عورت جس کا خاوند نہ رہے۔
النسء: ایسی عورت جسے حیض دیر سے آئے اور اس کے بارے گمان ہونے لگے کہ وہ حاملہ ہے۔
طامث: ایسی عورت جس کو پہلی بار حیض آیا ہو۔ مراد یہ کہ ہر عمر کی عورتیں بیوہ ہو جاتیں اور اپنے مقتول خاوندوں پر نوحہ کرتیں۔

۱۱- **الاعراض**: عرض کی جمع ہے ہر وہ چیز جس کی ایک انسان حفاظت کرتا ہے جیسے شرف اور مروت۔
فھر: یہ قریش سے کنایہ ہے۔

۱۲- **الیمین**: قسم۔ **غلیظةٌ**: یعنی سخت اور نہ ٹوٹنے والی قسم۔ **غیر حانث**: گناہ نہ کرنے والا (یعنی قسم توڑ کر گناہ نہ کرنے والا)۔

●

هَدَانَا بِهِ الرَّحْمٰنُ

ہمیں اُن کے وسیلے سے

رحمٰن ذات نے ہدایت عطا فرمائی ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھنڈرات پر نوحہ کناں ہونے کے بعد
رسول اللہ ﷺ کی مدح ونعت کہتے ہیں اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو بیان کرتے ہیں

عَرَفْتُ دِيَاراً بِالْحِمَى فَشَرَائِثِ
تَعَفَّتْ فَدَمْعُ الْعَيْنِ لَيْسَ بِرَائِثِ (۱)

الحمیٰ اور شرائث میں، میں نے اُن گھروں کو پہچان لیا ہے
جن کے نشانات مٹ گئے ہیں اور آنکھ کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے

عَفَتْهُنَّ هُوجُ الصَّرَّتَيْنِ فَأَصْبَحَتْ
تَبَلَّدُ مَا بَيْنَ الْكُدَى وَالْكَثَاكِثِ (۲)

ان گھروں کو متضاد سمتوں سے چلنے والی تند وتیز ہواؤں نے یوں مٹا کر رکھ دیا ہے کہ اب وہ سنگریزوں اور مٹی کے درمیان اُڑتے پھرتے ہیں (یعنی اُن کا نام ونشان مٹ گیا ہے اور وہ گھر سنگریزوں اور مٹی کے ڈھیر بن چکے ہیں جنہیں ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں)

وَصَبَّ عَلَيْهَا الْغَيْثُ كُلُّ مُجَلِّلٍ
هَزِيمٍ كُلَاهُ مُعْمَلٌ غَيْرُ رَائِثِ (۳)

اُن گھروں پر بارش برسانے والی رعد وباراں لیے اُن گھنگور گھٹاؤں نے بارش برسائی جن کے نیچے والے دونوں کنارے (اپنے کام میں) لگا دیئے گئے ہیں رکے ہوئے نہیں ہیں (یعنی اُن گھروں پر تند و تیز ہواؤں کے ساتھ ساتھ سخت لگاتار موسلا دھار بارشیں ہوئیں ہیں. جنھوں نے اُن کے نام ونشاں تک کو مٹا دیا ہے)

أَلَا أَبْلِغِ الْأَقْوَامَ عَنِّي أَلِيَّةً
أَلِيَّةَ بَرٍّ صَادِقٍ غَيْرِ حَانِثِ (۴)

میری طرف سے اُن قوموں (قبیلوں) کو قسم پہنچا دے. ایک نیک اور سچے شخص کی قسم جو اپنی قسم توڑ کر گناہ نہیں کرتا

بِأَنَّ رَسُولَ اللهِ أَحْمَدَ صَادِقٌ
لَأَرْسَلَهُ الرَّحْمٰنُ أَكْرَمُ وَارِثِ (۵)

کہ اللہ تعالیٰ کے رسول جن کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے، سچے ہیں یقیناً انہیں (اللہ) الرحمٰن نے بھیجا ہے. جو سب سے زیادہ عزت والا وارث ہے

أَلَا فَابْحَثُوا عَنْهُ تُلَاقُوا بِبَحْثِكُمْ
عَنِ الْمُصْطَفَى الْمَبْعُوثِ خَيْرَ الْمَبَاحِثِ (۶)

ہاں! آپ ﷺ کے بارے غور وفکر کرو. مصطفیٰ کریم ﷺ جو (اللہ کریم کے) بھیجے ہوئے ہیں کے متعلق تم اپنی تلاش کے ذریعے بہترین تحقیق تک پہنچو گے

وَلَا تَعْبَثُوا فِيمَا تُرِيدُونَ قَصْدَهُ
فَلَنْ يُرْشِدَ الرَّحْمٰنُ قَصْداً لِعَابِثٍ (۷)

اُس ہدایت میں جس کا تم ارادہ رکھتے ہو. کھیل کود کا مظاہرہ نہ کرو اور رحمٰن ذات کھیل کود کرنے والے کو ہدایت کی راہ نہیں دکھاتا

هَدَانَا بِهِ الرَّحْمٰنُ مِنْ فِتَنِ الرَّدَى
وَأَنْقَذَنَا مِنْ هَوْلِ تِلْكَ الْهَنَابِثِ (۸)

اُن کے وسیلے سے (اللہ) جو رحمٰن ہے، نے ہمیں ہلاکت خیز فتنوں سے (بچا کر) راہ ہدایت پر گامزن کر دیا اور ہمیں تکلیف دہ سنگین معاملات کی ہولناکی سے نجات عطا فرمادی

وَكَمْ وَعَدَ الْأَقْوَامَ مُوسٰى بِبَعْثِهِ
وَكَمْ قَالَ عِيسٰى إِنَّهُ غَيْرُ لَابِثٍ (۹)

موسیٰ علیہ السلام نے (گذشتہ) اقوام سے کس قدر وعدے کئے. آپ ﷺ کی بعثت کے، اور کتنی بار کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ آپ ﷺ کی بعثت کچھ زیادہ دور نہیں

مُحَمَّدٌ الْمُخْتَارُ أَكْرَمُ مُرْسَلٍ
وَأَصْدَقُ مَبْعُوثٍ لِأَكْرَمِ بَاعِثٍ (۱۰)

یعنی محمد مختار ﷺ (فداہ ابی وامی) جو رسولوں میں سب سے زیادہ عزت والے اور سب سے زیادہ عزت والے (اللہ تعالیٰ) کے مبعوث کردہ رسولوں میں سب سے زیادہ سچے رسول ﷺ ہیں

مُصَدِّقُ كُتْبِ الْاَنْبِيَاءِ وَرَاءَهُ
فَكَذَّبَهُ أَبْنَاءُ تِلْكَ الطَّوَامِثِ (۱۱)

آپ ﷺ انبیاء سابقین پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں. (لیکن تعجب ہے کہ پھر بھی) حیض والی اِن عورتوں کے بیٹوں نے اُن کی تکذیب کی ہے

أَلَمْ يَعْلَمُوا اَنْ قَدْ اَتَى بِصَلَاحِهِمْ
وَرَدَّ أُمُورٍ قَدْ خَلَوْنَ مَشَاعِثِ (۱۲)

کیا وہ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ اُن کی اصلاح اور اُن کے گذشتہ پراگندہ امور کو واپس اپنی اصل حالت پر لانے کے لیے تشریف لائے ہیں

فَاَوْرَدَهُمْ مَاقَدْ أَبَوْهُ مَوَارِداً
وَبَاءً وَأَرْعَاهُمْ وِخَامَ الْمَرَامِثِ (۱۳)

ہدایت کو قبول نہ کرنا اُنہیں وباء زدہ علاقوں میں لے آیا اور اُنہیں غیر موزوں مقامات پر جہاں کانٹے دار جھاڑیوں کی بہتات ہے چرنے کے لیے چھوڑ دیا (یعنی راہِ حق سے انحراف ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا اور اُنہیں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا)

هَدَانَا بِهِ اللهُ الْعَلِيُّ مَكَانُهُ
وَأَنْقَذَنَا مِنْ مُوبِقَاتِ الْخَبَائِثِ (۱۴)

اُن کے ذریعے اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی (وہ اللہ) جو بلند مقام و مرتبے کا مالک ہے اور ہمیں خباثتوں اور گناہوں کی ہلاکت خیزیوں سے بچالیا

وَزَكّٰى لَنَا حَتّٰى صَفَتْ اَطْعُمَاتُنَا
فَلَمْ نَلْتَبِسْ بِالْمُرْجِسَاتِ الْعَثَائِثِ (۱۵)

انہوں نے ہماری خاطر زکوٰۃ فرض کی، حتیٰ کہ ہماری روزی اور کمائی حلال ہوگئی
پس ہم شرانگیز اعمال بد کے ساتھ ملوث نہیں ہوتے

فَكَانَ سِرَاجًا لِلْاِلٰهِ وَرَحْمَةً
يُخَلَّدُ فِیْ تِلْكَ الْجِنَانِ الْمَوَاكِثِ (۱۶)

وہ معبود حق کے (روشن کردہ) چراغ اور رحمت تھے. وہ ہمیشہ ہمیشہ اُن باغات میں
رہیں گے جو ابدی اور دائمی ہیں

فَلَيْتَ رَسُوْلَ اللهِ يَمْكُثُ بَيْنَنَا
سَلِيْمًا وَلَمْ نَسْمَعْ سِوَاهُ بِمَاكِثِ (۱۷)

اے کاش! رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ باقی رہتے
اور ہم نہ سنتے کہ اُن کے سوا کوئی دوسرا شخص ٹھہرنے والا ہے

عَلَيْكَ سَلَامٌ؛ كَمْ نَقَعْتَ ظِمَاءَنَا
بِرِيٍّ وَكَمْ اَشْبَعْتَنَا مِنْ مَغَارِثِ (۱۸)

آپ پر سلام ہو. آپ نے کس قدر ہماری (روحانی) پیاس کو سیرابی عطا فرمائی اور
کس قدر ہماری بھوک کا مداوا کر کے ہمیں سیر کر دیا

حواشی

۱- **الحمیٰ**: ایسی جگہ جہاں گھاس ہو مگر لوگوں کو وہاں مویشی چرانے کی اجازت نہ ہو (چراگاہ، ممنوعہ علاقہ)۔

الشرائث: جگہ کا نام ہے (اسی لیے میں نے الحمیٰ کو کسی خاص جگہ کا نام دیا ہے کیونکہ عرب شعراء دیارِ حبیب کا تذکرہ کرتے ہوئے دو مقامات کا ذکر کرتے ہیں۔ مترجم)۔

تعفت الدیار: جن کے آثار اور نشانات مٹ گئے۔

لیس براثث: آنسو رکنے والے نہیں۔ شاعر دیار کے سامنے کھڑا رو رہا ہے۔ اک عرصہ بعد جب وہ یہاں آیا ہے تو اُس کے جاننے والے لوگ یہاں سے جا چکے ہیں۔ ہواؤں نے اُن گھروں کے نشانات کو مٹا دیا ہے۔ اب اُن کی جدائی پر شاعر آنسو بہا رہا ہے اور اُس کے آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

۲- **الھوج**: سخت آندھی۔

الضّرتین: ایک دوسرے کے مخالف یا متضاد سمت سے چلنے والی تند و تیز ہوائیں۔

تَبَدَّدُ: اصل میں تَتَبَدَّدُ ہے۔ اس کا معنی ہے اُڑتے پھرنا۔

الکُدیٰ: کدیۃ کی جمع ہے۔ سخت پتھریلی زمین یا وہ مٹی اور سنگریزے جو جمع ہو گئے ہوں۔ کدیۃ: چوڑا اور چکنا پتھر یا بڑی چٹان۔

الکثاکث: کثکثۃ کی جمع ہے یا کثکث کی جمع ہے۔ مٹی اور پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے، سنگ ریزے (اللسان)۔

۳- **کل مجلل**: مجلل کہتے ہیں بارش برسانے والے بادل کو۔

الغیث: موسلا دھار بارش۔

الھزیم: ایسا بادل جو بارش اور کڑک لیے ہوئے ہو۔

کلاہ: یعنی بادل کے دونوں پر، مجازاً بادل کے اطراف کو پر کہا گیا ہے۔

الشرائث: سستی کرنے والا، رکنے والا۔

۴- **اَلِیَّۃٌ**: قسم، **البَرُّ**: سچا، **غَیْرُ حَانِثٍ**: یعنی اپنی قسم توڑتا نہیں بلکہ اسے سچا کر دکھاتا ہے اور اسے پورا کرتا ہے۔

۵- شاعر رسول اللہ ﷺ کے پیغام کی صداقت کی تائید کر رہے ہیں کہ وہ ایک سچی اور الہامی دعوت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کریم ہی نے اس فرض کی ادائیگی کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

(وارث اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ قرآن کریم میں خیر الوارثین کا لفظ آیا ہے۔ وارث کا معنی ہوگا ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، کیونکہ سب فانی ہے۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے، کائنات کا حقیقی مالک وہی ہے۔ انسان تو سب کچھ چھوڑ کر فنا ہو جاتا ہے۔ بقا صرف اسی ذات کی ہے)۔

۶- شاعر کفار کو چیلنج کرتے ہیں اور انہیں غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں تاکہ ان پر نبی کریم ﷺ کے پیغام کی صداقت واضح ہو جائے۔ وہ اس کے ذریعے آپ ﷺ کی پیش گوئیوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو اس دعوت کے ظہور سے متعلق ہیں۔

۷- شاعر کفار کو کھیل تماشا کرنے اور ان اخروی امور کو ہلکا خیال کرنے سے روک رہا ہے۔ جن کا تعلق اسلامی پیغام سے ہے۔

۸- الهنابث: یہ هنبثة کی جمع ہے اس کا معنی مصیبت ہے اور اس کے علاوہ ہنابث کا معنی مختلف امور کا اختلاط بھی ہے۔ اس کا تیسرا معنی سنگین معاملہ بھی ہے۔

۹- شاعر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ کی بعثت کی کس قدر بشارتیں دیں اور بتایا ہے کہ آپ کا ظہور زیادہ دور نہیں ہے۔

(تورات اور انجیل میں آج بھی ایسے بہت سارے دروس ہیں جن میں آپ ﷺ کی بعثت کی پیشینگوئی فرمائی گئی ہے۔ علماء اسلام نے اس بارے کئی روایات نقل کی ہیں۔ مترجم)۔

۱۰- شاعر نبی کریم ﷺ کی مدح و ستائش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ ﷺ افضل المرسلین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ تمام انبیاء و رسل سے زیادہ عزت والے اور کریم ہیں۔

(اس شعر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے لیے مختار کا لفظ استعمال کیا ہے۔ گویا صحابہ کرام اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار عطا فرمایا تھا۔ آپ بے اختیار نہیں تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کو مختار خیال کرنا شرک ہے۔ پرلے درجے کی جہالت ہے۔ مترجم)۔

۱۱- شاعر فرمارہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رسالتوں اور نبوتوں کی تصدیق کرنے والے بن کر آئے ہیں، آپ اُن پر نازل ہونے والی کتابوں کا انکار نہیں کرتے لیکن مشرک لوگ آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں۔

الطوامث: طامث کی جمع ہے اور طامث حیض والی عورت کو کہتے ہیں۔

۱۲- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین گمراہی میں بہت آگے نکل گئے ہیں اور انہوں نے سرکشی کی حد کر دی ہے کیونکہ وہ جانتے کہ آپ ﷺ ان کی اصلاح اور ان کی ہدایت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ تو ان کے درمیان موجود اختلافات اور تنازعات کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کفار کی ہٹ دھرمی اور ان کی قطع رحمی کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

۱۳- مَا اَبَوْهُ: یعنی ہدایت جس کا انہوں نے انکار کر دیا۔

الوباء: متعدی بیماری کا پھیل جانا۔

المرامث: وہ جگہ جہاں کانٹے دار جھاڑیاں زیادہ ہوں۔

وخام المرامث: ایسی جگہیں جو غیر موزوں اور نامناسب ہوں اور چرنے کے قابل نہ ہوں۔

(وَبَاء: زبر کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔ اردو میں یہی تلفظ مشہور ہے اس کی جمع اوباء آتی ہے۔ طاعون کو بھی وَبَاء کہتے ہیں۔ مَا قَدْ اَبَوْهُ: ما موصولہ ہے یعنی ما ابوهُ من الهداية۔ مترجم)۔

۱۴- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے اُسی نے ہم میں محمد ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ وہ ہادی بن کر تشریف لائے اور ہمیں قابل مذمت اعمال میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔

موبقات: موبقة کی جمع ہے۔ ہلاکت خیز، اس کا ایک معنی گناہ بھی ہے۔ الخبائث: قابل مذمت افعال، برائیاں۔

۱۵- زَکّٰی لَنَا: یہ زکات سے ہے۔ مال کی وہ مقدار جو اللہ کی راہ میں دی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے کمائی حلال ہو جائے۔ زکاۃ کا معنی صدقہ اور طہارت بھی ہے۔

صفت اطعماتنا: یعنی یہ مال پاک ہو گئے ہیں یہ اُس چیز سے جو انہیں ناپاک اور گدلا کیے ہوئے تھی یا یہ کہ اس نے

ہمارے دلوں سے مال و دولت کی محبت نکال کر ہمارے دلوں کا تزکیہ کر دیا۔ لم نلتبس یہ التبس سے ہے کسی برائی میں مبتلا ہونا۔ **المرجسات**: نفرت انگیز اعمال **العثائث**: جو فساد کی وجہ بنیں۔

۱۶- **فـکـــان**: یعنی محمد ﷺ ہم میں اِس طرح تھے جس طرح ایک چراغ، جس کو رب ذوالجلال نے روشن فرمایا اور یہ چراغ ہمارے دلوں اور ہمارے باطن کو منور کرتا رہا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہرہ ور کرتا رہا۔

الجنان المواکث: ہمیشہ باقی رہنے والے باغات (یعنی جنت)۔

۱۷- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمنا کر رہے ہیں کہ کاش رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ہر اذیت سے محفوظ باقی رہتے۔ یہ دعا سچے دل سے نکلی ہوئی دعا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبۂ عشق رسول کو بیان کرتی ہے۔

(اور ہم نہ سنتے کہ کوئی دوسرا شخص ٹھہرا رہنے والا ہے۔ یعنی ہم سب کو موت آ جاتی اور ہم سب اللہ کے محبوب پر قربان ہو جاتے اور آپ ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ اس دنیا میں تشریف فرما رہتے۔ اس مفہوم کے کئی اشعار آپ رضی اللہ عنہ نے کہے ہیں۔ مترجم)۔

۱۸- **الظماء**: سخت پیاس، **اَنْقَعَ الظَّمَاءَ**: پیاس ختم کر دی۔

الرِیُّ: سیرابی، یہ پیاس کا متضاد ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے فضل و کرم کو بیان کر رہے ہیں جنہوں نے انسانیت کی روحانی اور علمی پیاس بجھا کر انہیں سیراب کیا اور ان کی بھوک کا مداوا کیا۔

المغابث: بھوک کو کہتے ہیں۔

قافية الجيم

•

أَعْنَاهُ رَبُّ الْعَرْشِ

ربّ عرش نے اُس کو اذیت سے دوچار کر دیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اُن کلمات کا اعادہ کر رہے ہیں جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہے تھے، جب سراقہ بن مدلج آپ کا پیچھا کرتا ہوا قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائی مولا! اِس کو روک کر اذیت میں مبتلا کر دے (۱)

وَقَدْ زَادَ نَفْسِیْ وَاطْمَأَنَّتْ وَآمَنَتْ
بِهِ الْيَوْمَ مَالَاقٰی جَوَادُ بْنِ مُدْلِجِ (۲)

جس روز ابن مدلج کے تیز رفتار گھوڑے کا واقعہ پیش آیا اُس روز میری طمانیت بڑھ گئی مجھے اطمینان حاصل ہو گیا

سُرَاقَةَ اِذْ يَبْغِیْ عَلَيْنَا بِكَيْدِهٖ
عَلٰی اَعْوَجِیّ كَالْهِرَاوَةِ مُدْفَجِ (۳)

یعنی سراقہ بن مالک جب اپنے اعوجی گھوڑے پر سوار ہم پر ظلم کرنے کے لئے بڑھتا چلا آیا (اس کا اعوجی گھوڑا) عصا کی طرح پتلا تھا اور اس کا جسم خوب گھٹا ہوا تھا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ : یَا رَبِّ اَعْنِہٖ
فَمَهْمَا تَشَأْ مِنْ مُفْظَعِ الْاَمْرِ تَفْرُجِ (۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے میرے رب! اِسے اذیت ناک مشکل میں ڈال دے
اور تو جس بھی بھیانک معاملے کو (آسان کرنا) چاہے، آسان ہو جاتا ہے

فَسَاخَتْ بِہٖ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی تَغَیَّبَتْ
حَوَافِرُہٗ فِیْ بَطْنِ وَادٍ مُفَجَّجِ (۵)

اِس دعا کی وجہ سے اُس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا حتی کہ اُس کے پاؤں
پتھریلی وادی کے پیٹ میں غائب ہو گئے

فَاَعْنَاہُ رَبُّ الْعَرْشِ عَنَّا وَرَدَّہٗ
وَلَوْلَا دِفَاعُ اللّٰہِ لَمْ یَتَعَرَّجِ (۶)

عرش کے رب نے اُس کو اذیت میں مبتلا کر دیا. اور اگر اللہ تعالیٰ دفاع نہ فرماتا تو وہ باز نہ آتا

حواشی

۱- ابن مدلج: سے مراد سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی ہے. یہ بنو کنانہ سے تعلق رکھتا تھا. ہجرت کے روز اُس نے رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کیا. کیونکہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے کی غرض سے ایک بہت بڑا انعام مقرر کر رکھا تھا. نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہجرت فرمائی اور اُن لوگوں سے بچنے کے لیے غار میں پناہ گزین ہوئے. ابوسفیان قریش کی اُس جماعت میں پیش پیش تھے جو رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے. الغرض سراقہ کو اللہ تعالیٰ نے روک دیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکا. حضرت سراقہؓ طائف کی جنگ کے بعد مسلمان ہوئے اور 24 ہجری 645ء میں وصال فرمایا (ترتیب الاعلام علی الاعوام، طبع دار الارقم، ص 117).

۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں. میرے دل کا اطمینان بڑھ گیا اور نبی کریم ﷺ کی دعوت کی سچائی پر میرے ایمان

میں اضافہ ہو گیا. جب سراقہ بن مدلج رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے روز گزند پہنچانے میں ناکام رہا.

۳- سراقة: ابن مدلج سے بدل ہے. يبغي عَلَيْنَا: ہم پر ظلم کرنا چاہتا تھا. بكيده: اپنے دھوکے اور فریب سے.
اَلْاَعْوَجِيُّ: اَعْوَج کی طرف نسبت، اعلیٰ نسل کا گھوڑا (اعوج عرب کا ایک مشہور گھوڑا ہے اُس کی نسل کے گھوڑوں کو اعوجی کہا جاتا ہے). الهراوة: چھوٹی سی چھڑی، اُس کے ساتھ گھوڑے کو تشبیہ دی گئی. مدمج: یہ گھوڑے کی صفت ہے. مضبوط اور محکم جسم والا (مدمج ایسے گھوڑے کو کہا جاتا تھا جسے خوب خوراک دی جاتی اور جب وہ خوب موٹا ہو جاتا تو اُسے روزانہ دوڑایا جاتا اور ہر روز پہلے کی نسبت زیادہ مسافت تک لے جایا جاتا ہے حتی کہ اُس کا جسم پتھر کی طرح سخت ہو جاتا. نہ وہ تھکتا اور نہ اس کا سانس پھولتا ہے، یہ رواج ہمارے ہاں اَب تک مروج ہے. مترجم).

۴- اَعْنِهِ: یعنی اُسے اذیت میں مبتلا کر اور اسے تکلیف سے دوچار کر جو اُس پر گراں بار ہو. معاناة: کا معنی ہے معاساة: یعنی سختیوں اور شدتوں میں مبتلا ہونا. اذیتوں سے دوچار ہونا. رسول اللہ ﷺ اللہ کریم کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ابن مدلج اور اُس کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اُس پر اذیت مسلط کر دے. آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر سخت اور بھیانک معاملے کو نا کام بنانے پر قادر ہے.

۵- ساخت به في الارض: یعنی مٹی یا پانی میں دھنس گیا اور غائب ہو گیا. مفجج: فجاج سے ہے اور فجاج کی جمع ہے. پہاڑی راستے کو فج کہتے ہیں.

۶- شاعر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا قبول کر لی اور سراقہ کو ایسی اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا جس کا سامنا کرنے کی اُس میں طاقت نہیں تھی. ردّهٗ یعنی اسے الٹے پاؤں لوٹا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اُسے ناکام ونامراد بنا دیا. لَمْ يَتَعَرَّجْ: یعنی وہ دائیں بائیں نہ مڑ سکا. تَعَرَّجَ عن الشيء: کہتے ہیں کسی چیز سے پھر جانا اور اُس کو ترک کر دینا. سراقہ بن مالک کا واقعہ سیرت ابن ہشام میں تفصیل سے بیان ہوا ہے (96/2) یہ واقعہ ذیل میں قارئین کی دلچسپی کے لیے درج کیا جاتا ہے.

"ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھ سے امام زہری نے بیان فرمایا ہے کہ عبدالرحمن بن مالک بن جعشم نے اِس واقعہ کو اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے چچا سراقہ بن مالک بن جعشم سے روایت کیا ہے. فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو قریش نے آپ کی گرفتاری اور واپسی کے لیے سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا. سراقہ کہتے ہیں میں اپنی قوم کے چند لوگوں کی معیت میں بیٹھا تھا کہ اچانک قوم کا ایک شخص وہاں آیا اور وہاں کھڑے ہو کر ہمیں بتایا. میں نے تین آدمیوں کا قافلہ دیکھا ہے. جو کچھ دیر پہلے میرے پاس سے گزرا ہے. میرا خیال ہے وہ محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھی ہوں گے. سراقہ کہتے ہیں میں نے اُسے کن انکھیوں سے اشارہ کر کے چپ رہنے کو کہا پھر میں نے کہا. وہ تو فلاں کے بیٹے تھے. اپنا گمشدہ اونٹ تلاش کر رہے تھے. اُس شخص نے کہا شاید ایسا ہی ہو. یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا. سراقہ کہتے ہیں میں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر اٹھا گھر گیا اور (اپنی لونڈی کو) حکم دیا کہ وادی میں میرا گھوڑا لے جائے اور میں نے اپنے ہتھیار بھی اُسی وادی میں لے جانے کا حکم دیا. میں اپنے گھر کے پچھواڑے سے نکلا. پھر میں نے فال کے تیر لیے اور چل دیا. میں اپنی لونڈی کے پاس پہنچا. میں نے فال کے تیر لیے اور ان سے فال لیا. چنانچہ وہ تیر نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا. اس پر لکھا ہوا تھا تو اُس شخص کو نقصان نہیں دے سکتا. سراقہ بیان کرتے ہیں مجھے امید تھی کہ میں حضور (ﷺ) کو گرفتار کر کے قریش کے پاس لے جاؤں گا. اور انعام میں سو اونٹ پاؤں گا. کہتے ہیں میں اپنے گھوڑے پر

سوار ہو کر اُن کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا میرا گھوڑا مجھے لیے بڑی تیزی سے بھاگ رہا تھا کہ اسے ٹھوکر لگی اور میں اُس سے گر گیا. کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا یہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں میں نے دوبارہ فال لیا. اس مرتبہ پھر وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا. اُس پر لکھا ہوا تھا، تو اُسے کچھ نقصان نہیں دے سکتا. کہتے میں نے اُس فال کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ضرور اُس کا پیچھا کروں گا. فرماتے ہیں میں گھوڑے پر سوار ہو کر پھر اُن کے تعاقب میں چلا. دوبارہ گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں اُس سے گر کر زمین پر آ گیا. کہتے ہیں میں نے یوں اپنے دل میں کہا یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے تیسری مرتبہ پھر فال کے تیسرے حرکشائے نکالے اور فال لی اِس بار بھی میرا ناپسندیدہ تیر نکلا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تو اُن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا. میں بضد رہا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا. اب وہ مجھے نظر آ رہے تھے. میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور اُس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے. میں زمین پر آ رہا. گھوڑے نے زمین سے اپنے پاؤں کھینچ لئے. جہاں گھوڑے نے پاؤں کھینچے وہاں سے بگولے کی صورت میں دھواں نمودار ہوا. کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ آپ کو مجھ سے بچا لیا گیا ہے اور وہ غالب آ چکے تھے. سراقہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُن لوگوں کو آواز دی اور کہا. میں سراقہ بن جعشم ہوں. مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے. خدا کی قسم میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا اور میری طرف سے آپ کو کوئی ایسی چیز نہیں پہنچے گی جو آپ کو ناپسند ہو. سراقہ کہتے ہیں. رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا. اِس سے پوچھو تم ہم سے کیا چاہتے ہو. سراقہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہی کہا. میں نے کہا کہ مجھے تحریر لکھ دیجئے جو میرے اور آپ کے درمیان ایک علامت ہو. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اسے تحریر لکھ دو.

سراقہ کہتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہڈی پر یا کسی چمڑے کے ٹکڑے پر یا ٹھیکرہ پر (راوی کو یاد نہیں) یہ لکھ کر تحریر میری طرف پھینک دی. میں نے وہ تحریر اٹھالی. اسے اپنے ترکش میں رکھ لیا. پھر میں واپس لوٹ آیا. اور خاموش رہا، کسی سے اِس بارے کچھ بات نہ کی حتی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا اور آپ حنین اور طائف کی مہم سے فارغ ہو چکے تو میں گھر سے نکلا. میرے پاس وہ تحریر تھی. میں آپ سے ملنا چاہتا تھا. جب میں آپ سے ملا تو آپ جعرانہ میں تشریف فرما تھے. میں انصار کے ایک چھوٹے سے دستے میں پہنچا. سراقہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ مجھے نیزوں کی کنیوں سے کچوکے دینے لگے اور کہنے لگے. پرے ہٹ، کیا چاہتا ہے؟ سراقہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ناقہ پر سوار تھے. میں قریب ہوا. خدا کی قسم! گویا میں اَب بھی آپ کے پاؤں رکاب میں دیکھ رہا ہوں جیسے وہ درخت کا چربی کی طرح سفید گوند ہو. سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے یہ تحریر آپ کو دکھائی اور عرض کیا. یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کی تحریر ہے. میں سراقہ بن جعشم ہوں. سراقہ کے بقول رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. آج وفا اور نیکی کا دن ہے. اسے میرے پاس آنے دو. سراقہ کہتے ہیں میں آپ کے قریب ہوا. سلام عرض کیا. میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی نصیحت حاصل کروں لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا عرض کروں. صرف اتنا عرض کر سکا کہ یا رسول اللہ! ﷺ میرے پاس بہت سے اونٹ ہیں. جب میں انہیں پانی پلانے کے لیے حوض بھرتا ہوں تو دوسرے اونٹ بھی پانی پینے آ جاتے ہیں کیا اُن کو پانی پلانے سے مجھے ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہر جاندار کو پانی پلانا ثواب کا کام ہے. سراقہ کہتے ہیں پھر میں اپنے لوگوں کی طرف واپس لوٹ آیا اور بارگاہِ رسالت میں اپنا صدقہ روانہ کر دیا.

قافیۃ الدال

●

واللّٰہُ شاھِدُ

اللہ گواہ ہے

یہ اشعار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قریش کے جواب میں کہے جبکہ قریش نے نبی کریم ﷺ کو مقدس مہینوں میں خونریزی کا الزام دیا اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کی (۱)

تَعُدُّوْنَ قَتْلاً فِی الْحَرَامِ عَظِیْمَۃً
وَاَعْظَمُ مِنْہُ لَوْیَرَی الرُّشْدَ رَاشِدُ (۲)

تم حرمت والے مہینے میں کسی شخص کے قتل کو بہت بڑا گناہ شمار کرتے ہو۔ حالانکہ (فتنہ وفساد، مسجد حرام سے روکنا اور کفر وشرک میں مبتلا رہنا) اِس سے کہیں بڑا گناہ ہے

صُدُوْدُکُمْ عَمَّا یَقُوْلُ مُحَمَّدٌ
وَکُفْرٌ بِہٖ واللّٰہُ رَبِّیْ شَاھِدُ (۳)

تمہارا (لوگوں کو اس دین کو قبول کرنے) سے روکنا جو محمد ﷺ کہتے ہیں اور اس کا انکار کرنا حالانکہ میرا رب خود اس کی گواہی دے رہا (حرمت والے مہینے میں قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے)

وَاِخْرَاجُکُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللّٰهِ اَهْلَهُ
لَئِلَّا یُرَی لِلّٰهِ فِی الْبَیْتِ سَاجِدُ(۴)

اور اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجد سے روکنا، اس بات کے پیش نظر کہ بیت اللہ شریف میں کوئی سجدہ کرنے والا نظر نہ آئے

فَاِنَّا وَاِنْ عَیَّرْ تُمُوْنَا بِقَتْلِهِ
وَاَرْجَفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ وَحَاسِدُ(۵)

اگر تم ہمیں اس (خضرمی) کے قتل کی وجہ سے عار دلاتے ہو اور ایک باغی اور حاسد شخص اسلام کے بارے بے پر کی اڑاتا ہے لیکن

سَقَیْنَا مِنْ ابْنِ الْخَضْرَمِیِّ رِمَاحَنَا
بِنَخْلَةَ لَمَّا اَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدُ(۶)

ہم نے ابن الخضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا نخلۃ کے مقام پر جب جنگ کی آگ بھڑکانے والے نے جنگ کی آگ بھڑکا دی

دَمًا وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانُ بَیْنَنَا
یُنَازِعُهُ غُلٌّ مِنَ الْقِدِّ عَارِدُ(۷)

ہم نے اُس کا خون بہایا اور اب عبداللہ کا بیٹا عثمان ہمارے درمیان ہے جسے چمڑے کی مضبوط بیڑی کھینچ رہی ہے

حواشی

۱- ''سیرت ابن ہشام'' میں ہے کہ یہ اشعار عبداللہ بن جحشؓ کے بارے میں ہیں یعنی عبداللہ بن جحش بن رئاب الاسدی. ابن اسحاق لکھتے ہیں. رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ آٹھ مہاجرین بھی روانہ کیے. اُن میں ایک بھی انصاری نہیں تھا اور انہیں ایک تحریر لکھ کر دی اور حکم دیا کہ اِس کو اُس وقت تک نہیں دیکھنا جب تک کہ دو دن کی مسافت طے نہ کر لو. پھر اِس کو دیکھنا اور اِس میں جو ہدایات ہوں اُن پر عمل کرنا لیکن اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا.

عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ جو مہاجرین تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس، اُن کے حلیفوں میں سے عبداللہ بن جحشؓ جو سردار دستہ تھے اور عکاشہ بن محصن بن حرثان جو بنی اسد بن خزیمہ کے ایک فرد تھے اور بنی عبد شمس کے حلیف تھے. بنی نوفل بن عبد مناف میں سے عتبہ بن غزوان بن جابر اور اُن کے حلیفوں میں سے تھا. بنی زہرہ بن کلاب میں سعد بن ابی وقاص، بنی عدی بن کعب میں عامر بن ربیعہ اور اُن کے حلیفوں عنز بن وائل میں سے واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع جو بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے اور اُن کے حلیف تھے. خالد بن بکیر جو بنی سعد بن لیث کے قبیلہ سے تھے اور بنی تمیم کے حلیف تھے. بنی حارث بن فہر سے سہیل بن بیضاء (عبداللہ بن جحش کو ملا کر کل تعداد نو بنتی ہے).

دو روز کی مسافت کے بعد عبداللہ بن جحشؓ نے آپ کی تحریر دیکھی اس میں تحریر تھا کہ جب تو میری اس تحریر کو دیکھے تو چل دینا حتیٰ کہ نخلہ کے مقام پر پڑاؤ کرنا جو مکہ اور طائف کے درمیان پڑتا ہے اور قریش پر یہاں بیٹھ کر نگاہ رکھنا اور ہمیں اُن کے بارے اطلاعات دینا. جب عبداللہ بن جحشؓ نے تحریر پڑھی تو عرض کیا. ہم ضرور آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے. پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور اُنہیں بتایا. رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نخلہ کی طرف جانے اور قریش پر نظر رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ ہم آپ کو اُن کے بارے اطلاعات فراہم کریں. آپ نے مجھے روک دیا ہے کہ کس کو مجبور کروں. تم میں سے جو شہادت کا خواہش مند اور اِس میں رغبت رکھتا ہے وہ آئے اور جو اِسے ناپسند کرتا ہو وہ واپس لوٹ جائے. میں رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ضرور عمل کروں گا. چنانچہ وہ سب عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ چل پڑے اور اُن میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہا.

یہ لوگ چلتے رہے حتیٰ کہ جب بحران کے مقام پر پہنچے تو سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا. یہ دونوں ساتھی اُس کو تلاش کرتے کرتے دور نکل گئے اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے. عبداللہ بن جحشؓ اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ چل دیئے حتیٰ کہ نخلہ میں جا اُترے. وہاں سے قریش کے ایک تجارتی کاروان کا گزر ہوا جس پر کشمش، چمڑا اور تجارت کا دوسرا سامان لدا ہوا تھا. اِس قافلہ میں عمرو بن حضرمی بھی تھا.

ابن ہشام کہتے ہیں حضرمی کا اصل نام عبداللہ بن عباد ہے. جو صدف کے قبیلہ میں سے ہے اور صدف کا نام عمرو بن مالک ہے جو سکون بن اشرس بن کندہ سے ہے. اور اس کو کندی بھی کہتے ہیں.

ابن اسحاق کہتے ہیں اِس قافلہ میں عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اُس کا بھائی نوفل بن عبداللہ جو مخزومی تھے اور حکم بن

کیسان جو ہشام بن المغیرہ کا آزاد کردہ غلام بھی موجود تھے۔

جب قافلہ والوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ اُن کے بہت قریب پڑاؤ کر چکے تھے۔عکاشفہ بن محصن جنہوں نے اپنے سر کے بال منڈوا دیئے تھے۔یہ دیکھ کر یہ لوگ مطمئن ہو گئے کہ یہ عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں اور اِن سے کسی قسم کا خطرہ نہیں۔مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا کہ آج رجب کا آخری دن ہے اگر آج رات ہم انہیں چھوڑتے ہیں تو یہ حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔اور ہم اِن سے کچھ تعرض نہیں کر سکیں گے اور اگر ہم انہیں قتل کرتے ہیں تو حرمت والے مہینے میں قتل کرتے ہیں۔لوگ متردد ہوئے کہ انہیں قتل کریں یا نہ کریں۔پھر حوصلہ کیا اور اِس بات پر اتفاق کر لیا کہ جتنے لوگ قتل ہو سکتے ہیں انہیں قتل کر دیتے ہیں اور اِن سے یہ مال چھین لیتے ہیں۔واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو اسیر بنا لیا نوفل بن عبداللہ اِن سے چھپ گیا اور وہ اسے قتل یا گرفتار نہ کر سکے۔عبداللہ بن جحشؓ اور اِس کے ساتھی سامان اور قیدیوں کو لے کر بارگاہ رسالت میں مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

عبداللہ بن جحش کی نسل کے کچھ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا! اس مہم میں جتنا مال ہمارے ہاتھ لگا ہے اس میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہو گا۔یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں خمس مقرر فرمایا تجارتی سامان کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے الگ کر دیا اور بقیہ تمام اپنے ساتھیوں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔میں نے حرام مہینے میں جنگ کرنے کا تو تمہیں حکم نہیں دیا تھا۔سامان اور قیدیوں کو روک لیا گیا اور اُس میں سے کوئی چیز نہ لی گئی۔آپ کی یہ بات سن کر یہ لوگ بہت پریشان ہوئے اور سمجھے کہ ہم تو تباہ و برباد ہو گئے۔خود اُن کے بھائی مسلمانوں نے بھی انہیں برا بھلا کہا کہ انہوں نے یہ کیا کر دیا۔قریش نے اِس واقعہ کو بنیاد بنا کر خوب پروپیگنڈہ کیا کہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں نے حرام مہینے کو حلال بنا دیا خونریزی کی، اِس میں مال چھینے اور لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے۔مسلمان جو مکہ میں تھے۔وہ انہیں یہ جواب دیتے تھے کہ مسلمانوں نے شعبان کے مہینے میں یہ سب کچھ کیا ہے۔یہود نے اِس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اِس طرح فال لیا عمرو بن الحضرمی کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا۔عمرو سے نتیجہ نکالا کہ "عمرت الحربُ": جنگ ہمیشہ جاری رہے گی۔ الحضرمی: "حضرت الحرب": جنگ شروع ہو چکی۔ واقد بن عبداللہ: "وقَدَتِ الحرب": جنگ کے شعلے بلند ہو چکے (گویا اب ہمیشہ مسلمان جنگ میں قتل ہوتے رہیں گے) لیکن بالکل اِس کے برخلاف خود یہودی قتل ہوتے رہے اور ذلت اُن کا مقدر بن گئی۔جب لوگوں میں اِس بارے گفت و شنید کا سلسلہ دراز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ﴾۔ (۲:۲۱۷) "وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے۔آپ فرمایئے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے، اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک اور فتنہ و فساد قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے۔"

جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں تو مسلمانوں کی ساری پریشانی جاتی رہی. رسول اللہ ﷺ نے سامان اور اسیروں کو قبضے میں لے لیا. قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا لیکن آپ نے فرمایا جب ہمارے دونوں ساتھی، سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان ہمارے پاس آ جائیں گے ہم تب اُن قیدیوں کو رہا کریں گے. ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں تم نے اُنہیں قتل نہ کر دیا ہو. اگر ایسا ہوا تو ہم تمہارے اِن دونوں ساتھیوں کو قتل کر دیں گے. چنانچہ جب حضرت سعد اور حضرت عتبہ واپس آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا.

حکیم بن کیسان نے بعد میں اسلام قبول کر لیا. بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے. حتی کہ بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے. رہا عثمان بن عبداللہ وہ مکہ چلا گیا اور کفر کی حالت میں مکہ ہی میں فوت ہوا.

جب عبداللہ بن جحش اور آپ کے ساتھیوں پر عیاں ہوا کہ راہ خدا میں جنگ کرنے کا کتنا اجر و ثواب ہے تو اُنہوں نے اپنی اِس خواہش کا اظہار کیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم چاہتے ہیں کہ ہم کسی جنگ میں شرکت کریں اور مجاہدین کا اجر حاصل کریں چنانچہ اُن کے جذبہ جہاد کی قدر دانی میں یہ آیات نازل ہوئیں. ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۲:۲۱۸) ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ اُمید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے.''

امام زہری اور یزید بن رومان حضرت عروہ بن زبیر سے اِس ضمن میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں. جسے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے. حدیث یہ ہے.

عبداللہ بن جحش کے اہل خانہ میں سے کسی شخص نے بیان کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے جب مال غنیمت کو حلال فرمایا تو اُسے اِس شرح کے مطابق تقسیم کیا. چار حصے، مال غنیمت حاصل کرنے والے لوگوں کے لیے اور پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسول کے لیے. اِس آیت کریمہ کا شان نزول وہ واقعہ ہے. جو عبداللہ بن جحش کی مہم میں پیش آیا. ابن ہشام کے بقول یہ پہلی غنیمت ہے جو مسلمانوں نے حاصل کی. عمرو بن الحضرمی پہلا شخص ہے جسے مسلمانوں نے قتل کیا. عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان پہلے قیدی ہیں جو مسلمانوں نے گرفتار کیے.

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جحش کے غزوہ کے بارے میں کہے. کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہیں. یہ اشعار اُنہوں نے اُس وقت کہے جب قریش نے کہا کہ محمد (رسول اللہ ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں نے شہر حرام کو حلال کر دیا ہے. افسوس اِس مہینے میں خونریزی کے مرتکب ہوئے ہیں، مال چھینا ہے اور لوگوں کو اسیر کیا ہے.

- **في الحرام**: یعنی شہر حرام (موصوف محذوف ہے صفت مذکور ہے). **العظيمة**: یعنی الخطيئة العظيم، بڑا گناہ. **اعظم منه**: یعنی حرمت والے مہینے میں قتل کرنے سے بڑا گناہ. **لَوْيَرَى الرَّشْدَ الرَّاشِدُ**: یعنی اگر کوئی عقل مند انصاف سے کام لے.

۳- **الصدود**: اعراض یعنی اس دعوت سے اعراض جو رسول اللہ ﷺ دے رہے ہیں. **والله ربي شاهد**: ''سیرت ابن ہشام'' میں والله رَاءٍ وَشَاهِدٌ کے الفاظ ہیں.

۴- **اِخْرَاجُكُمْ مِنْ مَّسْجِدِ اللّٰهِ اَهْلَهٗ**: یعنی سب سے بڑا گناہ جو حرمت والے مہینے میں قتل کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے یہ ہے کہ تم

نے محمد ﷺ کے پیروکاروں یعنی مسلمانوں کو مسجد (مکہ مکرمہ) سے نکال دیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجانہ لاسکیں.

۵- عَمَّرْ تُمُوْنَا: عار دلانا، عیب لگانا، اس بارے لیلیٰ اخیلیہ کا شعر ہے.

لعمرك وما بالموت عارٌ على امرئ إذا لم تصبه في الحياة المعاير

''مجھے تیری بقا کی قسم ایک شخص کے لیے موت عار نہیں جب کہ زندگی میں اُسے عیوب نہ پہنچے ہوں.''

بِقَتْلِهٖ: یعنی حضرمی کے قتل کی وجہ سے، تفصیلی واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں.

۶- سقینا...... من ابن الحضرمی: یعنی ہم نے ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کر دیا.

(اس سے پہلے شعر میں اِنَّا کا تعلق اس شعر سے ہے. یعنی اِنَّا سَقَیْنَا ہم نے سیراب کیا).

بِنَخْلَةَ: نخلہ کے مقام پر، یہ ایک مقام ہے جو طائف اور مکہ کے درمیان پڑتا ہے.

اَوْقَدَ الْحَرْبَ: جنگ کی آگ بھڑکا دی.

۷- ابن عبداللہ سے مراد عثمان بن عبداللہ ہے جسے قیدی بنالیا گیا تھا. عثمان جنگ حنین میں جھنڈابردار تھے. جب پہلا علمبردار ذوالخمار قتل ہوا تو عثمان نے جلدی آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھالیا. کہا جاتا ہے کہ عثمان امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آٹھ سن ہجری کو شرک کی حالت میں فوت ہوا.

ینازعہٗ غُلٌّ: یعنی اسے بیڑیاں کھینچ رہی تھیں اور یہ بیڑیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں.

العارد: سخت، مضبوط.

لَيْتَ المماتَ لنا

کاش ہم سب کو موت آ جاتی

یہ اشعار آپؓ نے نبی کریم ﷺ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر روتے ہوئے مرثیہ کے انداز میں پڑھے

أَيَا عَيْنُ جُوْدِيْ وَلَا تَسْأَمِيْ
وَحُقَّ الْبُكَاءُ عَلَى السَّيِّدِ(۱)

اے آنکھ تساہل نہ کر خوب رو کہ سید (المرسلین) پر رونے اور آہ و بکا کرنے کا حق ادا ہو جائے

عَلَى ذِي الْفَوَاضِلِ وَالْمَكْرُمَاتِ
وَمَحْضِ الضَّرِيْبَةِ وَالْمُحْتَدِ(۲)

(خوب رو) بڑی فضیلتوں اور عزتوں والے پر، اچھے اخلاق اور خالص نسب والے پر

عَلَى خَنْدَفِ الْقَوْمِ عِنْدَ الْبَلَاءِ
أَمْسَى يُغَيَّبُ فِيْ مَلْحَدِ(۳)

(اے آنکھ خوب آنسو بہا) قوم کے اُس شخص پر جو مصیبت کے وقت بڑی تیزی سے آگے بڑھتا تھا اور جو سرِ شام لحد میں چھپا دیا جائے گا

فَصَلّٰی الْاِلٰہُ اِلٰہُ الْعِبَادِ
وَاَھْلِ الْبِلَادِ عَلٰی اَحْمَدِ (۴)

معبودِ حقیقی جو بندوں اور کائنات میں بسنے والوں کا معبود ہے. احمد ﷺ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے

فَکَیْفَ الْاِقَامَۃُ بَعْدَ الْحَبِیْبِ
بَیْنَ الْمَحَافِلِ وَالْمَشْھَدِ (۵)

محبوب کے بعد اب محفلوں اور مجلسوں میں بیٹھنا کیسے ممکن ہے

فَلَیْتَ الْمَمَاتَ لَنَا کُلِّنَا
وَکُنَّا جَمِیْعاً مَعَ الْمُھْتَدِیْ (۶)

کاش! ہم سب کو موت آجاتی اور ہم سب اُس ذات پاک کے ساتھ ہوتے جس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی جاتی تھی

حواشی

۱- یہ شعر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس شعر کی طرح ہے جو گزر چکا ہے.

عَیْنُ جُوْدِیْ فَاِنَّ ذَاکَ شِفَائِیْ   لَاتَمَلِّیْ مِنْ زَفْرَۃٍ وَبُکَاء

شعر میں السید جس پر رونا فرض ہے سے مراد آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے.

الفواضل والفضائل: الفواضل فاضلۃ کی جمع ہے اور الفضائل فضیلۃ کی جمع ہے. دونوں کا مصدر فضل ہے جس کا معنی بلند درجہ ہے. **المکرمات**: مکرمۃ کی جمع ہے. یعنی بڑی عزتوں اور شانوں کا مالک ہے. **الضریبۃ**: طبیعت، فطرت. **المحتد**: اصل، کریم النسب.

حضرت ابوبکر صدیقؓ اس شعر میں نبی کریم ﷺ کے مکارم اخلاق کی تعریف کر رہے ہیں اور آپ کی فضیلتوں اور بلند

درجات کو یاد کر کے رو رہے ہیں. آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اِس لائق ہے کہ آپ کے لیے آنکھیں اَشک بار ہوں کیونکہ آپ ہر بری خصلت اور عیب سے پاک تھے اور آپ کی اصل اور نسب میں کوئی شائبہ نہیں تھا.

۳- **خندف:** الخندفہ کہتے ہیں بلی کی طرح چلنے کو، تیز چلنے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (اللسان).

خندف الرجل: خندف قبیلہ کی طرف منسوب شخص، خندف درحقیقت الیاس بن مضر کی بیوی کا لقب ہے. اُس کا نام لیلیٰ بنت حلوان تھا. اُس کی اولاد اپنی ماں کے نام سے معروف ہوئی. تاریخ نگار ذکر کرتے ہیں کہ الیاس کے اونٹ رات کے وقت تتر بتر ہو گئے. الیاس اُن اونٹوں کی تلاش میں نکلا. چنانچہ اُسے 'مدرکہ' کا نام دیا گیا اور اُس کی بیوی لیلیٰ بڑی تیزی سے اس کے پیچھے بھاگی. سو اس وجہ سے اُس کا نام خندف (تیز دوڑنے والی) پڑ گیا. اور اس قبیلہ کو ماں کی طرف نسبت دے دی گئی. اِس کے بعد خندف کا نام ہر اُس شخص کے لیے رمز بن گیا. جو ہمت سے کام لے اور مکارم اخلاق کو اپنانے میں جلدی کرے.

عندالبلاء: مصیبت کے وقت.

الملحد: لحد، قبر. ایک روایت میں علی خیر خندف کے الفاظ ہیں. اس صورت میں معنی یوں ہوگا. اے آنکھ آنسو بہا، قبیلہ خندف کے بہترین انسان پر......

۴- **اَھْلُ البلاد:** [اہل کے لام کے اوپر اگر زبر پڑھیں تو اس کا عطف اَلِاٰلٰہُ پر ہوگا اور معنی ہوگا کہ معبودِ حقیقی جو بندوں کا معبود ہے اور کائنات میں بسنے والے لوگ احمد یعنی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں. اگر اہل کے لام کو مکسور پڑھیں تو اس کا عطف العباد پر ہوگا اور معنی ہوگا کہ بندوں کے معبود اور کائنات میں بسنے والوں کے معبود نبی کریم ﷺ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے. یہ جملہ دعائیہ ہوگا. مترجم] ابن سعد کی روایت میں فصلّی الملك ولی العبّاد کے الفاظ ہیں. اِس صورت میں معنی ہوگا بادشاہ حقیقی جو بندوں کا مددگار اور کارساز ہے، نبی کریم ﷺ پر رحمت نازل فرمائے. اِسی طرح اِس روایت میں اہل البلاد کی جگہ رب البلاد کے الفاظ ہیں.

۵- **فکیف الاقامۃ:** یہ استفہام انکاری ہے یعنی نبی کریم ﷺ کے وصال پُر ملال کے بعد زندگی کی ساری چاشنی ختم ہو کر رہ گئی ہے. اب محفلوں اور مجلسوں میں انسان بیٹھے تو کیسے بیٹھے. ابن سعد کی روایت میں یہ شعر یوں ہے.

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ

''محبوب کو کھو کر زندگی کیسے بسر ہو. جو کائنات میں رہنے والے تمام لوگوں کا سنگھار تھے.''

۶- اِس مرثیہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ محبت کے انتہائی بلند جذبے کے اظہار کے ساتھ ختم کرتے ہیں تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہم سب مسلمان بھی آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ موت کی نیند سو جاتے اور اپنے رب کے جوارِ رحمت میں اُن کے ساتھ ہوتے. یہ دراصل اِس بات سے کنایہ ہے کہ محبوب رب العالمین ﷺ کی جدائی کے بعد زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی. مجھے یہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وہ بات یاد آ رہی ہے کہ جب اُنہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ اور تمام لوگ غم سے نڈھال ہو چکے ہیں تو اُنہوں نے فرمایا. جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی. اِس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے محبوب سے کس قدر گہرا تعلق خاطر تھا اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد دنیا اُن کی نظر میں کتنی حقیر بن گئی تھی.

●

لیتَ القِیامَۃ قامَتْ...

کاش قیامت قائم ہو جاتی

یہ بھی مرثیہ ہے جو آپؓ نے نبی کریم ﷺ کے بعد اُمت مسلمہ کی حالت زار کے پیش نظر نظم فرمایا

اَمْسَتْ هُمُوْمٌ ثِقَالٌ قَدْ تَاَوَّبْنِیْ
مِثْلُ الصُّخُوْرِ عِظَامٌ هَدَّتِ الْجَسَدَا (۱)

بڑی بڑی چٹانوں کی مانند اندوہناک غموں نے مجھے روند ڈالا اور میرے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے

یَا لَیْتَنِیْ حَیْثُ نُبِّئْتُ الْغَدَاۃَ بِهٖ
قَالُوْا: الرَّسُوْلُ قَدْ اَمْسٰی مَیِّتاً فُقِدَا (۲)

جس صبح مجھے آپ ﷺ کے وصال کی اطلاع ملی، تو اے کاش! میں اِس سے پہلے مر چکا ہوتا

لَیْتَ الْقِیَامَۃَ قَامَتْ عِنْدَ مَهْلِکِهٖ
کَیْلَا نَرٰی بَعْدَهٗ مَالاً وَلَا وَلَدَا (۳)

کاش! اُن کے وصال کے وقت قیامت برپا ہو جاتی
تاکہ ہم آپ کے بعد مال و اولاد کو نہ دیکھتے

وَلَسْتُ آسَى عَلَى شَيْءٍ فُجِعْتُ بِهِ
بَعْدَ الرَّسُوْلِ إِذْ أَمْسَى مَيِّتاً فُقِدَا

مجھے کوئی غم نہیں اُس چیز کے چھن جانے پر جس کے ساتھ مجھے مصیبت میں مبتلا کیا گیا.
اِس کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے

كَمْ لِيْ بِبُعْدِكَ مِنْ هَمٍّ يُنَصِّبُنِيْ
إِذَا تَذَكَّرْتُ أَنِّيْ لَا أَرَاكَ أَبَدَا(۴)

آپ کی جدائی سے مجھ پر غموں کے پہاڑ آ گرے ہیں اور انہوں نے مجھے چور چور
کر دیا ہے. جب میں یاد کرتا ہوں کہ میں آئندہ آپ کو کبھی نہیں دیکھ سکوں گا
(تو میرے اوسان خطا ہو جاتے ہیں)

كَانَ الْمُصَفَّى مِنَ الْآفَاتِ قَدْ عَلِمُوْا
وَفِي الْعَفَافِ فَلَا تَعْدِلْ بِهِ أَحَدَا(۵)

نبی کریم ﷺ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک تھے. سب لوگ جانتے ہیں کہ
عفت و پاکدامنی میں کوئی آپ کا ثانی نہیں تھا

نَفْسِيْ فِدَاؤُكَ مِنْ مَيْتٍ وَمِنْ بَدَنٍ
مَا أَطْيَبَ الذِّكْرَ وَالْأَخْلَاقَ وَالْجَسَدَا(۶)

میری جان قربان اُس (مبارک) میت اور بدن پر، جن کے جسم اور اخلاق کا ذکر
کس قدر پاکیزہ ہے

حواشی

۱- تأوّبنی : اصل میں تتأوّبنی ہے. رات کے وقت غم میرے پاس بار بار آتے ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے جو مجھے غم لاحق ہوتے ہیں وہ مجھ پر بڑے سخت طریقے سے اثر انداز ہوئے ہیں. بڑی بڑی چٹانوں کی مانند انہوں نے گویا میری ہڈیوں کو توڑ دیا ہے اور ریزہ ریزہ کر دیا ہے. ایک روایت میں اُمست کی جگہ باتَتْ کے الفاظ ہیں.

۲- یعنی جس وقت صبح کے وقت آپ کے وصال کی خبر دینے والا میرے پاس آیا میں اُس جانکاہ خبر کو سننے سے پہلے اِس دنیا سے جا چکا ہوتا.

۳- حالات کی سنگینی کا تذکرہ کرتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ کاش! آپ کے وصال کے ساتھ ہی یہ دنیا ختم ہو جاتی. یہ مضمون آپ کے مراثی میں جگہ جگہ مذکور ہے. اِس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو نبی کریم ﷺ سے کس قدر محبت تھی.

عِنْدَ مَهْلِكِهٖ : یعنی آپ کے وصال کے وقت، ابوبکر صدیق ؓ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں مال و اولاد کی کچھ حیثیت نہیں. آپ کی موت سب خوشیاں اور سعادتیں لے گئی. اِس مفہوم کی تائید آپ کے ایک اور شعر سے بھی ہوتی ہے.

ولست آسی علی شیء فجعتُ بہ

بعد الرسول اذ أمسی میتاً فقدا

''رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کسی چیز کے چھن جانے سے مجھے کوئی غم نہیں ہوتا.''

۴- يُنَصِّبُنِى الْهَمُّ : مجھے یہ غم تھکا دیتے ہیں. یہ لفظ نصب سے مشتق ہے. نصب کہتے ہیں سخت تھکاوٹ کو. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کی حالت نہایت سنگین ہوگئی اور اُن کی نظر میں یہ دنیا بہت حقیر ہوگئی تھی. انہیں اب دنیا کی لذتوں اور رنگینیوں سے کچھ واسطہ نہیں رہا. کائنات کا حسن و جمال تو رسول اللہ ﷺ کی بدولت تھا. پھر وہ غم واندوہ کی تصویر بنے اپنے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ اکیلے کیسے زندگی بسر کریں گے.

۵- اس شعر میں ایک طرف اگر محبوب کی خوبیوں کو یاد کر کے رونے اور اُن کی جدائی کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں کا تذکرہ ہے تو دوسری طرف دنیا سے کوچ کر جانے والے اللہ کے محبوب نبی ﷺ کے فضائل و مناقب پر گریہ وزاری کا مضمون پایا جاتا ہے. رسول اللہ ﷺ تمام آفات بشری یعنی عیوب اور نقائص سے پاک تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کو رب العالمین نے ادب سکھایا اور خوب ادب سکھایا. جس طرح کہ آپ تمام علائق دنیا سے پاک وصاف تھے. کوئی چیز طہارت اور طبیعت کی پاکیزگی میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی.

۶- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اِس مرثیہ کو ختم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری زندگی اور جان جس کا میں مالک ہوں اور جو میری زندگی کی سب سے گراں قدر متاع ہے. رسول اللہ ﷺ پر قربان ہوں.

قافية الرّاء

عزّروا الأمْلاكَ

انہوں نے بادشاہوں کی ملامت کی

عَـزَّرُوا الْأَمْلَاكَ فِـيْ دَهْـرِهِـمْ
وَأَطَـاعُـوْا كُـلَّ كَـذَّابٍ أَشِـرْ(۱)

اُنہوں (مشرکین) نے اپنے زمانے کے بادشاہوں کو ملامت کیا اور ہر جھوٹے ناشکرے کی اطاعت کی

حواشی

۱۔ عَزَّرُوْا: ملامت کی، عَزَّرَہٗ کا معنی ہے اُس کو ادب سکھایا۔ اِس کا ایک معنی سخت سزا دینا اور مارنا بھی ہے۔
اَلْاَمْلَاکَ: ملوک یعنی بادشاہ، مَلِك کی جمع ملوک اور املاک دونوں طرح آتی ہے۔
الکذاب الاشر: پرلے درجے کا جھوٹا اور انتہائی ناشکرا۔ (مشرکین کی مذمت فرما رہے ہیں جو بادشاہوں یعنی نبی کریم ﷺ جیسے جلیل القدر لوگوں کی ناقدری کرتے ہیں اور جھوٹے ناشکروں کی اطاعت پر کمربستہ دکھائی دیتے ہیں)۔

فَهُمْ خِيرَةُ الرحمن

وہ رحمٰن کے افضل و اعلیٰ بندوں میں سے ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار حضرات انصارؓ کی مدح میں کہے۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیغام کی مدد اور اعلائے کلمۃ الحق میں جو کردار ادا کیا تھا اِس کی تعریف کی

أَتَذْكُرُ دَارًا بَيْنَ دَمْخٍ وَمَنْوَرَا
وَقَدْ آنَ لِلْمَحْزُونِ أَنْ يَتَذَكَّرَا (۱)

کیا تو اُس گھر کو یاد کر رہا ہے جو دمخ اور منور پہاڑ کے درمیان واقع ہے
اور ایک مبتلائے حزن و ملال کے لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ اس گھر کو یاد کرے

دِيَارٌ لَنَا كَانَتْ وَكُنَّا نَحُلُّهَا
لَدَى، الدَّهْرُ سَهْلٌ صَرْفُهُ غَيْرُ أَعْسَرَا (۲)

وہ گھر جو ہماری ملکیت تھے اور ہم اُن میں بستے تھے
اور گردش دوران ہمارے لیے آسان تھی مشکل نہیں تھی

فَحَالَ قَضَاءُ اللهِ بَينِي وَبَيْنَهَا
فَمَا أَعْرِفُ الأَطْلاَلَ إِلَّا تَذَكُّرَا(۳)

الٰہی قضاء وقدر میرے اور اُن گھروں کے درمیان حائل ہوگئی اور اب میں کھنڈرات کو نہیں جانتا مگر یہ کہ انہیں یاد کروں

قَضَى اللهُ أَوْحَى أَلَينَا رَسُولَهُ
مُحَمَّداً الْبَرَّ الزَّكِيَّ الْمُطَهَّرَا(۴)

اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا رسول محمد ﷺ کو ہماری طرف مبعوث فرمائے جو نہایت نیک، پاک اور ستھرے ہیں

فَأَنْقَذَنَا مِنْ حَيْرَةٍ وَضَلاَلَةٍ
فَفَازَ بِدِينِ اللهِ مَنْ كَانَ مُبْصِرَا(۵)

اُنہوں نے ہمیں حیرت واستعجاب اور ضلالت وگمراہی سے نکالا، اللہ تعالیٰ کے دین کی بدولت ہر وہ شخص کامیاب ہوگیا جس کی آنکھیں بینا تھیں

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ يَدْعُوهُمُ
إِلَى الرَّشَادِ وَلاَيَأْلُو مَسَاءً وَمَسْفَرَا(۶)

رسول اللہ ﷺ رشد وہدایت کی دعوت دیتے تھے اور صبح وشام اُس سے کبھی اکتاتے نہیں تھے

فَيَسَّرَ قَوْماً لِلْهُدَى فَتَقَدَّمُوا
وَأَهْلَكَ بِالْعِصْيَانِ قَوْماً وَدَمَّرَا(۷)

کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے راہ حق کی طرف ہدایت دی تو اُنہوں نے پیش قدمی کی (اور اُس دعوت کو قبول کر لیا) اور کچھ لوگوں کو اُن کی نافرمانی نے ہلاک اور برباد کر دیا

فَأَوْرَدَ قَتْلَى الْمُؤْمِنِينَ جِنَانَهُ
وَأَلْبَسَهُمْ مِنْ سُنْدُسِ الْمُلْكِ أَخْضَرَا (۸)

اہل ایمان کے مقتولوں کو اپنی جنت کے باغوں میں جگہ عطا فرمائی اور اُنہیں اپنی بادشاہی کی سبز خلعت جو حریر و دیبا کی بنی ہوئی ہے پہنائی

تُحَيِّيهِمْ بِيضُ الْوَلَائِدِ بَيْنَهُمْ
وَيَسْعَرْنَهُمْ مِسْكاً ذَكِيّاً وَعَنْبَرَا (۹)

گوری چٹی حوریں اُنہیں سلام کہتی ہیں اور اُن کے درمیان پاکیزہ عنبر و مُشک لیے پھرتی ہیں

وَأَوْرَدَ قَتْلَى الْمُشْرِكِينَ لِبُغْضِهِمْ
جَحِيماً وَأَسْقَاهُمْ حَمِيماً مُسَعَّرَا (۱۰)

(اللہ تعالیٰ) مشرکین کے مقتولوں کو اُن کے بُغض کی وجہ سے جہنم رسید کرتا ہے اور اُنہیں جہنم کا گرم کھولتا ہوا پانی پلاتا ہے

وَلَمْ يَبْعَثِ اللهُ النَّبِيَّ مُحَمَّداً
بِإِيحَائِهِ إِلَّا لِيَسْنَى وَيَظْهَرَا (۱۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو محض اِس لیے مبعوث کیا ہے اور اُن کی طرف وحی بھیجی ہے تاکہ (اِس دین) کو بلندی حاصل ہو اور وہ (تمام ادیان پر) غالب آجائے

فَأَعْلَاهُ إِظْهَاراً عَلَى كُلِّ مُشْرِكٍ
وَحَلَّتْ بَلَايَاهُ بِمَنْ كَانَ أَكْفَرَا (١٢)

پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر مشرک پر غلبہ عطا فرما دیا اور اُن لوگوں کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا جنہوں نے آپ کی (نبوت) کا انکار کیا

وَأَفْلَحَ مَنْ قَدْ كَانَ لِلّٰهِ طَائِعاً
فَخَفَّ إِلَى أَمْرِ الْإِلٰهِ وَشَمَّرَا (١٣)

جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار تھا وہ دونوں جہانوں میں بامراد ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم (کی بجا آوری) کی طرف لپکا اور تیزی سے بڑھا

وَآزَرَهُ أَبْنَاءُ قَيْلَةَ فَابْتَنَوْا
مِنَ الْمَجْدِ بُنْيَاناً أَغَرَّ مُشَهَّرَا (١٤)

قیلہ نامی عورت کے بیٹوں نے اُن (نبی اکرم ﷺ) کی مدد کی اور مجد و بزرگی کی وہ عمارت تعمیر کی جو سب سے زیادہ عزت والی اور شہرت والی ہے

وَسَمَّاهُمُ الْأَنْصَارَ أَنْصَارَ دِيْنِهِ
وَكَانَ عَطَاءُ اللّٰهِ أَعْلَى وَأَكْبَرَا (١٥)

اور نبی کریم ﷺ نے اُنہیں انصار یعنی اللہ کے مددگاروں کا نام دیا اور اللہ تعالیٰ کی عطا سب عطاؤں سے بلند اور بڑی ہے

وَأَثْنَى عَلَيْهِمْ صَالِحاً فِيْ كِتَابِهِ
فَكَانَ الَّذِيْ أَثْنَى أَجَلَّ وَأَكْثَرَا (١٦)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں اُن کی خوب تعریف فرمائی اور جس کی وہ ذات تعریف وتوصیف فرمائے تو وہی سب سے بڑا جلالت شان والا اور بڑی عزت والا ہے

رَأَى لَهُمْ فَضْلاً فَأَعْطَاهُمُ الْمُنَى
وَكَانَ بِمَا أَعْطَى أَطَبَّ وَأَبْصَرَا (۱۷)

اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے فضیلت کا ارادہ فرمایا تو انہیں اُن کی آرزوئیں عطا کردیں اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور دیکھنے والا ہے اُس کو جو اُس نے عطا فرمادیا ہے

فَلَمَّا أَبَانَ الْخَيْرَ فِيهِمْ أَجَادَهُمْ
وَلَيْسَ مُجَادٌ مَنْ كَانَ مُحْصَرَا (۱۸)

جب اللہ تعالیٰ نے اُن میں بھلائی کو نمایاں پایا تو اُن پر اپنے جود وسخا کے دروازے کھول دیئے اور وہ شخص جس کو بھلائی سے محروم کردیا گیا ہو، وہ مورد عطا نہیں ہوا کرتا

وَكَمْ بَذَلُوا لِلّٰهِ جُهْدَ نُفُوسِهِمْ
فَصَارُوا بِذَاكَ الْبَذْلِ مِنْ سَادَةِ الْوَرَى (۱۹)

اُن لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی بے پناہ کوششیں صرف کیں اور وہ اُن کوششوں کی بدولت دنیا کے سردار بن گئے

فَهُمْ خِيرَةُ الرَّحْمَنِ مِنْ كُلِّ مُشْرِكٍ
وَكُلِّ يَهُودِيٍّ وَمَنْ قَدْ تَنَصَّرَا (۲۰)

وہ رحمٰن کے بہترین بندے ہیں تمام مشرکوں، یہودیوں اور نصرانیوں سے افضل اور اعلیٰ

وَآوَوْا رَسُوْلَ اللهِ اِذْحَلَّ دَارَهُمْ
بِلاَ ضَجَرٍ خُلْقاً سَجِيْحاً مُيَسَّرَا(۲۱)

اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اُس وقت اپنے ہاں پناہ دی
جب آپ اُن کے گھروں میں اترے۔ بغیر کسی اکتاہٹ کے بڑی خندہ پیشانی اور
دریادلی کے ساتھ

وَلَمْ يَمْنَحُوْا الْأَعْدَاءَ اِلَّا مُقَوَّماً
أَصَمَّ رُدَيْنِيًّا وَعَضْباً مُذَكَّرَا(۲۲)

اور انہوں نے دشمنان رسول کو سوائے سیدھے کئے ہوئے تیز ردینی نیزوں اور
تیز کاٹ والی تلواروں کے کچھ نہ دیا

أُبَاةٌ يَفُوْزُ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْهُمْ
وَسَوْفَ يَنَالُ الْفَوْزَ مَنْ قَدْتَأَخَّرَا(۲۳)

یہ بڑے خوددار لوگ ہیں۔ اُن میں سے جو آگے بڑھ گیا ہے۔ وہ بھی کامیاب ہو گیا
ہے اور جو پیچھے ہٹ گیا ہے وہ بھی عنقریب کامیاب وکامران ہو جائے گا

هُمُ ابْتَدَرُوْا فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ عَدُوَّهُمْ
بِكُلِّ امْرِیءٍ فِي الرَّوْعِ لَيْسَ بِأَوْجَرَا(۲۴)

انہوں نے بدر کے روز جنگ میں تمام لوگوں سے پہلے دشمن پر حملہ کیا اور اُن میں
سے کسی شخص نے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا

عَلَى كُلِّ غَوْجٍ أَخْدَرِيٍّ مُعَاوِدٍ
يُرَى الْمَاءُ عَنْ أَعْطَافِهِ قَدْ تَحَدَّرَا (۲۵)

چوڑے سینے والے اخدری نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر جو پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے سے نہیں تھکتا، سوار ہو کر انصار نے دشمن سے جنگ کی اور اِس غضب سے لڑے کہ گھوڑوں کے دونوں طرف سے پانی (پسینہ) گرتا نظر آتا تھا

كَأَنَّ عَلَى كِتْفَيْهِ وَاللَّيْلُ مُظْلِمٌ
إِذَا زَبَنَتْهُ الْحَرْبُ فِي الرَّوْعِ قَسْوَرَا (۲۶)

جب جنگ لوگوں کو خوف (کی وادی) میں دھکیل رہی تھی اور رات تاریک ہو رہی تھی تو گویا اُن گھوڑوں کی پیٹھ پر شیر سوار تھے

يَطَأْنَ الْقَنَا وَالدَّارِعِينَ كَأَنَّمَا
يَطَأْنَ قَوَارِيرَ الْعِرَاقِ مُكَسَّرَا (۲۷)

وہ نیزوں اور زرع پوشوں کو یوں روندرہے تھے گویا عراق کے بنے ہوئے ٹوٹے شیشوں کو روندرہے ہوں

فَكَانَتْ رِجَالُ الْمُشْرِكِينَ وَخَيْلُهُمْ
يَرَوْنَ بِهِنَّ الْمَوْتَ أَسْوَدَ أَحْمَرَا (۲۸)

مشرکوں کے مردان کارزار اور اُن کے گھوڑے انصار کے مردوں اور گھوڑوں کی صورت میں میں سیاہ اور سرخ موت کو دیکھ رہے تھے

إِلَى أَنْ أَعَزَّ اللّٰهُ مَنْ كَانَ بِالْهُدَى
مُقِرًّا وَرَدَّى الذُّلَّ مَنْ كَانَ أَنْكَرَا (۲۹)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو عزت عطا کی جنہوں نے ہدایت (آسمانی یعنی اسلام) کا اقرار کر رکھا تھا اور انکار کرنے والوں کو ذلت کا لباس پہنا دیا

وَأَوْطَأَ نَبِيَّ اللّٰهِ أَطْرَافَ مَكَّةٍ
وَأَدْخَلَهُ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ الْمُسَتَّرَا (۳۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ توفیق بخش دی کہ وہ مکہ مکرمہ کے اطراف و جوانب کے علاقوں کو اپنے پاؤں سے روندیں اور اللہ کریم نے اپنے محبوب کو بیت اللہ شریف میں جو غلاف میں مستور ہے، داخل فرما دیا

فَطَهَّرَ مِنْ أَرْجَاسِ مَكَّةَ بُقْعَةً
حَقِيقٌ لَهَا أُكْرُومَةٌ أَنْ تُعَطَّرَا (۳۱)

اور خوب پاک صاف کر دیا مکہ مکرمہ جو بڑی عزت والا قطعہ زمین ہے کو ہر قسم کی غلاظتوں سے اور وہ اِس بات کا حقدار ہے کہ اُسے معطر کیا جائے

بِأَيْدِي رِجَالٍ لَا يُرَامُ لَهُمْ حِمًى
إِذَا لَبِسُوا فَوْقَ الدُّرُوعِ السَّنَوَّرَا (۳۲)

(یہ سب کچھ) ایسے لوگوں کے ہاتھوں ہوا جن کے لیے کسی پناہ گاہ کا قصد نہیں کیا جاتا۔ جب کہ وہ زرہوں کے اوپر چمڑے کی صدری پہن لیتے ہیں

فَمَازَالَتِ الْأَصْنَامُ تَحْبَطُ كُلَّمَا
أَشَارَ إِلَى مِنْهَا وَثِيقٍ تَفَطَّرَا (۳۳)

بت گرتے چلے گئے جب اُن میں سے کسی مضبوط بت کی طرف رسول اللہ ﷺ
نے اشارہ کیا، ریزہ ریزہ ہو کر

فَأَرْبَحَ أَقْوَاماً بِأَنْفَعِ سَعْيِهِمْ
وَضَرَّ أُنَاساً آخَرِينَ وَأَخْسَرَا (۳۴)

کئی قوموں کو اُن کی کوشش سے کہیں بڑھ کر نفع پہنچایا. اور کئی دوسرے لوگوں کو
نقصان دیا اور خسارے میں مبتلا کیا

وَوَفَّى النَّبِيَّ اللّٰهُ مَا كَانَ أَوْعَدَا
مِنَ النَّصْرِ وَالْفَتْحِ الْمُبِيْنِ لِيَغْفِرَا (۳۵)

(اس طرح) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مدد اور فتح مبین کا جو وعدہ کیا تھا پورا کر دیا
تا کہ آپ کو (اگلے اور پچھلے تمام جھوٹے الزامات سے) بَری فرما دے

فَحَجَّ إِلَيْهِ النَّاسُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ
بِأَحْسَنِ دِيْنِ اللّٰهِ خُلْقاً وَمَنْظَرَا (۳۶)

لوگ ہر طرف سے اِس (بیت اللہ شریف) کے ارادہ سے چلے آئے. اللہ تعالیٰ کے
اِس دین کو قبول کر کے جو تمام ادیان سے اخلاق (باطنی احوال) اور ظاہری اعمال
کے لحاظ سے بہترین دین ہے

كَمَا شَاءَهُ الرَّبُّ الْعَظِيمُ وَمَا يُرِدْ
يَكُنْ، لَمْ يَخَفْ رَاجُوهُ أَنْ يَتَعَذَّرَا (۳۷)

رب عظیم جس طرح چاہتا ہے اور جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اُس
سے امیدیں باندھنے والا اِس بات سے نہیں ڈرتا کہ (فلاں کام) ناممکن ہے

قَضَى اللهُ لِلْإِسْلَامِ عِزًّا وَرِفْعَةً
وَكَانَ قَضَاءُ اللهِ حَتْمًا مُقَدَّرَا (۳۸)

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے عزت اور رفعت مقدر فرما دی ہے اور اللہ تعالیٰ کا
فیصلہ حتمی ہے جو ہر صورت ہو کر رہتا ہے

حواشی

دمخ: بنی نفیل بن عمرو بن کلاب کا پہاڑ، ایک قول یہ ہے کہ یہ پہاڑ اصحاب الرس کا پہاڑ ہے (جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے) یہ پہاڑ اونچائی میں تقریباً ایک میل ہے (''معجم البلدان'' از یاقوت حموی).

منور: ایک پہاڑ کا نام، اس کا ذکر یزید بن حارثہ کے شعر میں بھی آیا ہے.

انی لعمرك لا اصالح طيّناً   حتی يغور مكان رمح منوَر

ان للمخزون أن يتذكر: یعنی اُس کے لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ اُس کو دوبارہ یاد کرے. جس نے اسے غم میں مبتلا کیا تھا.

۲- دیار نَحُلُّهَا: یعنی ہم اُن میں مقیم تھے یا سکونت پذیر تھے.

صَرْفُهُ: یعنی صرف الدھر، گردش دوراں، زمانے کے مصائب و آلام.

غمرُ أَعْسِر: یعنی گردش دوران آسان تھی مشکل نہیں تھی.

شاعر اُن گھروں میں اپنی رہائش کے زمانے کو یاد کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہاں اُسے ہر طرح کی آسودگی حاصل تھی. اُن گھروں میں تنگی اور سختی کا نام و نشان نہیں تھا. بلکہ یہ گھر خوشیوں کا گہوارہ تھے اور اطمینان سے بھرے ہوئے تھے.

غمر اعسرا: مضاف الیہ کی فتح ضرورت شاعری کی وجہ سے ہے.

۳- **قضاء اللّٰه** : اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکم۔ **الاطلال** : کھنڈرات اور گھروں کے نشانات۔
شاعر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے مجھے اُن گھروں سے دور کر دیا ہے اور اُس پر سکون زندگی سے محروم ہو گیا ہوں۔ اب صرف اُن گھروں کی یاد ہی باقی ہے۔ جو اَب کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

۴- شاعر رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کو رب قدوس نے وحی دے کر بندوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ پھر اُن کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نیک ہیں، پاک ہیں اور صاف ہیں۔
(زکی کا اطلاق باطنی طہارت پر اور مطہر کا اطلاق ظاہری پاکیزگی پر کیا گیا ہے۔ یعنی آپ ظاہراً اور باطناً پاک ہیں۔ کسی قسم کا نقص آپ کی ذات میں موجود نہیں)۔

۵- رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی مزید تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس پیغام نے اُنہیں حیرت واستعجاب اور گمراہی کی دلدل سے نکال کر ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن کر دیا (دوسرے مصرع میں فرماتے ہیں کہ) جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اور آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ کامیاب رہا اور جس نے نافرمانی کی وہ اپنی گمراہی میں بہت آگے نکل گیا جہاں سے واپسی کی ساری راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

۶- **الرَّشَادُ** : رَشَدَ یَرْشُدُ سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ہدایت حاصل کرنا اور استقامت اختیار کرنا ہے۔
لاَ یَاْلُوْا : کمزوری نہیں دکھاتے یا پیچھے نہیں ہٹتے حق کی طرف بلانے سے۔ نبی کریم ﷺ کی دعوت کی ادائیگی میں عادت کو بیان کر رہے ہیں کہ کس طرح آپ لوگوں کو اطاعت خداوندی پر ابھارتے ہیں اور صبح وشام ہر وقت دن رات انہیں راہ مستقیم کی طرف آنے کی دعوت دیتے تھے بغیر کسی اکتاہٹ کے اور بغیر کسی سستی اور کاہلی کے۔

۷- **یَسَّرَ قَوْماً لِلْهُدٰی** : یعنی اُن کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی تو وہ دین محمد ﷺ پر ایمان لائے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
وَ اَهْلَكَ بِـالْعِصْیَانِ : مسلمانوں کے گروہ کے مقابلے میں ایک گروہ گمراہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہلاک وبرباد کر دیا کیونکہ اُنہوں نے اللہ کی تعلیمات سے روگردانی کی اور اُس کے نبی کی رسالت کا انکار کیا۔

۸- **الجنـان** : الجنـات، اس کا واحد جنت ہے۔ سندس، دیبا اور حریر کا بنا ہوا کپڑا۔ یہ فارسی کا لفظ ہے۔ اس شعر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مختلف قرآنی سورتوں کا مضمون لائے ہیں مثلاً ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴾ (التوبہ: 111)۔ ''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمانداروں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اِس عوض میں کہ اُن کے لیے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے اس پر پختہ وعدہ توراۃ اور انجیل اور قرآن (تینوں) کتابوں میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے (اے ایمان والو) پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ سے اور یہی تو سب سے بڑی فیروزمندی ہے۔'' ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴾ (آل عمران: 169)۔ ''اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں۔''
﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ

سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ط نِعْمَ الثَّوَابُ ط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ (الکھف:31).''یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے لیے ہمیشگی کی جنت ہیں رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں انہیں پہنائے جائیں گے ان جنتوں میں کنگن سونے کے اور پہنیں گے سبز رنگ کا لباس جو باریک ریشمی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے کا بنا ہوا ہوگا تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں مرصع پلنگوں پر کتنا اچھا ہے یہ اجر اور کتنی عمدہ ہے یہ آرام گاہ۔''

۹- **بیض الولائد:** سفید رنگت والی نوجوان لڑکیاں (مراد حوریں) جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ ﴿ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴾ (الواقعہ:17)''گردش کناں ہوتے ہوں اُن کے ارد گرد نو خیز لڑکے جو ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے'' یا اسی طرح کا ایک ارشاد ربانی ہے۔ ﴿ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴾ (التکویر:16)''اور (قسم کھاتا ہوں) سیدھے چلنے والے رُک رہنے والے تاروں کی''۔

المسك والعنبر: خوشبو کی دو قسمیں۔

یسعرنهم مسكاً و عنبراً: یعنی وہ چھڑکتی ہیں ان کے درمیان مشک اور عنبر، یا اس کا معنی ہے کہ وہ کستوری اور عنبر جیسی خالص خوشبوئیں لگائے ان کے درمیان چلتی پھرتی ہیں۔

۱۰- **اَوْرَدَهُمْ جَحِيْماً:** یعنی انہیں نار جحیم میں ڈالے گا۔ جحیم جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

الحميم: ایک مشروب، یا گرم پانی۔

المسعّر: جسے آگ پر گرم کیا گیا ہو۔ السعیر جہنم کی آگ کو کہتے ہیں (المسعر کا معنی ہوگا جہنم کی آگ پر گرم کیا گیا پانی)۔

اس شعر میں اس آیت کا مفہوم لیا گیا ہے۔ ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ (التوبہ:68)''وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا ہمیشہ رہیں گے وہ اُس میں''۔ یا اس آیت کا مفہوم ہے۔ ﴿ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ (محمد:15)''کیا یہ اُن کی مانند ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ کاٹ دے گا اُن کی آنتوں کو''۔

۱۱- **بَعَثَهُ بایحانه:** انہیں نبی بنا کر بھیجا اور اُن کی طرف وحی فرمائی۔ **یَسْنٰی:** بلند ہونا۔

یَظْهَرُ: یہ الظہور سے ہے اور الظہور کا معنی بیان اور وضاحت ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو محض اس لیے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے کہ وہ خود اُن کی پشت پناہی کرے۔ اُن کی مدد کرے اور اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دین کو غلبہ حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے۔ ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبہ:33)''وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں کو''۔

۱۲- **فـاعـلاه اظهـاراً:** یہ پہلے مفہوم کی تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلندی عطا فرمائی تاکہ آپ اُن تمام مشرکین پر غلبہ حاصل کرلیں۔ جنہوں نے آیات الٰہی کا انکار کیا۔

وَحَلَّتْ بلايا: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں اور منکروں پر مصائب اور بلائیں نازل ہوگئیں۔ اس بارے ارشاد ربانی ہے۔ ﴿ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (سبا:42)''پس چکھو عذاب جہنم کی آگ کا''۔ ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ﴾ (آل عمران:56)''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تو میں عذاب دوں گا انہیں سخت عذاب''۔

۱۳- افلح من کان طائعا : یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔
فَخَفَّ اِلٰی اَمْرِ اللّٰہِ : یہ کنایہ ہے اطاعت خداوندی کی طرف اہل ایمان کی تیزی سے جانے سے۔
وَشَمَّرَ : اور تیزی سے لپکا، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں کسی طرح کی پس و پیش کا مظاہرہ نہ کیا۔ جو حکم ملا اُس پر لبیک کہتے ہوئے عمل پیرا ہو گئے۔ یہی مضبوط ایمان ہے اور یہی عدم عصیان ہے۔ اِس بارے ارشاد خداوندی ہے۔
﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ (التوبہ:100)۔ ''اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اور ان سے اللہ تعالیٰ اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک''۔

۱۴- آزرَهٗ : اُن کی اعانت اور مدد کی۔
ابناء قَيْلَةَ : قَيْلَة نامی عورت کے بیٹوں نے، قیلۃ سے مراد ہے قیلۃ بنت الارقم بن عمرو جو اوس اور خزرج قبیلوں کی ماں تھی اور یہ دونوں قبیلے رسول اللہ ﷺ کے انصار اور مددگاروں میں سے تھے۔
ابتنوا البنیان الاغر : یعنی اُس ایمان کی بنیاد رکھی جس سے بڑی کسی عزت و شوکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اَغَرّ کا معنی یہاں مشہور ہے۔ سخی آدمی کو بھی رجل اغرّ کہتے ہیں۔ دراصل غُرَّة گھوڑے کی پیشانی پر موجود سفیدی کو کہتے ہیں۔ اسی لیے ہر مشہور دن کو یوم اغرّ کہتے ہیں۔

۱۵- سَمَّاهُمْ : یعنی انہیں یہ نام خود نبی پاک ﷺ نے عطا فرمایا اور اِس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی۔ اِس بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد:7)۔ ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور (میدان جہاد میں) تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

۱۶- اثنٰی علیھم : یعنی اُن کی مدد فرمائی۔

۱۷- رَاٰی لَـهُمْ فَضْلاً : الفضل کا معنی زیادتی ہے۔ اِس کا متضاد نقص یعنی کمی ہے۔ الفضل کا ایک معنی بھلائی بھی ہے اسی سے المفضال اور المفضل ہیں یعنی دوسروں کی نسبت ممتاز اور منفرد۔
اعطاھم المنی : یعنی جو وہ تمنا کرتے تھے اور آرزو کرتے ہیں وہ انہیں عطا فرما دیا۔
کان اطب : یعنی وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور سب سے زیادہ تجربہ رکھنے والا ہے۔
البصر : بصیرت سے ہے۔ امور پر گہری نظر رکھنے والا۔
شاعر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے معاملات کو دیکھا اور اُن کی آرزوں کو جانا اور پھر جو وہ چاہتے تھے اور جس چیز کی تمنا کرتے تھے انہیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا۔

۱۸- اَجَادَهُمْ : جُوْدٌ سے ہے اور جود کا معنی عطاء اور سخاوت ہے۔
المُجَادُ : جس شخص پر سخاوت کی جائے۔ جسے عطا کیا جائے۔
المحصر : جس سے عطا روک لی جائے یا جس سے خیر روک لی جائے۔

شاعر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بدلہ عنایت فرمایا جس کے وہ مستحق تھے اور انہیں وہ کچھ عطا فرمادیا جس کی وہ تمنا رکھتے تھے. کیونکہ وہ اس بخشش وعطا کے مستحق تھے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ایک سخی صاحب جود وعطا اور بخیل کے رویے میں ہمیشہ فرق رہا ہے.

۱۹- **بَذَلُوْا لِلّٰهِ جُهْدَ نُفُوْسِهِمْ** : یعنی انہوں نے وہ سب کچھ خرچ کر ڈالا جو اُن کے بس میں تھا. اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ سب کچھ پیش کر دیا جو اُن کی بساط میں تھا. اور یوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رفعت اور عزت کے مستحق بن گئے. اللہ تعالیٰ نے اِس قربانی کے صدقے انہیں تمام لوگوں پر فوقیت عطا فرمادی. کیونکہ اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا جیسے وہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا.

۲۰- حضرت صدیق اکبرؓ اُن لوگوں کی تعریف اور مدحت سرائی میں بہت آگے نکل جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ونصرت کی. اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا اجر بہت زیادہ ہے. وہ دنیا کے تمام انسانوں پر فضیلت رکھتے ہیں. وہ مشرکین اور دوسرے اُن تمام یہود ونصاریٰ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محترم ہیں جن کو مشرکین مکہ عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اُن سے مسحور ہو کر رہ گئے ہیں.

۲۱- **آوَوْا رَسُـــوْلَ اللّٰهِ** : اہل یثرب نے رسول اللہ ﷺ کا جس والہانہ انداز سے استقبال کیا اُس کی طرف اشارہ ہے. انصارؓ نے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا. انہیں اپنے گھروں میں اتارا.

بِلَاضَجَرٍ : بغیر کسی ناگواری اور تنگی کے.

بلکہ انہوں نے آپ کا استقبال خندہ پیشانی سے کیا. خـلـق سـجـیـح کریمانہ اخلاق کو کہتے ہیں. جس میں کسی احسان اور تکلیف کا شائبہ نہ ہو.

۲۲- **لَمْ يَمْنَحُوْا اِلَّا مُقَوَّماً** : یعنی دشمنوں کو صرف سیدھے کئے ہوئے نیزے دیئے. یہ اِس بات سے کنایہ ہے کہ انصار علیہم الرضوان نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے پیغام کا پورا پورا دفاع کیا اور دشمنوں کو آپ کے قریب نہ آنے دیا.

الرمح الاصم : سخت نیزے یا تیز نیزے. **ردینیا** : ردینہ نامی عورت جو نیزے سیدھے کرنے میں مشہور تھی. اس کی طرف نسبت ہے. **العضب** : تلوار. **المذکر** : کاٹنے والی تلوار.

اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کی مروت اور اُن کی دینی حمیت کو بیان کیا. اک طرف اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو پناہ دی. تو دوسری طرف اپنے ہتھیاروں کے ذریعے آپ کے دین کی حدود کا دفاع کیا.

۲۳- انصار کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ بڑے خوددار ہیں. بڑی عزت کے مالک ہیں اور ہر قسم کی کمینگی اور چھوٹے پن سے دور ہیں.

۲۴- **اِبْتَدَرُوْا الْعَدُوَّ** : دشمن سے برسرپیکار ہونے اور جنگ کرنے کی غرض سے وہ سب سے پہلے تیزی سے دشمن کی طرف لپکے.

فی الروع : جنگ اور خوف کے وقت.

لیس باوجر : یہ وجر سے مشتق ہے اوجر کا معنی ہے خوف کھانے والا، ہراساں ہونے والا.

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انصار کی شجاعت وبہادری کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ غزوۂ بدر کے روز سب سے پہلے جن لوگوں نے حملہ کیا وہ یہی لوگ تھے. انہوں نے کسی کمزوری اور خوف وخطر کا مظاہرہ نہ کیا. بڑی بہادری اور جان نثاری سے لڑے.

۲۵- **علی کل غوج:** غوج کہتے ہیں ایسے گھوڑے کو جس کا سینہ چوڑا ہو.ایسا گھوڑا ہی پلٹ کر حملہ کرنے میں کار آمد ہوتا ہے(اللسان). **الاخدری:** اخدر نسل کا گھوڑا، یہ نسل عرب میں بہت مشہور رہی ہے.
المعاون بھی لفظ غوج کی صفت ہے.یعنی وہ گھوڑا پلٹ پلٹ کر حملہ کرتا ہے لیکن تھکتا نہیں.امرء القیس ایسے گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے. **مکر مفرّ، مقبل مدبر معاً** یعنی پلٹ کر حملہ کرنے والا پھر فوراً پیچھے ہٹ جانے والا، بہت تیزی سے آگے بڑھنے والا اور معاً پیچھے ہٹ جانے والا.(درحقیقت گھوڑے کی تیز رفتاری اور بہادری کا تذکرہ مقصود ہے).حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انصار علیہم الرضوان کی شجاعت کے ساتھ ساتھ اُن کے گھوڑوں کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ اعلیٰ نسل کے جنگ کے لیے تیار گھوڑوں پر سوار تھے جو پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے میں اُن کا ساتھ دے رہے تھے.

۲۶- **كَأَنَّ عَلَى كَتْفَيْهِ قَسْوَرًا:** گویا ان کے کندھوں (پیٹھ) پر شیر سوار ہیں.جب وہ تاریک رات میں جنگ وقتال میں گھستے ہیں.

۲۷- **وَطَأَ يَطَأُ وَطْأً:** روندنا یعنی یہ گھوڑے روندر ہے تھے. **القنا:** نیزے.
الدارعون ،الدارعین: دارع کی جمع ہے زرہ پوش.
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انصار کے گھوڑوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ دشمن کے نیزوں اور ذرع پوش مقتولوں کے سینوں پر یوں دوڑ رہے تھے گویا یہ شیشے کی ٹوٹی ہوئی بوتلوں کو روند رہے ہیں.

۲۸- مشرکین کے گھوڑ سوار اور اُن کے گھوڑے انصار کے گھوڑ سواروں میں سیاہ رنگ کی موت اور سرخ رنگ کی موت دیکھ رہے تھے.سیاہ رنگ کی موت کنایہ ہے دم گھٹ کر مرنے سے اور سرخ رنگ کی موت کنایہ ہے ہتھیاروں کے ذریعے قتل ہونے سے.

۲۹- **أَقَرَّ بِالْهُدَىٰ:** ایمان لایا، **رَدَّى الذُّلَّ:** اسے ذلت کا لباس پہننے پر مجبور کر دیا.
أنكر: آمن کا متضاد ہے.یعنی کفر کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان صالحین کے جھنڈے کو بلند فرما دیا اور اہل کفر کو ذلت سے دوچار کر کے انہیں شکست سے دوچار کر دیا.

۳۰- **أَوْطَأَهُ:** انہیں اِس قابل بنایا کہ وہ روندیں. **اطراف مكة:** مکہ کے گرد و نواح کے علاقوں کو.
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انصار کی ثابت قدمی اور صبر واستقلال کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ غزوہ بدر اور اُس کے بعد واقع ہونے والے غزوات میں ایسی شجاعت و جانثاری کا ثبوت دیا کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ کے اردگرد کے علاقوں کو روند ڈالا اور بالآخر آپ مکہ مکرمہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو گئے.اِس بارے ارشاد ربانی ہے. ﴿ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ﴾ (الصف:13).

۳۱- **طَهَّرَ:** پاک کیا یعنی نبی کریم ﷺ نے. **الادجاس:** رجس کی جمع ہے.ہر طرح کی گندگی اور غلاظت.
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں.اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ آزاد کرانے اور اُس میں داخل ہونے کی توفیق بخش دی. چنانچہ انہوں نے اِس شہر مقدس کو فتح کرنے کے بعد اُسے ہر طرح کی آلائشوں سے پاک کر دیا حتیٰ کہ اُس کے اطراف وجوانب عطر بیز ہو گئے. ہاں یہ ضروری تھا کیونکہ ایسا مقدس شہر معطر پاک وصاف رکھا جاتا ہے.

۳۲- **بايدى رجال:** جار مجرور گذشتہ افعال اوطا، ادخلہ اور طہر کے متعلق ہیں (ترجمہ میں میں نے یہ بات واضح کر دی ہے).

یہاں رجال سے مراد نبی کریم ﷺ کے شاہسوار یعنی انصار اور مہاجرین ہیں.
لَا بُرَامُ لَهُمْ حِمىً: کیونکہ اُن کا مددگار اللہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے. ﴿وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾ (الحشر:11) ''اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے.
۴۳- مازالت الاصْنَامُ تَخبطُ: یعنی گر پڑے اِس حال میں کہ وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکے تھے.
الوثیق: مضبوط.
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں. نبی کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور بتوں کو پاش پاش کیا.
سیرت ابن اسحاق میں مرقوم ہے.
مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُنہوں نے عبداللہ یعنی عبداللہ بن ابوثور سے اور وہ صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے اور لوگ مطمئن ہو گئے تو باہر نکلے حتی کہ بیت اللہ شریف آئے اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کے سات چکر لگائے اور اپنے ہاتھ میں موجود عصا سے جس کا سرا مڑا ہوا تھا بتوں کو گرایا پھر استلام حجر اسود کیا. جب آپ ﷺ طواف کر چکے تو عثمان بن طلحہ کو بلایا اور اُس سے کعبہ شریف کی چابی لی. از یں بعد دروازہ کھولا. اندر تشریف لے گئے. بہت لوگ کعبۃ اللہ شریف میں جمع ہو چکے تھے.
حضرت ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے باب کعبہ پر کھڑے ہو کر فرمایا. اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں. وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا. اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور اکیلے جتھوں کو شکست دی. یاد رکھو! تمام کارنامے، یا خون یا مال جن کا دعویٰ کیا جاتا رہا وہ سب میرے اِن دو قدموں کے نیچے ہیں سوائے خانہ کعبہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کے منصب کے...... اے خاندان قریش! بیشک اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی کبرو نخوت اور اپنے آباء واجداد پر فخر کرنا تم سے دور کر دیا ہے. تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی. ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:13) ''اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے''.
سیرت ابن ہشام میں اِس واقعہ کو کچھ اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے.
رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اُس میں فرشتوں اور کئی دوسری مخلوق کی تصاویر دیکھیں. آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر میں پانسے کے تیر ہیں. جن کے ذریعے آپ فال لے رہے ہیں آپ نے اُس تصویر کو دیکھ کر فرمایا. اللہ تعالیٰ مشرکوں کا ستیاناس کرے انہوں نے ہمارے بزرگ کو ازلام کے ساتھ فال نکالنے والے کی صورت میں پیش کر دیا. حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان یہ نہیں تھی کہ وہ پانسوں سے فال لیتے. ابراہیم علیہ السلام تو سب سے کٹ کر اللہ کے ہو جانے والے مقرب بندے اور سر تسلیم خم کرنے والے انسان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے. پھر آپ نے اُن تمام تصاویر کے بارے حکم دیا اور اُن تمام کو مٹا دیا گیا. امام ہشام یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا. رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں فتح کے روز اپنی

سواری پر سوار داخل ہوئے. سواری کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کیا. جبکہ کعبہ شریف کے ارد گرد بت تھے جنہیں پگلی ہوئی چاندی سے دیوار کعبہ سے چمٹا دیا گیا تھا. نبی کریم ﷺ عصا سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا اُن بتوں کی طرف اشارہ کرتے گئے اور فرماتے گئے. جاء الحق وزهق الباطل ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا.....'' آپ ﷺ نے اُن میں سے جس بت کی طرف بھی اشارہ فرمایا تو وہ منہ کے بل گر پڑا. اسی بارے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ شعر نظم فرمایا. فَمَا زَالَتْ الاَصْنَامُ تحیط ......الخ.

۳۴- آپ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا اور بتوں کو ریزہ ریزہ کرنا کئی لوگوں کے لیے سودمند ثابت ہوا اور کئی لوگ تھے جنہوں نے اِس سے نقصان اٹھایا. نفع حاصل کرنے والے یقیناً اہل ایمان تھے اور نقصان اٹھانے والے مشرک تھے.

۳۵- آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا اس طرح اس کو پورا فرما دیا جیسا کہ آیت کریمہ میں مذکور ہے. ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴾ (الفتح:1) ''یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے''.

۳۶- یعنی ہر سمت سے لوگ اِس گھر کے ارادے سے کھنچے چلے آئے. اس بارے ارشاد ربانی ہے. ﴿ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ (الحج:27-28) ''اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا وہ آئیں گے آپ کے پاس پاپیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو آتی ہے ہر دور دراز راستہ سے (اعلان کیجئے) تاکہ وہ حاضر ہوں اپنے (دینی دنیوی) فائدوں کے لیے''.

۳۷- **وَمَا یردیکن** : یہ خیال سورۂ یٰس کی اِس آیت کریمہ سے لیا گیا ہے. ارشاد باری تعالیٰ ہے. ﴿ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ (یس:82) ''اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ فرماتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے''. اور اس بارے دوسری آیات سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے. ﴿ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ (البقرہ:117) ''اور جب ارادہ فرماتا ہے کسی کام کا تو صرف اتنا حکم دیتا ہے اُسے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے''.

۳۸- یعنی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے لیے عزت اور بلندی کا فیصلہ صادر فرما دیا ہے اور خدائی فیصلہ بہر صورت نافذ ہو کر رہتا ہے جب کہ اُس کا اپنا ارشاد ہے. ﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴾ (الاحزاب:38) ''اور اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے'' اور اس طرح کی کئی دوسری آیات بھی ہیں مثلاً اللہ کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا ہو کر رہتا ہے.

انّ اللہ ثالثنا

بیشک اللہ ہمارا تیسرا ہے

یہ اشعار حضرت صدیق اکبرؓ نے اسلامی دعوت کے ابتدائی دنوں، مکہ سے نکلنے، غار میں پناہ لینے اور آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مشرکوں کی اذیتوں سے نجات پانے کے دنوں کی یاد کے بارے میں کہے(۱)

قَالَ النَّبِیُّ وَلَمْ أَجْزَعْ یُوَقِّرُنِیْ
وَنَحْنُ فِیْ سُدْفَةٍ مِنْ ظُلْمَةِ الْغَارِ(۲)

جب ہم غارِ ثور کی تاریکی کے ایک بہت بڑے سخت حلقے میں تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں خوف نہ کھاؤں. اللہ کریم مجھے عزت عطا فرمائے گا

لَا تَخْشَ شَیْئاً فَإِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُنَا
وَقَدْ تَوَکَّلْنَا مِنْهُ بِاِظْهَارِ(۳)

ذرا خوف نہ کرو. کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا تیسرا ہے. ہم نے علی الاعلان اُس پر بھروسہ کر رکھا ہے

وَإِنَّمَا الْكَيْدُ لَا تُخْشَى بَوَادِرُهُ
كَيْدُ الشَّيَاطِيْنِ كَادَتْهُ لِكُفَّارِ (۴)

مکروفریب کے آثار سے ڈرنے کی ضرورت نہیں. عنقریب یہ شیطانوں کا مکرو فریب کافروں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا

وَاللهُ مُهْلِكُهُمْ طُرًّا بِمَا كَسَبُوْا
وَجَاعِلُ الْمُنْتَهَى مِنْهُمْ إِلَى النَّارِ (۵)

اور اللہ اُن کے اعمالِ بد کی بدولت اُن تمام کو ہلاک کرنے والا ہے اور اُن کا انجام اُن کو جہنم کی طرف لے جائے گا

وَأَنْتَ مُرْتَحِلٌ عَنْهُمْ وَتَارِكُهُمْ
إِمَّا غُدُوًّا وَإِمَّا مُدْلِجٌ سَارِ (۶)

آپ اُن کو چھوڑنے والے اور اُن سے الگ ہونے والے ہیں. صبح کے وقت یا پھر رات کے وقت (اُن کو چھوڑ کر) جانے والے ہیں

وَهَاجِرٌ أَرْضَهُمْ حَتَّى يَكُوْنَ لَنَا
قَوْمٌ عَلَيْهِمْ ذَوُوْ عِزٍّ وَأَنْصَارِ (۷)

اور آپ اُن کی زمین کو چھوڑنے والے ہیں. حتی کہ ہمارے لیے وہ قوم اُن کے مقابلے میں مددگار ثابت ہو جو عزت والی اور دین کی مدد کرنے والی ہو

حَتَّى إِذَا اللَّيْلُ وَارَتْنَا جَوَانِبُهُ
وَسَدَّ مِنْ دُونِ مَا نَخْشَى بِأَسْتَارِ (۸)

حتی کہ جب رات نے اپنے پہلوؤں میں ہمیں چھپالیا اور جس چیز سے ہم ڈر رہے تھے اُس کی طرف سے پردے تان دیئے ......

سَارَ الْأُرَيْقِطُ يَهْدِينَا وَأَيْنُقُهُ
يَنْعَبْنَ بِالْقَوْمِ نَعْباً تَحْتَ أَكْوَارِ (۹)

تو عبداللہ بن اریقط ہمیں راستہ دکھاتے ہوئے چلا۔ اِس حال میں کہ اُس کی اونٹنیاں (ہم) لوگوں کو لیے اپنے پلانوں کے نیچے بڑی تیزی سے چل رہی تھیں

يَعْسِفْنَ عَرْضَ الثَّنَايَا بَعْدَ أَطْوُلِهَا
وَكُلَّ سَهْبٍ دُقَاقِ التُّرْبِ مَوَّارِ (۱۰)

یہ اونٹنیاں طویل ترین وادیوں اور ایسے صحراؤں میں جن کی ریت باریک تھی میں بے راہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگیں

حَتَّى إِذَا قُلْتُ قَدْ أَنْجَدْنَ عَارَضَنَا
مِنْ مُدْلِجٍ فَارِسٌ فِي مَنْصِبٍ وَارِ (۱۱)

حتی کہ جب میں نے کہا کہ اونٹنیاں بلند جگہ پر پہنچ گئی ہیں تو بنی مدلج کا ایک گھوڑسوار ہمارے سامنے آیا جو ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا جو آگ کے شعلہ کی طرح تیز تھا

يَرْدِيْ بِهِ مُشْرِفُ الْأَقْطَارِ مُعْتَرِضاً
كَالسِّيْدِ ذِي اللَّبْدَةِ الْمُسْتَأْسِدِ الضَّارِيْ (۱۲)

گھوڑا زمین پر زور زور سے پاؤں مار رہا تھا اور اُس کا شہسوار اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے جائزہ لے رہا تھا۔ایک ایسے سردار کی طرح جس کی گردن پر موٹے موٹے بال ہوتے ہیں اور وہ گھورنے والا پھاڑ کھانے والا ہوتا ہے (یعنی شیر کی مانند اُس شاہسوار نے ہمیں دیکھا اور بڑی تیزی سے ہماری طرف بڑھا)

فَقَالَ: كُرُّوْا، فَقُلْنَا: إِنَّ كَرَّتَنَا
مِنْ دُوْنِهَا لَكَ نَصْرُ الْخَالِقِ الْبَارِيْ (۱۳)

تو اُس (شاہسوار) نے کہا، واپس پلٹو، ہم نے کہا ہمیں واپس لوٹانا تیرے بس میں نہیں کیونکہ ہمیں خالق باری کی نصرت و تائید حاصل ہے

أَنْ يَخْسِفَ الْأَرْضَ بِالْأَحْوَى وَفَارِسِهِ
فَانْظُرْ إِلَى أَرْبَعٍ فِي الْأَرْضِ غُوَّارِ (۱۴)

اللہ نے اُس سیاہ رنگ کے گھوڑے اور اُس کے شاہسوار کو زمین میں دھنسا دیا، دیکھ اِس کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس چکے ہیں

فَهِيلَ لَمَّا رَأَى أَرْسَاغَ مُهْرَتِهِ
قَدْ سُخْنَ فِي الْأَرْضِ لَمْ تُحْفَرْ بِمِحْفَارِ (۱۵)

جب اُس نے دیکھا کہ اُس کے گھوڑے کے سم زمین میں دھنس گئے ہیں (اور) زمین کو کدال کے ساتھ کھودا بھی نہیں گیا تو اُس پر خوف و ہراس چھا گیا

فَقَالَ: هَلْ لَكُمْ أَنْ تُطْلِقُوْا فَرَسِيْ
وَتَأْخُذُوْا مَوْثِقِيْ فِيْ نُصْحِ أَشْرَارِ (١٦)

تو اُس نے کہا، کیا تم میرے گھوڑے کو آزاد کرسکتے ہو اور شریروں کو نصیحت کرنے کے بارے میں میرا وعدہ قبول کرسکتے ہو

فَأَصْرِفَ الْحَيَّ عَنْكُمْ إِنْ لَقِيْتُهُمْ
وَأَنْ أُعَوِّرَ مِنْهُمْ كُلَّ عُوَّارِ (١٧)

میں قبیلے (یعنی مشرکین) کو تم سے پھیر دوں گا اگر اُن سے ملوں گا اور اُنہیں (تمہارا پیچھا کرنے سے) پوری طرح باز رکھوں گا

فَادْعُوا الَّذِيْ هُوَ عَنْكُمْ كَفَّ عَدْوَتَنَا
يُطْلِقْ جَوَادِيْ فَأَنْتُمْ خَيْرُ أَبْرَارِ (١٨)

اُس ذات پاک سے دعا کرو جس نے ہماری عداوت کو تم سے روک دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو آزادی دے دے، تم تو سب سے بہتر نیکوکار ہو

فَقَالَ قَوْلاً رَسُوْلُ اللهِ مُبْتَهِلاً:
يَارَبِّ إِنْ كَانَ يَنْوِيْ غَيْرَ إِخْفَارِيْ (١٩)

رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی۔ اے میرے رب! اگر اِس کا ارادہ عہد نہ توڑنے کا ہے......

فَنَجِّهِ سَالِماً مِنْ شَرِّ دَعْوَتِنَا
وَمُهْرَهُ مُطْلَقاً مِنْ كَلْمِ آثَارِ

تو اِسے نجات دے اور ہماری بددعا سے اسے محفوظ بنادے اور اِس کے گھوڑے کو
پاؤں کے دھنسنے کی اِس پریشانی سے نکال دے اور اِسے آزاد فرمادے

فَأَظْهَرَ اللّٰهُ إِذْ يَدْعُو حَوَافِرَهُ
وَفَازَ فَارِسُهُ مِنْ هَوْلِ أَخْطَارِ (۲۰)

جب نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو گھوڑے کے پاؤں کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا
(یعنی اُس کے دھنسے ہوئے پاؤں زمین سے باہر آگئے) اور اُس گھوڑے کا
شاہسوار خطروں کے خوف سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگیا

حواشی

۱- ہجرت کے واقعہ کو ہم گذشتہ صفحات میں بڑی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں.

۲- **وَقَّرَهُ**: عزت دینا. **السدفه**: سخت، بڑا، ہلکا. **الغار**: غار ثور مراد ہے.

۳- **لَاتَخْشَ شَيْئاً**: کسی چیز سے خوف نہ کھاؤ. **فَإِنَّ اللّٰه ثَالِثُنَا** اللہ ہمارا تیسرا ہے. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کفار غار کے دھانے پر پہنچ چکے ہیں اور اگر انہوں نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے تو انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ مبادا وہ اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائیں. سو وہ بے قرار ہو گئے. اسی طرف اشارہ ہے. نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پریشانی دیکھ کر فرمایا. ان دو کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے. جن کا تیسرا اللہ ہو.

۴- نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھی کو اُن اندیشوں سے تسلی دیتے ہوئے جو الفاظ فرمائے اُن کی طرف اشارہ ہے. شیطانی مکرو فریب کے اثرات مٹ کر رہ جائیں گے اور اُن کا نقصان خود کافروں کو اٹھانا پڑے گا.

۵- **مهلكم طُرّاً**: یعنی بغیر کسی استثناء کے اللہ تعالیٰ اُن تمام کو. **بِمَا كَسَبُوا**: اُن کے اعمال بد کی بدولت.
المنتهیٰ: انجام کار. **إِلَى النَّارِ**: جہنم کی آگ کی طرف لے جانے والا ہے. اُن کا انجام معروف ہے. وہ عنقریب جہنم کا ایندھن بن جائیں گے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے.

۶- **مرتحل عنهم**: آپ اُن کو چھوڑ کر جانے والے ہیں. **إِمَّا غُدُوّاً**: یا صبح کے وقت. **وَإِمَّا مُدْلِج**: یا رات کے وقت.
سَارٍ: چلنے والے ہیں (سارِ سریٰ یسریٰ سے اسم فاعل ہے، چلنے والا، بالخصوص رات کے وقت چلنے والا، اس کا عطف مرتحل اور تارک پر ہے).

۷- **حتیٰ یکون لنا قوم علیهم ذُوُوعِزّ**: حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اُن پر غلبہ کے اسباب سے ہمیں نواز دے اور ہمارے مددگار

وہ لوگ بن جائیں جو عزت والے ہوں جو اُن کو منہ کے بل گرادیں اور اُن کی جڑ کاٹ کر رکھ دیں۔

۸- **وارتنا جوانب الليل**: یعنی رات نے ہمیں مشرکین کی آنکھوں سے چھپالیا۔
وَسَدَّ مِنْ دُوْنِ مَا تَخْشٰى بِأَسْتَارِ: یعنی ہم نے امن میں رات گزاری اور ہمیں کافروں کے حملے کا اندیشہ نہ رہا تو......

۹- **سار الاريقط**: یعنی عبداللہ بن اریقط چل پڑا۔ عبداللہ بن اریقط کو نبی کریم ﷺ نے اجرت پر راستہ دکھانے کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ **الاينق**: اونٹنیاں۔ **يعمن بالقوم**: لوگوں (یعنی ہم) کو لے کر بڑی تیزی سے چل رہی تھیں۔
الاكوار: کور کی جمع ہے۔ اونٹنی کی پیٹھ پر رکھا جانے والا پلان جو سواری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گھوڑے کی جس طرح زین ہوتی ہے اونٹ کا پلان ہوتا ہے۔ (پلان اور کجاوہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ کجاوہ اونٹ کی کوہان کے دونوں طرف ہوتا ہے۔ اس میں عموماً بچے اور خواتین بیٹھتی ہیں اور پلان یا کاٹھی اونٹ کی کوہان پر لگی ہوتی ہے اور نیچے سے رسی کے ساتھ اونٹ کے پیٹ سے بندھی ہوتی ہے جس کے اوپر اونٹ سوار بیٹھتا ہے اور پاؤں میں رکاب ڈال کر اونٹ کو تیزی سے دوڑاتا ہے۔ مترجم

۱۰- **يَعْسِفْنَ**: العسف سے ہے۔ بے راہ چلنا۔ **عَرضُ الثنايا**: ثنایا یہاں ثنیّۃ کی جمع ہے۔ پہاڑی راستہ یا سطح مرتفع کا راستہ۔ **السهب**: وسیع صحراء۔ **دقاق الترب**: جس کی مٹی بڑی باریک ہو (بعض صحراء ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی ریت انتہائی باریک ہوتی ہے اور اُن میں چلنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ جانوروں کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ اور وہ بہت تیزی سے نہیں چل سکتے)۔
مَوَّار: فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت چلنے والی، بہت زیادہ حرکت کرنے والی۔

۱۱- **انجدن**: یعنی بلندی پر پہنچ گئی ہیں نجد بلند سطح زمین کو کہتے ہیں۔ **عَارَضَنَا**: ہمارے سامنے آیا۔
من مدلج: بنی مدلج، مدلج سے مراد ابن مرّہ، اسی کی نسل سے سراقہ بن مالک تھا جس کو قریش نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے واپس لانے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ پورا واقعہ گذشتہ صفحات میں مرقوم ہو چکا ہے۔ **فارس**: یعنی اس شاہسوار کا تعلق بنی مدلج سے تھا اور وہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار تھا۔ تیز دوڑنے کو آگ کے روشن ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۲- **الاقطار**: قطر کی جمع ہے، بمعنی کونہ۔
مُشْرِفَ الْاَقْطَارِ: بلند ٹیلوں کو (اگر مُشْرِفُ الاقطار پڑھیں تو معنی ہوگا بلند ٹیلوں کو دیکھنے والا)۔
يَرْدِيْ بِهِ: زمین پر اپنے پاؤں مار رہا تھا۔ یعنی تیز دوڑ رہا تھا۔
السيد ذو اللبدة: لبدہ شیر کی گردن کے بالوں کو کہا جاتا ہے۔ ایسا سردار جس کی گردن پر بال ہوں سے مراد شیر ہے۔
السيد المستأسد: درندہ صفت سردار۔ **الضاري**: پھاڑنے والا، گوشت خور۔
(یہ تمام شیر کی صفات ہیں اور سراقہ کو شیر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے)۔

۱۳- یعنی اُس نے ہمیں یہ کہتے ہوئے آواز دی کہ میرے ساتھ واپس چلو تاکہ میں تمہیں مکہ والوں کے سپرد کر دوں۔
اِنَّ كَرَّتَنَا...... تیرا ہم کو واپس لے جانا تیرے بس میں نہیں کیونکہ ہمیں اللہ جو تمام کائنات کا خالق ہے کی مدد و نصرت حاصل ہے۔ اس لیے تمہیں ہمارا واپس لے جانا محال ہے۔

۱۴- **خُسِفَتِ الْاَرْضُ**: زمین کا شق ہو جانا۔

الاحوی: سیاہ رنگ کا گھوڑا (الاحوی کہتے ہیں سبز رنگ کا گھوڑا جو سیاہی مائل ہو یا سرخ رنگ جو سیاہی مائل ہو)۔

الاربع: یعنی چاروں پاؤں۔

الغوار: زمین میں نیچے چلے جانا۔ اِس میں اشارہ ہے سراقہ کے گھوڑے کے زمین میں دھنس جانے کی طرف جس کا ذکر تفصیلاً گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

۱۵- فَهَبْلَ: یہ ہول سے ہے۔ سخت خوف کو ہول کہتے ہیں۔

الارساغ: رسغ کی جمع ہے۔ گھوڑے کی ٹانگ اور پاؤں کے درمیان جو جوڑ ہوتا ہے۔ اسے رسغ کہتے ہیں۔

المهرة: جوان گھوڑا۔ سُخِنَ فِي الْاَرْضِ: زمین میں دھنس گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں کے دھنس جانے اور اِس پر خوف طاری ہونے کے واقعہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

۱۶- فقال: یعنی سراقہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھی سے مدد کی اپیل کی تاکہ وہ اس مشکل سے نجات حاصل کر سکے۔ اس نے کہا اگر تم مجھے اور میرے گھوڑے کو اس مصیبت سے نجات دلا دو اور میرا قصور معاف کر دو تو میں مشرکین مکہ کو تمہارا پیچھا کرنے سے واپس بھیج دوں گا۔

۱۷- اس بارے وہ مزید کہتا ہے اگر تم میرے لیے دعا کرو گے اور مجھے معاف کر دو گے تو میں قبیلے کو تم سے پھیر دوں گا۔ یہاں قبیلہ سے مراد مشرکین ہیں۔

أُعَوِّرَ مِنْهُمْ كُلَّ عَوَّار: میں تمہاری تلاش سے انہیں پوری طرح باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔

عُــوَّار: ایسا شخص جو کسی راستے پر چلنے کے لیے رہنما کا محتاج ہو خود راستے سے واقف نہ ہو۔ (یعنی میں اُن کو اِس راستے سے بھٹکا دوں گا اور تمہارا پیچھا کرنے سے باز رکھوں گا)۔

۱۸- فَــادْعُــوْا: یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، تاکہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے۔ میں اِس احسان کے بدلے میں مشرکین جو تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔ انہیں واپس بھیج دوں گا۔ سراقہ کہتا ہے کہ تم لوگ مستجاب الدعوات ہو۔ میرے لیے دعا کرو کہ میرے گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر آ جائیں اور وہ بھاگتے ہوئے منہ کے بل نہ گرے۔

۱۹- مُبْتَهِلاً، اَلْاِبْتِهَالُ: دعا اور آہ وزاری۔

اِنْ كَانَ يَنْوِيْ غَيْرَ اِخْفَارِيْ: اگر یہ اس عہد کو جو اس نے اپنی ذات کے ساتھ کیا ہے۔ توڑنے والا نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ سراقہ کو اس مصیبت سے نجات دے دے اگر وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے۔

۲۰- حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے ہاتھ سراقہ کے لیے بارگاہ خداوندی میں بلند ہوئے تو وہ مصیبت جو اُسے پریشان کئے ہوئے تھی ٹل گئی۔ وہ خود بھی محفوظ ہو گیا اور اُس کا گھوڑا بھی خطرے سے باہر آ گیا۔

مَهْصُوصُ الجَناح

ٹوٹے پروں والا

نبی کریم ﷺ کا مرثیہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نظم کیا

لَمَّا رَأَيْتُ نَبِيَّنَا مُتَحَمِّلاً
ضَاقَتْ عَلَيَّ بِعَرْضِهِنَّ الدُّوْرُ (۱)

جب میں نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بے جان لیٹے ہوئے دیکھا تو گھر اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے

أَوْهَيْتُ قَلْبِيْ عِنْدَ ذَاكَ بِهُلْكِهِ
وَالْعَظْمُ مِنِّيْ مَاحَيِيْتُ كَسِيْرُ (۲)

نبی پاک ﷺ کے وصال کی وجہ سے اُس وقت میں نے اپنے دل کو کرچی کرچی پایا اور جب تک میں زندہ رہوں گا میری ہڈیاں ریزہ ریزہ رہیں گی

أَعُيَيْشُ وَيْحَكِ إِنَّ حُبِّيَ قَدْ ثَوَى
فَأَبُوكِ مَهْصُوصُ الْجَنَاحِ ضَرِيْرُ (۳)

اے عائشہ! یہ تو نے کیا کیا. میرا محبوب مٹی کے نیچے چلا گیا. تیرے باپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور اُس کی آنکھوں کا نور جاتا رہا

یَا لَیْتَنِیْ مِنْ قَبْلِ مَهْلَكِ صَاحِبِیْ
غُیِّبْتُ فِیْ جَدَثٍ، عَلَیَّ صُخُوْرٌ (۴)

اے کاش! اپنے دوست کے وصال سے پہلے میں لحد میں غائب کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر چٹانوں (کا بوجھ) ڈال دیا گیا ہوتا

لِلْمُنْجِدِیْنَ حَوَائِجٌ مِّنْ بَعْدِهٖ
تَعْیَا بِهِنَّ جَوَانِحٌ وَصُدُوْرٌ (۵)

اونچی جگہوں سے آنے والے لوگوں کی ضروریات (آپ کے بعد کون پوری کرے گا یہ ضروریات) جو سینوں اور پسلیوں کو عاجز و درماندہ بنا دیں گی

حواشی

۱- **مُتَحَمِّلاً**: آپ کے بے جان جسم کو دیکھا کہ وہ پڑا ہوا تھا.

ضاقت الدور عَلَیَّ: یہ سخت غم والم سے کنایہ ہے. آپ ﷺ کے وصال پر غم والم کی جو کیفیت تھی اُسے گھر کی تنگی کا نام دیا گیا ہے. صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے یہ دنیا تاریک ہوگئی اور اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی. طبقات ابن سعد کی روایت میں مُتَحَمِّلاً کی جگہ مُتَجَدِّلاً ہے. (اگر مُتَجَمِّلاً پڑھیں تو معنی ہوگا جب میں نے نبی کریم کو آراستہ پیراستہ دیکھا (یعنی کفن میں ملبوس دیکھا) تو دنیا اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی).

۲- **اَوْهٰی قَلْبَهٗ عِنْدَ ذَاكَ**: اُس نے اپنے دل کو کمزور اور ٹوٹا ہوا پایا.

الهلك: ہلاکت، موت.

العظم الکسیر: جڑ جانے کے بعد دوبارہ ٹوٹنے والی ہڈی یا ریزہ ریزہ ہڈی.

۳- **اَعُیَیْشُ**: ہمزہ ندا یہ ہے جس کا معنی ہے اے! عُیَیْشُ عائشہ سے تصغیر ہے. یعنی اے میری چھوٹی بیٹی عائشہ.

الحِبُّ: محبوب، پیارا۔ **ثَوی**: چل بسا اور دفن ہو گیا۔
مهصوص الجناح: ٹوٹے ہوئے پروں والا، انسانی بازوؤں کو بھی جناح کہتے ہیں۔
ضَرِیْر: نابینا، جس کی آنکھوں کی روشنی چلی گئی ہو۔
(وَیْحَكِ دعا اور بددعا معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وَیْحَكَ کا معنی تو خوب ہے۔ تیرا بھلا ہو کے علاوہ تو نے کیا کیا ہے اور تیرا ستیاناس ہو تو ہلاک و برباد ہو بھی ہے۔ سیاق کلام کے مطابق یہاں مذکورہ معنی زیادہ بہتر ہے)۔

۴- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش سرور کائنات ﷺ کے وصال سے پہلے ہی مجھے موت آ گئی ہوتی۔ مجھے قبر میں رکھ کر منوں مٹی ڈال کر غائب کر دیا گیا ہوتا اور میں اپنے محبوب نبی ﷺ کے وصال کی خبر نہ سن پاتا۔
الجدث: قبر یا لحد۔

۵- **المنجدون**: مُنْجِدٌ کی جمع ہے اور یہ نجد سے ہے۔ نجد کہتے ہیں اونچی جگہ کو، منجدون کا معنی ہے اونچے علاقوں سے آنے والے لوگ۔ **تغیابهن**: ان ضروریات کو پورا کرنے سے عاجز آ جائیں گے۔
الصدور: سینے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد کوئی شخص ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اب ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنا کسی کے بس میں ہی نہیں رہا۔

وَاحِدٌ قَدِیرٌ

یکتا ہے، قدرت والا ہے

زمانے کے واقعات، انسانی مسائل اور خالق مطلق کی عظمت میں غور وفکر کرتے ہوئے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

یَارُبَّ مَا یُخْشٰی وَلَا یَضِیْرُ
شَیْئًا وَقَدْ ضَاقَتْ بِهِ الصُّدُوْرُ (۱)

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز سے خوف کھایا جاتا ہے حالانکہ وہ کچھ بھی نقصان نہیں دیتی اور اُس کی وجہ سے دلوں میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے

کَمْ مِنْ صَغِیْرٍ عَقْلُهُ کَبِیْرٌ
وَمِنْ کَبِیْرٍ عَقْلُهُ صَغِیْرٌ (۲)

کتنے ہی ایسے چھوٹے انسان ہیں جن کی عقل بہت بڑی ہے اور کتنے ہی ایسے بڑے لوگ ہیں جن کی عقل بہت چھوٹی ہے

وَفِي الْبُحُوْرِ تَغْرَقُ الْبُحُوْرُ
وَاللّٰهُ رَبِّي وَاحِدٌ قَدِيْرُ (۳)

سمندر، سمندروں میں غرق ہو جاتے ہیں، اور اللہ میرا رب ہے جو یکتا ہے اور
ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

تَجْرِي كَمَا يَشَاؤُهُ الْأُمُوْرُ
لَيْسَ لَهُ فِي فِعْلِهِ مُشِيْرُ (۴)

وہ جس طرح چاہتا ہے معاملات سرانجام پاتے ہیں. اُس کے کام میں کوئی اُس کو
مشورہ دینے والا نہیں

وَلَا تُغَيِّرُ كَوْنَهُ الدُّهُوْرُ
عَنْ أَمْرِهِ الْمَيْسُوْرُ وَالْمَعْسُوْرُ (۵)

آسان اور مشکل حالات اُس کی پیدا کردہ کائنات کو اُس کے حکم سے پھیر نہیں سکتے.

حواشی

۱- یُخْشٰی : ڈر جاتا ہے اور گھبرایا جاتا ہے. لَا یُضِیْرُ : کوئی ضرر نہیں دیتی اور کوئی نقصان نہیں دیتی.

۲- اِن اشعار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بعض نظریات کا اظہار فرماتے ہیں. یہ نظریات ایک ایسے دانا شخص کے نظریات ہیں جس نے گردش ایام سے خوب تجربات حاصل کیے ہوں. چھوٹے پن اور بڑے پن کا تعلق دل و دماغ سے ہے. کتنے ہی دنیاوی لحاظ سے بڑے لوگ ہوتے ہیں جن کی عقل چھوٹی ہوتی ہے اور کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں دنیاوی اعتبار سے کوئی بڑائی حاصل نہیں ہوتی لیکن اُن کو فہم و فراست کی بڑائی حاصل ہوتی ہے اور یہ چیز عرب کے حالات سے کلی طور پر موافقت رکھتی ہے. عرب میں عمر کا نہیں عقل و صلاحیتوں کے اعتبار سے سرداری اور زعامت دی جاتی رہی. مثلاً کلیب کی عمر صرف بیس سال تھی لیکن وہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا. وجہ یہ تھی کہ عرب سرداری کے لیے عمر نہیں

فہم وفراست اور شجاعت وبہادری کو ضروری خیال کرتے تھے.

(بقول سعدی شیرازی: بزرگی بعقل است نه به سال).

۳- **فِی البحور تَغْرَقُ الْبُحُوْرُ**: یہاں سمندر سے مراد بیان کا سمندر ہے اوربیان میں جادو ہے.

اللہ ربّی واحِدٌ: یہ اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے. ﴿ قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ﴾ (الاخلاص:1) کہہ دیجئے اللہ ایک ہے، قدیر قدرت رکھنے والا. ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (الاخلاص:4) اور کوئی بھی اُس کی برابری کرنے والا نہیں.

۴- **تَجْرِیْ كَمَا تَشَاءُ**: یہ اِس ارشاد خداوندی سے اقتباس کیا گیا ہے. ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (الانعام:59).''اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور سمندر میں ہے اور نہیں کرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں.''

۵- **الـکـون**: یہاں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہے. الکون کا اصل اطلاق مخلوق خداوندی پر ہوتا ہے. (اِس کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا. آسان اور مشکل زمانے اس کی مشیت کو پورا ہونے سے نہیں روک سکتے).

قافية السين

كُتُبٌ فيها شِفَاءٌ

یہ وہ کتابیں ہیں جن میں شفاء ہے

یہ اشعار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معراج النبی ﷺ کی مناسبت سے کہے ہیں

عَجِبْتُ لِمَا أَسْرَى الْإِلَهُ بِعَبْدِهِ
مِنَ الْبَيْتِ لَيْلًا نَحْوَ بَيْتٍ مُقَدَّسِ(۱)

میں اس بات پر بڑا حیران ہوا کہ معبود برحق نے رات کے بہت تھوڑے وقت میں اپنے بندے کو بیت اللہ شریف سے بیت المقدس تک کی سیر کرائی

كِلَا طَلْقَيْهِ كَانَ مِنْ بَعْضِهَا
ذَهَابًا وَإِقْبَالًا وَمَا مِنْ مُعَرَّسِ(۲)

آپ ﷺ کے آنے اور جانے کے دونوں چکر رات کے نہایت ہی قلیل حصے میں ہوئے اور اس پر آپ نے ساری رات نہیں بتائی

فَآمَنْتُ اِیْمَاناً بِرَبِّیْ وَبَیَّنَتْ
لَنَا کُتُبٌ مِنْ عِنْدِہٖ لَمْ تُلَبَّسِ (۳)

میں اپنے رب پر پختہ ایمان لایا اور اُس کی طرف سے نازل کی گئی کتابوں نے جن میں کوئی التباس نہیں ہم سے (اُس حقیقت کو) بیان کیا

مُبَیِّنَۃٌ فِیْھَا شِفَاءٌ وَرَحْمَۃٌ
وَمَوْعِظَۃٌ لِلسَّائِلِ الْمُتَجَسِّسِ (۴)

(ایسی کتابیں جو) خوب کھول کر بیان کرنے والی ہیں. جن میں شفاء اور رحمت اور حق کے متلاشی سوال کرنے والوں کے لیے موعظت اور نصیحت ہے

نَرَی الْوَحْیَ فِیْھَا مُسْتَبِیْناً وَخُطَّۃً
مِنَ الْوَحْیِ تَمْحُو کُلَّ أَمْرٍ مُعَمَّسِ (۵)

ہم اُس میں وحی خداوندی کو ظاہر اور واضح دیکھتے ہیں اور وحی کا لائحہ عمل مبہم اور الجھے ہوئے معاملے کو مٹا دیتا ہے

اِلٰہٌ عَظِیْمُ الْقَدْرِ أَوْحٰی کِتَابَہٗ
اِلٰی مُصْطَفًی ذِیْ عِفَّۃٍ لَمْ یُدَنَّسِ (۶)

معبود برحق جو عظیم قدرتوں کا مالک ہے، نے مصطفیٰ ﷺ کی طرف اپنی کتاب وحی فرمائی (نبی کریم ﷺ جو) ایسے پاک دامن اور صاحب عفت ہیں کہ جسے آلودہ نہیں کیا گیا

كَرِيمُ الْمَسَاعِي مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ
تَمَكَّنَ مِنهَا فِي نَوَاصٍ وَمَعْطِسٍ (٧)

آپ پسندیدہ خصائل کے مالک ہیں اور بنو ہاشم کے اعلیٰ وارفع خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اپنے خاندان میں پیشانی کے بالوں اور ناک کی جگہ رکھتے ہیں، یعنی سب سے اعلیٰ وافضل ہیں

إِذَا عُدَّتِ الْأَنْسَابُ أَوْ قِسْنَ بِالْحَصَا
فَمَغْرِسُهُ مِنْ هَاشِمٍ خَيْرُ مَغْرِسِ (٨)

جب نسبوں کو شمار کیا جاتا ہے یا کنکریوں کے ساتھ اُن کا اندازہ لگایا جاتا ہے تو آپ ﷺ کا بنی ہاشم کی جڑ سے ہونا بہترین نسب قرار پاتا ہے

فَلَا تُوعِدُوهُ وَاقْبَلُوا مَا أَتَاكُمُ
بِهِ مِنْ رِسَالَاتٍ مَتَى تُوحَ تُدْرَسِ (٩)

پس تم اُن کو دھمکیاں نہ دو بلکہ وہ جو پیغامات لے کر تمہارے پاس آئے ہیں اُن کو قبول کرو (ایسے پیغامات) جب انہیں وحی کیا جاتا ہے تو اُن کو پڑھا جاتا ہے

وَإِلَّا فَإِنِّي خَائِفٌ أَنْ يُعَذَّبُوا
وَيُضْرَبْ عَلَى أَبْصَارِهِمْ ثُمَّ تُطْمَسِ (١٠)

وگرنہ مجھے اندیشہ ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے گا اور اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جائیں گے اور اُن (کی اندرونی کیفیات) کو مسخ کر دیا جائے گا

وَتَلْقَوْا كَمَا لَاقَتْ قُرُوْنٌ كَثِيْرَةٌ
مَضَتْ قَبْلَكُمْ مِنْ صَاعِقَاتٍ وَأَنْحُسِ (۱۱)

اور یہ لوگ گذشتہ بہت سی اقوام کی طرح آسمان سے برسنے والی مختلف قسم کی آگ اور محرومیوں کا شکار ٹھہریں گے

حواشی

۱- اِس شعر میں آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے. ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴾ (بنی اسرائیل:1).(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بابرکت بنادیا ہم نے جس کے گردونواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں، بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا.

۲- كِلَا طَلْقَيْهِ: دونوں چکر، یہ طَلَقٌ کا تثنیہ ہے. دوڑنے میں ایک راؤنڈ کو طلق کہتے ہیں. یہاں مراد ہے آپ کا جانا اور واپس آنا.

یہ واقعہ بہت مشہور ہے آپ ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے. اِس سفر میں آپ ایک سواری پر سوار تھے. جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہے. یہ سواری جس کا نام براق تھا پروں والی تھی. جو رسول اللہ ﷺ کو لے کر اڑتی ہوئی بہت ہی قلیل عرصہ میں بیت المقدس پہنچی، پوری تفصیل اِس دیوان کے آخر میں موجود ہے.

المعرّس: رات کے آخری حصہ میں اترنے والا.

روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ اسراء ومعراج کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے. تو انہوں نے فرمایا اگر یہ میرے آقا کا ارشاد ہے تو سچ ہے اور اِس سے تعجب کی بات کون سی ہے. خدا کی قسم وہ تو یہ بھی بتاتے ہیں کہ رات یا دن کے کسی حصے میں اُن کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے تو میں ایسی بات کی بھی تصدیق کرتا ہوں. یہ چیز اِس سے کہیں زیادہ حیرت افزا ہے جس سے تم حیران ہو رہے ہو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور ﷺ کی زبانی سنا اور آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں.

۳- **فآمنت ایمانا بربی**: یعنی میں اپنے رب پر وہ کامل ایمان لایا جس میں کوئی شک نہیں ہے.

لَنَا كُتُبٌ عنده لم تلبس: یعنی ایسی کتابیں جو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں.

۴- **مُبَيِّنَةٌ**: یعنی ایسی کتابیں جو حقائق کو عیاں کرنی والی ہیں.

فِيْهَا شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ: یعنی اُن کتابوں میں دانائی اور ایمان کی وہ دعوت ہے جو لوگوں کے لیے تسلی اور شفاء ہے. یہ مفہوم

قرآن کریم کی اِس آیت کریمہ میں بھی موجود ہے. ارشاد باری تعالیٰ ہے. ﴿ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس:57) ''اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور (آ گئی ہے) شفاء ان روگوں کے لیے جو سینوں میں ہیں اور (آ گئی ہے) ہدایت اور رحمت اہل ایمان کے لیے''

السائل المتجسس: ایسا سائل جو کائنات کے اسرار و رموز اور اشیاء کی حقیقتوں اور طبائع کی جستجو کرنے والا ہو.

۵- **الامر المعمّس**: اسیر، مبہم، مخفی یا ایسا امر جس میں ابہام ہو.

۶- **الی مصطفی**: یعنی نبی مختار محمد ﷺ کی طرف.

اَوْحیٰ کِتَابَہٗ: یعنی اپنی وحی اپنے محبوب نبی پر نازل فرمائی. اِس کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے.

لَمْ یُدَنَّس: جو ناپاکی سے آلودہ نہیں ہوئے. (یعنی حسب و نسب میں ہر ناپاکی سے مبرا ہیں).

۷- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شریف النسب ہیں. اُن کی قوم میں دوسرا کوئی شخص اِس مرتبے کا نہیں. حسب و نسب اور مقام و مرتبہ میں کوئی دوسرا شخص آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا. کوئی بھی نہیں.

۸- یعنی آپ ﷺ ذاتی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک نہایت ہی اعلیٰ حسب و نسب کے مالک بھی ہیں اور دوسرا کوئی شخص اُن کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا.

۹- **لاتوعدوہ**: اُن کو دھمکیاں نہ دو. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم کو اُس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے یا اُن کو دھمکی دینے سے رک جائیں. آپ انہیں نصیحت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی رسالت کو اور جو پیغام آپ لائے ہیں اُسے قبول کریں کیونکہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ اُن کی زبان سے وحی خداوندی بولتی ہے اور جو پیغامات وہ لے کر تشریف لائے ہیں اُن کو قبول کرنا اور اُن کی حفاظت کرنا فرض ہے.

(قرآنی کیفیت وحی کے لیے مَتیٰ تُوحَ تُدَدَّس کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی یہ کلمات جبریل امین حضور ﷺ کو پڑھ کر سناتے ہیں. وحی کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں).

۱۰- **وَاِلّا**: یعنی اگر یہ لوگ اپنی گمراہی میں بڑھتے چلے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ انہیں دردناک عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جائے جو اُن کے دلوں پر مہر لگا دے. اُن کی آنکھوں کو نورِ اسلام سے محروم کر دے اور وہ اپنی گمراہی میں سرپٹ دوڑتے چلے جائیں.

۱۱- اُن کی سرکشی اور کفر پر اُن کے اصرار کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اُن پر وہی عذاب مسلط نہ ہو جائیں جو پہلی اُمتوں اور سابقہ نسلوں پر مسلط ہوئے اور جو عذاب عرب بادہ جیسے عاد و ثمود پر نازل ہوئے. جیسا کہ قرآن کریم میں ہے. ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ ﴾ (یس:66) ''اور اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں مسخ کر کے رکھ دیتے ان کی جگہوں پر''.

یا ایک دوسری آیت کریمہ ہے. ﴿ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ○ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (یس:49-50) ''یہ (ناہنجار) نہیں انتظار کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو (اچانک) انہیں دبوچ لے گی جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے. پس نہ وہ (اس وقت) کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آ سکیں گے''.

فالحق لا يتلبّسُ

حق کو چھپایا نہیں جا سکتا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش سے مخاطب ہو کر انہیں حق اور ایمان کی طرف بلاتے ہیں

أَشَاقَتْكَ أَطْلَالٌ بِوَجْرَةَ دُرَّسُ
كَمَا لَاحَ فِي الرِّقِّ الكِتَابُ الْمُنَكَّسُ (۱)

کیا وجرہ کے مقام پر موجود آثار قدیمہ نے تیرے شوق کو مہمیز کر دیا ہے۔ (یہ آثار قدیمہ یوں دکھائی دیتے ہیں) جیسے چمڑے پر خط شکستہ ہوتا ہے

أَضَرَّ بِهَا حَتَّى عَفَتْ وَتَنَكَّرَتْ
شُهُورٌ وَأَيَّامٌ مَضَيْنَ وَأَحْرُسُ (۲)

ان (گھروں) کو گزرے ہوئے مہینوں، دنوں اور طویل عمری نے نقصان پہنچایا حتی کہ اُن کے نشانات مٹ گئے اور اُن کی حالت میں تبدیلی آ گئی

يَكَادُ بِهَا الْبَاغِي الْمُضِلُّ قَلُوصَهُ
يَضِلُّ فَمَا فِيهَا بِخَلْقٍ مُعَرَّسُ (۳)

قریب ہے کہ اپنی گمشدہ جواں اونٹنی کو تلاش کرنے والا، اِن کھنڈرات کے ذریعے راستہ بھول جائے اور اُن کے پرانے پن کی وجہ سے اُن میں راحت وآرام کی کوئی جگہ بھی نہیں ہے

مَرَابِطُ أَفْرَاسٍ وَمَبْرَكُ جَامِلٍ
فَأَنَّى تَرَى هَذَا وَذَاكَ تَلَمَّسُ؟(۴)

گھوڑوں کو باندھنے اور اونٹوں کو بٹھانے کی جگہیں تجھے کہاں نظر آتی ہیں تو اِدھر اُدھر انہیں کہاں تلاش کر رہا ہے

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي قُرَيْشاً أَلُوكَةً
وَلَا تَلْبِسَا فَالْحَقُّ لَا يَتَلَبَّسُ(۵)

خبردار! تم دونوں میری طرف سے قریش کو یہ پیغام پہنچادو اور اِس میں کوئی ملاوٹ نہ کرنا کیونکہ حق میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوسکتی

فَلَا تَتْرُكُوا حَقّاً لَكُمْ وَتُضَيِّعُوا
نَفِيساً وَدِينُ اللهِ أَعْلَى وَأَنْفَسُ(۶)

اپنے حق کو مت چھوڑو اور ایک نفیس چیز کو ضائع مت کرو اور اللہ تعالیٰ کا دین سب سے زیادہ قیمتی اور نفیس ترین متاع ہے

فَقَدْ لَاحَ لِلسَّارِي الصَّبَاحُ فَأَبْصَرَتْ
عُيُونٌ لَكُمْ كَادَتْ عَنِ الْحَقِّ تُطْمَسُ(۷)

اندھیری رات میں چلنے والے راہروں کے لیے صبح (کا اجالا) نمودار ہوگیا ہے اور اب

تمہاری آنکھوں نے دیکھنا شروع کر دیا ہے جو قریب تھا کہ حق سے اندھی ہو جاتیں

أَنِيبُوا اِلَى دِينِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
فَطَالِبُ دِيْنِ اللّٰهِ أَعْلَى وَأَكْيَسُ (۸)

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے دین کی طرف پلٹ آؤ، دین خداوندی کا متلاشی سب سے افضل واعلیٰ اور سب سے بڑھ کر دانا ہوتا ہے

وَلَا تَتَوَانَوْا عَنْ طِلَابِ نَبِيِّكُمْ
فَمَا يَتَوَانَى عَنْهُ اِلَّا الْمُوَسْوَسُ (۹)

اپنے نبی (کے لائے ہوئے دین) کو حاصل کرنے میں سستی نہ کرو اور صرف وہی شخص اس کو حاصل کرنے میں سستی کرتا ہے جس کی عقل میں فتور ہے

وَأَنْضُوا اِلَيْهِ كُلَّ جَأْبٍ هَمَلَّعٍ
تُعَارِضُهُ وَجْنَاءُ كَالْفَحْلِ عِرْمِسُ (۱۰)

آپ ﷺ تک پہنچنے کے لیے ایسی موٹی تیز رفتار سواریوں کو تھکا دو۔ جن کا مقابلہ نسلی گھوڑوں کی طرح صرف موٹی اور سخت جان اونٹنیاں ہی کر سکتی ہوں

فَلَا يَخْتَزِلْكُمْ دُوْنَهُ ذِكْرُ مَهْمَهٍ
يَكِلُّ بِهِ الْوَهْمُ الْجُلَالُ الْفَجَنَّسُ (۱۱)

تمہیں آپ ﷺ سے دور نہ رکھے ایک ایسے لق ودق صحراء کا ذکر جو خیال کو تھکا دے اور موٹے طاقتور اونٹ کو درماندہ کر دے

أَيُرْضِيكُمُ رَبٌّ قَلِيلٌ غَنَاؤُهُ
عَنِ الْعَابِدِيهِ الدَّهْرَ أَبْكَمُ أَخْرَسُ (۱۲)

کیا تم کو وہ رب (بت) راضی کر دے گا جو گونگا اور بہرہ ہے اور اپنے عبادت گزاروں کو زمانے کے مصائب سے نہیں بچا سکتا

قُطَيْعَةُ صَخْرٍ قَرَّعَ الْفَحْلُ رَأْسَهُ
وَأَرْبَعَهُ حَسًّا فَلاَ يَتَنَفَّسُ (۱۳)

یہ پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جس کے سر پر نر گھوڑا زور سے ضرب لگائے یا اُس کے ہاتھ پاؤں کو رگڑے تو بھی وہ سانس نہیں لے گا

مَضَى مَنْ مَضَى مِنْكُمْ بِغَيْرِ بَصِيرَةٍ
نَهَتْهُ وَكَمْ سِيقَتْ إِلَى النَّارِ أَنْفُسُ (۱۴)

تم میں سے جو شخص بغیر بصیرت کے گزر گیا، گزر گیا۔ بے بصیرتی نے اُسے (دین اسلام کو قبول کرنے سے) روکے رکھا اور بے شمار نفوس آگ کی طرف ہانک کر لے جائے گئے

هَلُمُّوا إِلَى نُصْحِ النَّصُوحِ الَّذِي أَتَى
بِحَقٍّ مُنِيرٍ وَجْهُهُ لاَيُحَبَّسُ (۱۵)

اُس ناصح کی نصیحت کی طرف آؤ جو روشن حق لے کر آیا ہے کہ جس (کی اشاعت) کو روکا نہیں جا سکتا

فَمَا فِیْکُمْ لِلّٰهِ کُتُبٌ مُحَجَّةٍ
فَیَعْرِفَهَا حَبْرٌ وَلَا مُتَبَرْنِسٌ (۱۶)

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی اب وہ کتابیں نہیں ہیں جن کو حجت تسلیم کیا جاسکے اور نہ ہی اُن کتب کے بارے کوئی یہودی عالم جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نصرانی عالم

فَلَا اللّٰهُ یَرْضٰی اِنْ عَبَدْتُمْ سَوَاءَهٗ
وَلَمْ یَأْتِکُمْ وَحْیٌ مِنَ اللّٰهِ یُدْرَسُ (۱۷)

اللہ تعالیٰ اِس بات سے راضی نہیں کہ تم اُس کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرو اور نہ ایسی کوئی وحی تمہارے پاس آئی ہے جس کو پڑھا جاتا ہے

فَلَا الْمُوْسَوِیُّوْنَ ارْتَضَوْهُ لِدِیْنِکُمْ
وَلَا الْعِیْسَوِیُّوْنَ الَّذِیْنَ تَشَمَّسُوْا (۱۸)

نہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تمہارے دین کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروجنہوں نے (دین حنیف کو ماننے میں) بخل سے کام لیا

وَلَا مُوْقِدُو النَّارِ الَّذِیْنَ بِفَارِسٍ
یَرَوْنَ لَکُمْ عُذْرًا اِذَا مَا تَفَرَّسُوْا (۱۹)

اور نہ ہی آگ روشن کرنے والے لوگ (مجوسی) جو فارس میں ہیں (تمہارے اِس دین سے خوش ہیں) جب وہ غور وفکر سے کام لیں گے تو تمہیں اِس دین پر کار بند رہنے میں حق بجانب خیال کریں گے

فَمَا فِي بَنِي الدُّنْيَا عَلَى الْأَرْضِ خَالِدٌ
وَكُلُّهُمْ لَا بُدَّ مَيْتٌ لَيْسَ يُبْخَسُ (۲۰)

ابنائے دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس نے زمین پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہو. ہر ایک نے لامحالہ جانا ہے. جس کے بارے کمی نہیں کی جائے گی (یعنی موت کے حق سے کسی کو محروم نہیں رکھا جائے گا اپنی باری پر وہ موت کا پیالہ ضرور پیئے گا)

فَقَوْمٌ إِلَى نَارِ الْجَحِيمِ مَصِيرُهُمْ
بِإِفْلَاسِهِمْ وَالْعَابِدُ الصَّخْرَ أَفْلَسُ (۲۱)

سو کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے. اُن کے افلاس کی وجہ سے اور پتھر کا پجاری سب سے بڑا مفلس ہے

وَقَوْمٌ بِجَنَّاتِ الْخُلُودِ مُقَامُهُمْ
ثِيَابُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ وَسُنْدُسُ (۲۲)

اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کا ٹھکانا جنت خلد ہے اور اُس میں اُن کا لباس ریشم اور سندس کا ہوگا

فَيَا قَوْمُ هَاتِيَّا إِلَيْكُمْ نَذَارَةٌ
فَجِدُّوا لِإِنْذَارِيْ وَلَا تَتَحَسَّسُوا (۲۳)

اے لوگو! تمہارے پاس بروقت آگاہی پہنچ چکی ہے. میرے بروقت خبردار کرنے (کو قبول کرنے کے سلسلہ) میں کوشش کرو اور (بے وجہ) تجسس میں نہ پڑو

فَمَنْ يَقْتَبِلْ نُصْحِيْ يُوَافِ وَوَجْهُهُ
مِنَ الذَّنْبِ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَمْلَسُ (۲۴)

اور جس نے میری نصیحت کو قبول کیا تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
اِس حالت میں پیش ہوگا کہ اُس کے چہرے پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہوگا

وَمَنْ يَأْبَ نُصْحِيْ يَأْتِهِ الْمَوْتُ كَارِهاً
وَيَلْقَ مَلِيْكَ الْمَوْتِ وَهُوَ مُعَبَّسُ (۲۵)

اور جو شخص میری اِس نصیحت (کو قبول کرنے) سے انکار کرے گا تو اُس کو اِس
حالت میں موت آئے گی کہ وہ اُس کو ناپسند کر رہا ہوگا اور وہ ملک الموت سے اِس
حال میں ملے گا کہ اُس کا چہرہ شکن آلود ہوگا

حواشی

۱- **شَاقَتْهُ**: اس کے شوق کو بھڑکا دیا. **الاطلال**: طلل کی جمع ہے. گھروں کے نشانات جو باقی رہ گئے ہوں.
بوجرۃ: وجرہ کے مقام پر. **الدرس**: دراستہ سے ہے یعنی پرانے جو مٹنے والے ہیں.
لاحَ: ظاہر ہوا، سامنے آیا. **الرق**: چمڑا (باریک کاغذ نما جلد جو لکھنے کے لیے استعمال ہوتی تھی).
گھر کے باقی ماندہ آثار کو چمڑے پر لکھائی کے آثار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے. (مٹنے والے آثار گویا چمڑے پر مٹی تحریر کی طرح ہیں).

۲- **اَضَرَّبِهَا شهور و ایام و احرس**: یعنی زمانے کی طوالت نے اُن گھروں کو نقصان پہنچایا.
عَفَتْ: مٹ گئے، بوسیدہ ہوگئے.

۳- **الباغی**: تلاش کرنے والا شخص (باغی سے مراد یہاں بغاوت کرنے والا نہیں).
اَلْمُضِلّ: اَضَلَّ سے اسم فاعل ہے. کھودینے والا، گم کردہ. **العلوص**: جوان اونٹنی.
المعرّس: تعریس سے اسم ظرف مکاں ہے. رات کے آخری پہر آرام کے لیے کسی جگہ پر پڑاؤ کرنا.
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں. یہ گھر جو اپنے باسیوں سے خالی پڑے ہیں. اُن کے آثار مٹ گئے ہیں اور یہ خالی

پڑے ہیں. ممکن ہے کہ کوئی شخص اُن کے درودیوار میں کھو جائے اور راستہ بھول جائے.

۴- مَرَابط الأفراس: گھوڑوں کو باندھنے کی جگہیں. مربط کی جمع ہے جو ربط سے مشتق ہے.

الجامل: اونٹ. مبرك الجامل: اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ.

شاعر اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا تیرے بس میں ہے کہ تو گھوڑوں کے باندھنے اور اونٹوں کو بٹھانے کی جگہیں دیکھ سکے. کیا تو اُن کو اِدھر اُدھر کہیں تلاش کر سکتا ہے؟ یعنی ناممکن ہے کہ تو اُن کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو کیونکہ اُن پر طویل زمانے گزر چکے ہیں اور اُن کے سب آثار مٹنے کے قریب ہیں. (اونٹوں کے گھٹنے باندھ کر رات کو انہیں بٹھا دیا جاتا ہے. اُس جگہ کو مبرک کہتے ہیں جسے ہماری علاقائی زبان میں جھوک کہا جاتا ہے. مبرک، برک سے ہے. جس کا معنی اونٹ کو بٹھانا ہے. مبرک اسم ظرف مکان ہے. مترجم).

۵- ابلغا: یہ 'اَبْلَغَہٗ' سے مشتق ہے. یعنی یہ پیغام اُن تک پہنچا دو.

الألوكة: پیغام، خط.

لاَ تَلْبِسَا: لبس سے مشتق ہے. حق کو باطل سے ملانا، اُسے کسی دوسرے کے ساتھ ملا کر مشکوک بنانا، اصل حقیقت چھپا دینا.

الحق لاَ يَتَلَبَّسُ: یہ ممکن نہیں کہ حق کو چھپا دیا جائے.

۶- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حق کو ضائع نہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں. جیسا کہ ایک انسان قیمتی اور مہنگی چیز کو ضائع نہیں کرتا اور آپ اپنی قوم (قریش) سے فرماتے ہیں کہ دین حنیف جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں وہ سب سے نفیس مہنگی اور قیمتی متاع ہیں. لہٰذا سب سے زیادہ قیمتی متاع ایمان کی فکر کرو اور اُس کو ضائع ہونے سے بچاؤ.

۷- الساري: رات کے وقت چلنے والا.

آپ فرماتے ہیں صبح کا اجالا پھیل چکا ہے یعنی انسان ظلمت و تاریکی میں چل رہے تھے. پھر صبح نو کی روشنی پھیلی اور آنکھوں نے دیکھنا شروع کر دیا جو قریب تھا کہ حق سے اندھی ہو جاتیں. یہ شعر پہلے شعر کی تفصیل ہے اور دین جدید کے معاملے میں سرد مہری نہ برتنے کی دلیل ہے.

۸- انيبوا الى دين محمد: یعنی محمد کریم ﷺ کے دین کی طرف لوٹ آؤ. کیونکہ وہ سچا دین ہے اور گمراہی میں آگے نہ بڑھو. آپ فرماتے ہیں، گمراہی سے توبہ کر لو اور دین حنیف کی طرف آ جاؤ. جو دین حق ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا دین طلب کرنے والا ہے. اُس کی شان سب سے بلند اور اُس کا مقام سب سے برتر ہے.

۹- الطلاب: طلب، حصول.

لاَتَتَوانَوا: یعنی اِس طلب میں کاہلی کا مظاہرہ مت کرو کیونکہ جو شخص اِس کو حاصل کرنے میں پس و پیش کرتا ہے. وہ کم عقل ہے اور اُس کی عقل میں خلل اور خرابی ہے.

۱۰- الجاب: جس کے پہلو موٹے ہوں.

الهملّع: تیز رفتار سواری یا ایسا شخص جو چلتے ہوئے زمین پر زور زور سے پاؤں رکھتا ہو. یا ایسا شخص جس میں وفا نہ ہو.

الوجناء و العرمس: سخت جان اور نہایت موٹی تازہ اونٹنی، فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ تک پہنچنے کے لیے موٹی تیز رفتار یا طاقت ور اور موٹی اونٹنیوں کو تھکا دو یعنی آپ کی خدمت میں پیش ہونے کے لیے ہر ممکن کوشش کرو.

۱۱- فلا يختزلكم دونه: یعنی تم کو آپ ﷺ تک پہنچنے سے نہ روکے، آپ کے ساتھ وفا کرنے سے نہ روکے. اسلام کے

جھنڈے تلے آنے سے باز نہ رکھے کوئی مانع خواہ وہ کوئی ہو. ایسا صحراء یالق و دق نا قابل عبور ویرانہ جو خیال وتصور کو بھی تھکا دینے والا ہو یا ایک طاقتور اونٹ کو درماندہ بنا دے اور وہ چل چل کر تھک جائے لیکن یہ صحرا عبور نہ ہو. (مقصد یہ ہے کہ کسی قسم کی مشکل اور دوری تمہاری راہ میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے اور تمہیں ہر مشکل کو عبور کرتے ہوئے دین اسلام کے دامن میں پناہ لینی چاہیے).

۱۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بت پرستوں کی بیوقوفی کو بیان فرما رہے ہیں اور ان سے سوال کر رہے ہیں کہ کیا وہ گونگے بہرے بت جن کی تم پوجا کرتے ہو تمہیں پسند ہیں جو اپنے عبادت گزاروں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے.

۱۳- **قطیعة صخر:** پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا.

قَرَّعَ الفحلُ رأسَه: جس کو سخت ضرب لگائے.

اَدْبَعَہ حَسّاً: یعنی اس کو رگڑے. بت پرستوں کی بیوقوفی کو بیان کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ یہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو ایک چھوٹے سے پتھر کے سوا کچھ نہیں. انہیں جس قدر ضربیں لگائی جائیں اور جس قدر رگڑا جائے. ان میں آثار حیات پیدا نہیں ہو سکتے.

۱۴- **مضٰی:** منہ پھیر لیا اور چلا گیا. **البصیرة:** ہدایت.

بغیر بصیرة: یعنی گمراہی کے ساتھ حق وصواب کو قبول کئے بغیر. ان کے ضلالت و گمراہی میں بہت دور نکل جانے پر تنقید کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اب تک بے شمار لوگ ہدایت کو قبول کئے بغیر اس دنیا سے جا چکے ہیں اور ان کی ضلالت انہیں ہانک کر جہنم کی آگ کی طرف لے گئی ہے.

۱۵- **ھلمّوا الیٰ نصحٍ:** یعنی نبی کریم ﷺ کی نصیحت کو فوراً قبول کرلو اور جو واضح حق وہ لے کر تشریف لائے ہیں اس کو قبول کرنے میں دیر نہ کرو.

۱۶- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہود ونصاریٰ کی کتب کی صحبت کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کتب سابقہ میں اب تحریف ہو چکی ہے. اب یہ کتب اللہ واحد کی عبادت کی طرف دعوت نہیں دیتیں. یہودی اور نصرانی تعلیمات اب راہ مستقیم اور حقیقت کا راستہ نہیں دکھاتیں. یہودیوں کے احبار نصرانیوں کے پادری اب اللہ واحد کی عبادت کا اقرار نہیں کرتے.

المتبرنس: ٹوپی یا ہیٹ پہننے والے مراد پادری اور نصرانی علماء.

۱۷- اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی نہیں کہ تم اُس معبود حقیقی کو چھوڑ کر غیر خدا کی عبادت کرو اور نہ ہی تمہارے پاس آسمانی وحی کا نور باقی ہے کہ تم اُس کو پڑھ کر ہدایت کی راہ پا سکو (اس لیے تمہاری نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ تم اُس دین حنیف کو قبول کر کے اپنے دل ودماغ کو وحی کے نور سے مستنیر کرلو اور گمراہی کی دلدل سے نکل آؤ).

۱۸- آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پیرو تمہارے اِس عقیدہ کو ناپسند کرتے ہیں. (تَشَمَّسَ کے کئی معانی ہیں. اس کا معنی دھوپ میں کھڑا ہونا بھی ہے اور سورج کی پوجا کرنا بھی. اس کا ایک تیسرا معنی بخل کرنا بھی ہے. سیاق کلام کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں تیسرا معنی لیا جائے).

۱۹- **مُوْقِدُوْ النَّار:** آگ کے پجاری مجوسی قوم جن کا وطن فارس ہے.

آپ فرماتے ہیں فارس کے مجوسی جو آگ کی پوجا کرتے ہیں جب وہ تفحص وتامل سے کام لیں گے تو تمہیں اِس عبادت میں حق بجانب پائیں گے.

۲۰- آپ فرماتے ہیں دنیا پر بسنے والے تمام لوگوں نے آخر کار مرنا اور فنا ہونا ہے کسی شخص نے اس کائنات میں ہمیشہ نہیں رہنا سب کے سب قبروں میں مدفون ہوں گے. جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے. ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ (الرحمٰن:27-26). ''جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے''. ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ (آل عمران:185). ''ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو''.

۲۱- فرمایا کچھ لوگ جہنم کی آگ کی طرف بڑھ رہے ہیں. اُن کے افلاس کی وجہ سے اُن کا انجام بہت اندوہ ناک ہوگا. وہ جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے. وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے وہ سب سے بڑا مفلس ہے (اور ایسے ہر مفلس کا ٹھکانا جہنم ہے. جس کے اعمال نامے میں ایمان و خالص عبادت الٰہی کچھ بھی نہ ہو).

۲۲- یعنی اہل ایمان جنہوں نے نیک اعمال کئے ہوں گے. جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کئے جائیں گے اور وہ جنت میں جنتی لباس جو ریشم اور دیباج سے تیار ہوں گے میں ملبوس ہوں گے.

۲۳- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کفار سے مخاطب ہوتے ہیں اور انہیں نصیحت کرتے ہیں کہ بروقت آگاہی کا سامان آپہنچا ہے. دعوت حق کو قبول کرو اور برے انجام سے بچنے کی کوشش کرو. آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں. اس کی عبادت اور بندگی میں کسی قسم کی سستی نہ کرو. کیونکہ میری یہ نصیحت جو قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا. اور قیامت کے روز جب وہ خالق مطلق سے ملاقات کرے گا تو اس کا دل مطمئن ہوگا. وہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر راضی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی بندگی پر خوش ہوگا اور ایک ایسے چہرے کے ساتھ وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگا کہ اس پر معصیت اور گناہ کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور جو اس نصیحت کو ناپسند کرے گا. اس سے روگردانی کرے گا اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا تو وہ نقصان میں رہے گا. موت کا فرشتہ نہایت بھیانک صورت میں اس سے ملاقات کرے گا (العیاذ باللہ).

۲۴- وَافٰى يُوَافِيْ: آنا، ملاقات کرنا، پیش ہونا. وَوَجْهُهٗ: واؤ حالیہ ہے.
اَمْلَسُ وَجْهُهٗ: کی خبر ہے، بے داغ.

۲۵- یعنی مومن جب دنیا سے جاتا ہے تو مطمئن ہوتا ہے اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی ہے لیکن کافر جب دنیا سے جاتا ہے تو وہ بے حد پریشان ہوتا ہے اور اس کی پیشانی پر شکنیں ہوتی ہیں. وَهُوَ مُعَبَّسٌ کو اگر یَلْقٰی میں هُوَ ضمیر کا حال بنایا جائے تو مذکورہ بالا معنی ہوگا اور اگر وہو معبس کو ملک الموت کا حال بنائیں تو معنی یہ ہوگا کہ کافر جب پروردگار عالم سے ملنے کے لیے دنیا سے رخصت ہوگا تو مارے غصے کے فرشتے کی تیوری چڑھی ہوگی. حدیث پاک سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ کافر کی روح جب ملک الموت قبض کرے گا تو اس کی شکل نہایت ڈراؤنی ہوگی.

قافية العين

●

رمَيْتَ حصانا

تو نے ایک پاک دامن عورت پر تہمت لگائی ہے

اِن اشعار میں بھی آپؓ نے مشرکین کی مذمت کی ہے جو آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے تھے اور اِس ضمن میں آپ نے واقعہ اُفک کی طرف بھی اشارہ کیا ہے

يَـاعَـوْفُ وَيْـحَكَ هَلَّا قُـلْـتَ عَـارِفَةً
مِنَ الْـكَلَامِ وَلَـمْ تَتْبَـعْ بِـهِ طَبِـعَـا (۱)

اے عوف! تیرا ستیاناس ہو ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو سچی بات کہہ دیتا اور ایک بداخلاق انسان کی اِس بارے پیروی نہ کرتا

أَوْ أَدْرَكَتْكَ حُـمَيَّـا مَـعْشَـرٍ أُنُفٍ
وَلَمْ تَكُنْ قَاطِعاً يَاعَوْفُ مُنْقَطِعَا (۲)

اے عوف! یا ایسا کیوں نہ ہوا کہ عزت دار لوگوں کی شدت تم کو آ گئی ہوتی اور تم (اِس سے) بالکل الگ ہو کر رہ جاتے

أَمَا حَزِنتَ مِنَ الأَقوامِ إِذْ حَسَدُوا
مِنْ أَنْ تَقُولَ وَقَدْ عَايَنتَهُ قَرَعَا (۳)

لوگوں نے جب حسد کیا تو تجھے یہ بات کہتے ہوئی پریشانی نہ ہوئی حالانکہ تو جانتا تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے

لَمَا رَمَيتَ حَصَاناً غَيرَ مُقرِفَةٍ
أَمِينَةَ الْجَيبِ لَمْ تَعلَمْ بِهِ خَضَعَا (۴)

جب تو نے ایک پاک دامن، غیر مخلوط النسب، عفیفہ عورت پر تہمت لگائی تو تو نے اِس بات میں کوئی عار محسوس نہ کی

فِيمَنْ رَمَاهَا وَكُنتُمْ مَعشَراً أُفُكاً
مِنْ سَيِّءِ الْقَوْلِ فِى اللَّفظِ الْخَنَا سُرُعَا (۵)

تو بھی اُن لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے اُن پر تہمت لگائی اور تم سب جھوٹے لوگ ہو اور تم لوگوں نے فحش گوئی میں بہت جلدی کی

فَأَنزَلَ اللهُ قُرآناً يُبَرِّئُهَا
وَبَيْنَ عَوفٍ وَبَيْنَ اللهِ مَا صَنَعَا (۶)

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جس نے اُن کو بری الزمہ ٹھہرایا، عوف نے جو کچھ کیا اب یہ معاملہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے

فَإِنْ أَعِشْ أَجزِ عَوفاً عَنْ مَقَالَتِهِ
شَرَّ الْجَزَاءِ بِمَا أَلْفَيتُهُ طَبَعَا (۷)

اگر میں زندہ رہا تو عوف کو اُس کی اِس گفتگو کا بہت برا بدلہ دوں گا.
کیونکہ میں نے اُس کو بہت بداخلاق پایا ہے.

حواشی

۱- تہمت کا پورا واقعہ سیرت ابن ہشام اور سیرت ابن اسحاق میں موجود ہے. جو اس دیوان کے آخر میں پورے کا پورا دیا گیا ہے. وہاں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں. (عوف مسطح بدری صحابی ہیں لیکن اُن سے یہ غلطی ہو گئی. منافقین کی باتوں میں آ کر اُنہوں نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا باتیں کیں حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُن پر بے شمار احسانات تھے. الغرض اُن کو حدِ قذف لگائی گئی اور اُن کی اللہ کریم نے توبہ قبول فرمائی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے).

۲- **اَلْحمیّا**: پہلا غصہ اور اس کی شدت کی انتہا، عرب کہتے ہیں لَا تَکَلِّمْ فلاناً فی حمیّا غضبہ: انتہائی غصہ کے وقت فلاں سے بات نہ کر. بس اس کے غصے کی شدت، شراب کی تیزی کو بھی حُمَیَّا کہا جاتا ہے.

المعشر الأنُفُ: خوددار، عزت دار لوگ.

قاطعاً: قطع سے اسم فاعل کا صیغہ ہے. قاطع فی القول کا معنی ہے یقینی بات کرنا، پختہ ارادہ کرنا، کسی کو اُس کے حق سے روک دینا.

۳- **عَایَنْتَہٗ**: عَایَنَ یُعَایِنُ عیاناً و معانیۃ (الشیئ) کہتے ہیں کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا.

القَرَعَ: جس پر دوڑنے والے لوگ کوئی چیز رکھتے ہیں. اور کہتے ہیں کہ وہاں تک کون پہنچتا ہے.

قَرَعَ فُلَانٌ الْقَوْمَ: یعنی فلاں نے لوگوں کو پریشان کر دیا.

۴- **رمیت حصاناً**: یعنی تو نے تہمت لگائی ایک پاکدامن عورت پر. المرأۃ الحصان کہتے ہیں شریف النسب عورت کو جس کا حسب بلند اور جس کا دامن ہر برائی سے صاف ہو. امنیۃ الجیب کا معنی بھی عضیفہ ہے.

الخضع: عار، ذلت.

۵- **رماھا**: تہمت لگائی، اُن کی طرف برائی کو منسوب کیا. **المعشر الافلك**: افوك کی جمع ہے جھوٹا. **الخنا**: فحش گوئی.

۶- **فانزل اللہ قرآناً یبرئھا**: اشارہ ہے کہ قرآن کریم نے اُن کے بہتان کی قلعی کھول دی اور آیات کریمہ نازل کر کے خداوند عالم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خود برات ظاہر فرما دی.

۷- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر زندگی نے وفا کی تو میں عوف کو اس کے کئے کی سخت سزا دوں گا اور اس کے نفس میں پائی جانے والی طبعی بری خصلت کا اسے ضرور بدلہ دوں گا.

قافية الفاء

تُقًى وبِرٌّ

تقویٰ اور نیکی

یہ اشعار آپ نے دعوت نبوی پر لبیک کہتے ہوئے کہے، اِن میں اِس بات کا بھی تذکرہ ہے
کہ اہل ایمان میں سے پاکیزہ لوگوں نے کس طرح اِس دعوت پر لبیک کہا

أَشَاقَكَ بِالْمَلَا دِمَنٌ عَوَافِ
عَفَاهَا الْقَطْرُ بَعْدَكَ وَالسَّوَافِي؟(۱)

کیا صحراء میں گھروں کے مٹتے آثار نے تیرے جذبات کو دھمکا دیا ہے (گھروں کے وہ آثار) جن کو تیرے بعد بارش اور تیز چلنے والی ہواؤں نے مٹا دیا ہے

هَفَا وَقُلُوبُ هَذَا الْخَلْقِ طُرّاً
إِلَى أَوْطَانِهَا أَبَداً هَوَافِ(۲)

دل مشتاق ہے اور تمام لوگوں کے دل اپنے وطن کے لیے ہمیشہ مشتاق رہا کرتے ہیں

لَيَالِيَ إِذْ نَحُلُّ بِهَا جَمِيْعاً
وَلَيْسَ سِوَى الْمَوَدَّةِ وَالتَّصَافِيْ (۳)

وہ راتیں جن میں ہم نے اکٹھے قیام کیا حالانکہ سوائے محبت اور خلوص کے (ہمارے درمیان تعلق کی) کوئی دوسری وجہ نہ تھی

إِلَى أَنْ قَدَّرَ الرَّحْمَنُ أَمْراً
فَأُظْهِرَتِ الْقَطِيْعَةُ وَالتَّجَافِيْ (۴)

یہاں تک کہ اللہ رحمٰن نے ایک بات کا فیصلہ فرما دیا (یا مقرر کر دیا ایک چیز کو) اور قطع تعلق اور دُوری (ہمارے درمیان) ظاہر کر دی گئی

دَعَا النَّاسَ النَّبِيُّ إِلَى رَشَادٍ
فَلَمْ يَرَفِيْهِ مِنَّا مِنْ خِلَافِ (۵)

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو راہ ثواب کی طرف بلایا اور ہم میں سے کسی شخص نے اُس میں مخالفت کو بہتر خیال نہ کیا

أَجَبْنَاهُ إِلَى مَاشَاءَ مِنَّا
فَآوَانَا إِلَى حُسْنِ ائْتِلَافِ (۶)

آپ ﷺ نے ہمیں جس طرف لے جانا چاہا، ہم نے اُن کی بات کو تسلیم کیا اور ہمیں باہمی اتحاد و اتفاق کی راہ پر گامزن کر دیا

اِلَــى تَــوْحِيْــدِ خَلَّاقِ الْبَــرَايَــا
وَكُفْرٍ بِــالْحِجَــارَةِ وَاللِّخَــافِ(۷)

انہوں نے ہمیں خالق کائنات کی وحدانیت کی طرف بلایا اور نرم وملائم سفید
پتھروں (سے بنے ہوئے بتوں) کے انکار اور کفر کی دعوت دی

عَلَــى خَمْسِ الصَّلَاةِ وَصَوْمِ شَهْرٍ
وَاِيْتَــاءِ الــزَّكَــاةِ بِلَا اقْتِفَــافِ(۸)

آپ ﷺ نے ہمیں پانچ نمازوں، ایک ماہ کے روزوں اور بغیر کسی انقباض کے
زکوٰۃ دینے کی دعوت دی

وَاِدْنَـــاءِ الْيَتِيْــمِ بِــحُسْــنِ رِفْــقٍ
وَبِــرٍّ بِــالْــقَــرَابَةِ وَالْــقِــفَــافِ(۹)

اور ہمیں حسنِ شفقت کے ساتھ یتیم کو قریب کرنے اور قرابت داروں اور کمزوروں
کے ساتھ نیکی کرنے کی طرف بلایا

وَفِــىْ هَــذَا الْــفَــعَــالِ تُــقًــى وَبِــرٌّ
وَاِكْمَــالُ الْمُــرُوْءَةِ وَالْعَفَــافِ(۱۰)

اِسی کام میں تقویٰ اور نیکی ہے (اور اِسی کام میں) کمال جوانمردی اور عفت و
پاک دامنی ہے

وَأَدْبَرَ عَنْهُ أَقْوَامٌ كَثِيرٌ
نَفَاهُمْ عَنْ تُقَى الرَّحْمٰنِ نَافِ(۱۱)

بہت سے لوگ آپ ﷺ سے پیٹھ پھیر کر چل دیئے (یعنی اسلام کو قبول نہ کیا)
انہیں خوف خداوندی سے کسی منکر (شیطان) نے دور کر دیا

وَقَالُوا: الْحَرْبُ؛ قُلْنَا: الْحَرْبُ أَدْنَى
لِإِبْرَاءِ النُّفُوسِ مِنَ اقْتِرَافِ(۱۲)

اور انہوں نے کہا جنگ، ہم نے کہا دلوں کو مطمئن کرنے کے لیے جنگ تو بہت
معمولی چیز ہے

صُبَاحِيَّاتُنَا كَنُجُومِ لَيْلٍ
مُحَدَّدَةٌ كَأَطْرَافِ الأَشَافِي(۱۳)

ہمارے حربے اور نیزے رات کے ستاروں کی طرح (چمکدار) ہیں اور موچی کی
ستالی کے کناروں کی طرح تیز ہیں

وَسَاقَيْنَاهُمْ مَوْتاً ذُعَافاً
فَلَمْ يَنْجُوا مِنَ الْمَوْتِ الذُّعَافِ(۱۴)

ہم انہیں فوری موت کی طرف ہانک کر لے گئے اور اس فوری موت سے وہ نہ بچ سکے

وَرَامُوا النَّصْفَ مِنَّا فَانْتَصَفْنَا
مِنَ الأَعْدَاءِ أَبْلَغَ مَا انْتِصَافِ(۱۵)

انہوں نے ہم سے انصاف طلب کیا تو ہم نے دشمنوں کے مطالبہ انصاف سے کہیں بڑھ کر اُن کے ساتھ انصاف کیا

وَأَعْتَبْنَاهُمْ إِذْ أَعْتَبُونَا
بِبِيْضِ الْهِنْدِ وَالسُّمْرِ الْقِضَافِ (١٦)

جب انہوں نے ہم کو راضی کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سفید ہندی تلواروں اور پتلے نیزوں سے راضی کر دیا

رِمَاحٌ مِنْ رُدَيْنَةَ مَا اسْتُجِيبَتْ
مُقَامَاتُ الْمُتُونِ عَلَى النِّقَافِ (١٧)

ردینہ نامی عورت کے تیار کردہ نیزے جن کا جواب نہیں دیا جا سکتا اور تلواروں کے پھل کھوپڑیوں میں پیوست ہو گئے ہیں ۔

وَخَيْرَاتُ الْقِسِيِّ تُطِيرُ عَنَّا
رِشَاقَ الْمُقْعَدِيَّاتِ الْخِفَافِ (١٨)

بہترین کمانیں ہماری طرف سے مقعد نامی شخص کے بنے ہوئے باریک اور ہلکے تیر اڑا رہی تھیں

إِذَا ازْدَلَفُوا لَنَا يَوْماً دَلَفْنَا
إِلَى هَامَتِهِمْ أَيَّ ازْدِلَافِ (١٩)

اُس دن وہ ہمارے جس قدر قریب ہوئے ہم اُن کی کھوپڑیوں کے قریب ہوئے (یعنی ہم نے تیروں سے اُن کی کھوپڑیوں کو نشانہ بنایا)

فَاَوْدَعْنَا رُؤُوسَهُمْ ذُكُوراً
نَقُدُّ بِهَا اِلَى حَجَفِ الشَّغَافِ (۲۰)

ہم نے (اپنی) تلواریں اُن کی کھوپڑیوں میں (بطور امانت) رکھ دیں اور اُن کے
ساتھ اُن کے دل کے پردوں تک کاٹتے چلے گئے

أَصَبْنَا ضِعْفَ مَا كَانُوا أَصَابُوا
وَلَيْسَ عَلَى السَّوَاءِ وَلاَ التَّكَافِي (۲۱)

انہوں نے ہمیں جو زخم دیئے ہم نے اُن سے دُگنے زخم لگائے. اور صرف برابری
اور بدلے پر اکتفا نہیں کیا

فَآبَ الْمُسْلِمُونَ اِلَى جِنَانٍ
يُسَقَّوْنَ الْعُضَارِسَ بِالسُّلاَفِ (۲۲)

مسلمان باغات (بہشت) میں واپس لوٹے (جہاں) انہیں خالص پانی
پرانی شراب کے ساتھ پلایا جاتا ہے

وَرَاحَ الْمُشْرِكُونَ اِلَى شَرَابٍ
حَمِيمٍ شِيبَ بِالسَّمِّ الْمُذَافِ (۲۳)

اور مشرک اُس گرم پانی کی طرف گئے جس میں زہر گھول کر ملا دیا گیا ہے

وَأُبْنَا غَانِمِينَ بِذَا وَهٰذَا
حَوَالَى خَيْرِ مُنْتَعِلٍ وَحَافِ (۲۴)

ہم ہر طرح کا مال غنیمت لے کر واپس لوٹے اور ہمارے شہداء کو جنت کی ابدی بہاریں نصیب ہوئیں (ہم واپس لوٹے) کائنات میں سب سے بہتر انسان کے اردگرد چلتے ہوئے

حواشی

۱- **أَشَاقَكَ**: ہمزہ استفہام کے لیے ہے۔
شاقكَ الْأَمْرُ: تیرے شوق کو بھڑکا دیا ہے۔ شاعر یہاں علم بیان کے معروف اسلوب ''تجرید'' کے ساتھ اپنے آپ سے مخاطب ہوتا ہے۔ **بِالْمَلَا**: صحراء میں یا وسیع قطعہ زمین میں۔
الدِمَنُ: یہ دمنة کی جمع ہے۔ دمنة اُس پانی کو کہتے ہیں جو حوض میں بچ گیا ہو۔ دمنہ گھر کے آثار کو بھی کہتے ہیں۔ مزبلہ کوڑا کرکٹ جمع ہونے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ حوض کے پاس جو مٹی اور جانوروں کی مینگنیاں جمع ہوگئی ہیں۔ انہیں بھی دمن کہا جاتا ہے۔ خضراء الدمن اس گھاس کو کہتے ہیں جو پانی میں اگ آتا ہے۔ یہ تعبیر حسن ظاہری اور قبح باطنی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ وہ عورت جو بظاہر خوبصورت ہو لیکن خاندانی حوالے سے اچھی نہ ہو اسے خضراء الدمن کہا جاتا ہے۔
الدمن العوافی: وہ گھر جن کے آثار مٹ گئے ہیں۔ یا مٹنے کے قریب ہیں۔
عفاها القطر: جن کو بارش نے مٹا دیا ہے۔ القطر بارش کو کہتے ہیں اور السوافی سافیة کی جمع ہے۔ ایسی ہوا جو ریت کو اڑا رہی ہو (مراد ہے تیز ہوا)۔

۲- **هَفَا الْقَلْبُ**: مشتاق ہونا۔ **هٰذَا الْخَلْقَ**: لوگ۔ **طُرًّا**: تمام۔

۳- **نَحُلُّ بِهٖ**: جن میں ہم نے قیام کیا۔ **اتصافی**: خالص محبت۔

۴- **قَدَرَ الرَّحْمٰنُ أَمْرًا**: اس بات کا فیصلہ فرما دیا اور ارادہ فرما دیا۔
اظهار القطيعه والتجافی: یہ دونوں لفظ مترادف ہیں یعنی قطع تعلق اور خالص محبت کا ختم ہو جانا۔

۵- **دَعَاهُمْ إِلٰى رَشَادٍ**: یعنی ان کو بلایا جادہ حق وثواب اور ہدایت کی طرف۔
فلم یر منامن خلاف: یعنی نہ مخالفت دیکھی یا اطاعت سے پیچھے نہ رہا۔

۶- **أَجَبْنَاهُ**: ہم نے اُن کی دعوت کو قبول کیا اور ہم نے اُن کے ارادوں کو صحیح تسلیم کر لیا۔
اواناالی: انہوں نے ہمیں مطمئن کر دیا اور ہمیں راہ ہدایت پر لگا دیا۔
حسن الائتلاف: باہمی اتحاد، اتفاق اور ایک بات پر اکٹھے ہو جانا۔

۷- **خَلَّاق**: مبالغہ کا صیغہ فَعَّال کے وزن پر۔ مراد خالق کائنات، عدم سے وجود میں لانے والی ذات۔
البرایا: بَرِيَّة کی جمع ہے۔ مراد لوگ۔ **کفر بالحجارة**: بتوں کی پوجا سے انکار۔

اللحاف : چپٹے سفید نرم پتھر لحفۃ کی جمع ہے.

۸- علی خمس الصّلاۃ : یعنی ہمیں دعوت دی پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی.

بلااقتفاف : بغیر کسی تنگ دلی اور انقباض کے (اقتفاف کا معنی ہاتھ کا کانپنا اور دل کا راضی نہ ہونا ہے).

۹- اِدْنَاءُ الْمُتِيْمِ : یعنی ہمیں بلایا، یتیم کے ساتھ نیکی کرنے اور شفقت و مہربانی سے پیش آنے کی طرف اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی طرف.

العفاف : کمزور، اس دعوت کے مقاصد بالکل عیاں ہیں. جو قرآن کریم کی متعدد آیات میں مذکور ہیں. چند آیات یہاں بطور مثال پیش کی جاتی ہیں.

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ:14) اور ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے.

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ (ہود:114) اور قائم کیجئے نماز دن کے دونوں سروں پر.

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (الضحیٰ:9-10) پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیے.

﴿ وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البینۃ:5) حالانکہ نہیں حکم دیا گیا تھا انہیں مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے بالکل یکسو ہو کر اور قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے رہیں زکوٰۃ اور یہی نہایت سچا دین ہے.

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ (البقرہ:177). نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کا کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے. اللہ پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر اور دے اپنا مال اللہ کی محبت سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور (خرچ کرے) غلام آزاد کرنے میں اور صحیح صحیح ادا کیا کرے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے وعدوں کو جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں.

﴿ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (آل عمران:114) ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں اور یہ لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں.

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ:2) اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر اور ڈرتے رہو اللہ سے.

۱۰- التقیٰ : حسن عبادت، خوف خداوندی، تقویٰ و ورع. البرّ : احسان. اکمال المُرُوءَۃ : حمیت اور شرف کی تکمیل.

۱۱- ادبر عنہ اقوام کثیر : یعنی نبی کریم ﷺ سے دور ہو گئے. آپؓ فرما رہے ہیں کہ بہت سارے لوگ نبی کریم ﷺ سے دور ہو گئے اور آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا. انہیں ایک انکار کرنے والے (یا دور کرنے والے) نے اللہ جو بے حد مہربان ہے، سے دور کر دیا یعنی وہ دونوں جہان کی ناکامی کے سزاوار ہو گئے اور فلاح دارین سے ہمکنار نہ ہو سکے.

۱۲- **قالو الحرب**: یعنی جب وہ باطل میں بڑھتے چلے گئے اور ایمان کی طرف آنے کی طرف راستہ اختیار نہ کیا اور راہ دعوت اسلامی کی راہ روکنے میں ناکام رہے تو انہوں نے جنگ کی کوشش کی تو ہم نے حق کو ثابت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جنگ کو بھی قبول کر لیا۔

۱۳- **الصباحیات**: نیزے اور حربے۔ **الاشافی**: موچی کی ستالی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے نیزوں اور حربوں پر فخر کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں مسلمانوں کے حربے اور نیزے ستاروں کی طرح چمکدار اور موچی کی ستالی کی طرح تیز ہیں۔ یہ درحقیقت کنایہ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ مسلمان جہاد کے لیے تیار ہیں اور اس بارے وہ دو آراء نہیں رکھتے بلکہ سب متفق ہیں۔

۱۴- **الموت الذعاف**: فوری ہلاکت۔

۱۵- **رَامُوْا**: چاہا، طلب کیا۔ **النصف**: انصاف اور عدل۔ **فَانْتَصَفْنَا مِنَ الْأَعْدَاءِ**: ہم نے ان سے حق چھین لیا۔

۱۶- **أَعْتَبْنَاهُمْ**: یہ العتبیٰ سے ہے یعنی ہم نے انہیں راضی کر دیا۔

بِبِیْضِ الهند: ہندوستان کی تلواروں سے (ہندوستان سے جو لوہا عرب کی منڈیوں میں لایا جاتا تھا وہ بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا تھا۔ عرب اس لوہے سے تلواریں ڈھالتے تھے اور ایسی تلواروں کو السیف المهند کہا جاتا تھا۔ بیض الہند سے مراد ہندوستانی لوہے کی بنی ہوئی وہ تلوار جو نئی نئی صیقل کی گئی ہو اور دھوپ میں چمکتی ہو۔ مراد یہ ہے کہ ہماری تلواریں زنگ آلود بھی نہیں اور کسی ناکارہ لوہے کی بنی ہوئی بھی نہیں کہ تمہارے سر قلم کرنے میں ہمیں کسی قسم کی دقت ہو)۔

السمر: پتلے نیزے۔ **القضاف**: باریک نیزے۔

۱۷- **رِمَاحٍ مِنْ رُدَیْنَةَ**: ردینہ نامی عورت کے بنے ہوئے نیزے، رینہ نیزے بنانے میں بڑی مشہور تھی۔ اس کے بنے ہوئے نیزے عرب میں بہترین نیزے شمار ہوتے تھے۔

المتون: متن کی جمع ہے۔ کسی چیز کی پیٹھ یا اس کی ظاہری شکل وشباہت کو متن کہتے ہیں۔ متن الارض سے مراد اٹھی ہوئی زمین ہے۔ **النقاف**: نقف مصدر سے ہے۔ اس کا معنی ہے کھوپڑی پر ایسی ضرب لگانا کہ دماغ باہر آن پڑے۔ عقل مند آدمی کو نقاف کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں الیوم محاف وغداً نقاف، یہ محاورہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے الیوم خمر و غداً أمرٌ (آج شراب ہے اور کل جنگ)۔

۱۸- **اَلْقِسِیُّ**: قوس کی جمع ہے کمان (قوس کی جمع مختلف اوزان پر آتی ہے۔ قِسِیٌّ، قُسِیٌّ اقواس، قیاس، اقوس، اقیاس)۔

اَلْمُعَقَّدِیَّات: مُعَقَّدْ نامی شخص کی طرف منسوب کمانیں، یہ شخص تیر میں پر بڑی مہارت سے لگاتا تھا۔

(مراد یہ ہے کہ جنگ میں ہمارے پاس بہترین اسلحہ تھا اور ہم اس اسلحہ کو بڑی جوانمردی سے استعمال کر رہے تھے)۔

۱۹- **اِزْدَلَفُوْا**: قریب ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہماری کمانوں سے نکلنے والے تیر دشمنوں کی کھوپڑیوں میں پیوست ہوئے۔

۲۰- **الذکور**: تلواریں۔ **نقدبها**: ان کے ساتھ کاٹا اور چیرا۔ **إلیٰ حجف الشغاف**: دل کے پردوں تک۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں کہ کیسے وہ تلواریں دشمن کی کھوپڑیوں میں پیوست ہوئیں اور کیسے ان کے دلوں کو پارہ پارہ کیا۔

۲۱- بیان فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں نے اہل شرک پر کیسی فوقیت حاصل کی۔ انہیں کیسے زخم لگائے۔ کس قدر ان کے مردوں کو قتل

کیا اوران سے ملنے والی تکلیف سے کہیں زیادہ انہیں تکلیف پہنچائی.

۲۲- آبَ : واپس آئے اورلوٹے. الجنان : باغات، جنت کی جمع. العفارس : صاف پانی. السلاف : پرانی شراب.

۲۳- الشراب الحمیم : گرم پانی، اہل جہنم کا مشروب.

شِیبَ بِالسَّمِّ الْمُذَافِ : یعنی جسے ملا دیا گیا ہے گھلے ہوئے زہر کے ساتھ.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل ایمان اور کافروں کے درمیان موازنہ کر رہے ہیں کہ اہل ایمان جنتی ہیں جنہیں طرح طرح کی نعمتیں حاصل ہیں اور جنگ میں مرنے والے کافر جہنمی ہیں جنہیں سخت عذاب سے دوچار کیا جارہا ہے. جنت میں رہنے والے ایمان دار تو حوض کوثر کا پانی پی رہے ہیں اور کافر عذاب جہنم سے دوچار ہیں.

۲۴- آبنا غانمین : یعنی ہم مال غنیمت لے کر واپس پلٹے. بہذا : اس کے ساتھ یعنی زندگی اور کامیابی لے کر.

ھٰذا : یعنی ہمارے شہداء کو ابدی زندگی نصیب ہوگئی. حَوَالَی منتعل وَحافٍ : یعنی نبی کریم ﷺ جو جوتا پہن کر چلنے والے اور بے غیر جوتے کے چلنے والے سب مخلوق سے بہتر ہیں. (جوتا پہنے والے مراد انسان اور بغیر جوتے کے مراد ہے دوسری مخلوق).
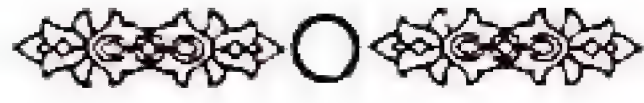
اللہ ينصرنا

اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا

آپؓ نے یہ اشعار بنی ثقیف کے ساتھ جنگ کے موقع پر اظہارِ تعجب کے طور پر کہے کہ اہل طائف کیوں نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لاتے، کیوں باطل پر مصر ہیں.
آپ فرماتے ہیں کہ عنقریب اُن پر اہل ایمان کو فتح نصیب ہوگی

وَلَقَدْ عَجِبْتُ لأَهْلِ هَذَا الطَّائِفِ
وَصُدُودِهِمْ عَنْ ذَا النَّبِيِّ الوَاصِفِ.(۱)

میں اہل طائف سے بڑا متعجب ہوں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کیوں اعراض برت رہے ہیں

وَمِنَ الالٰــهِ فَلاَ يُرَى فِي قَوْلِــهِ
خُلْفٌ، وَيَنْطِقُ بِالكَلاَمِ العَارِفِ(۲)

اور وہ معبود حقیقی سے روگرداں ہیں. پس آپ ﷺ کی بات میں کوئی چیز خلاف عقل نہیں دیکھی جاتی اور وہ اچھی (عقل سلیم جسے اچھا کہے) بات فرماتے ہیں

فَلَئِنْ ثَقِيفٌ لَمْ تُعَجِّلْ تَوْبَةً
وَتَصُدَّ عَنْ سَنَنِ الطَّرِيقِ الجَانِفِ (۳)

اگر بنوثقیف نے توبہ کرنے میں جلدی نہ کی اور گمراہی کے راستوں سے اعتراض نہ کیا تو............

لَتُصَبَّحَنَّ غُوَاتُهُمْ فِي دَارِهِمْ
مِنَّا بِأَرْعَنَ ذِي زُهَاءٍ زَاحِفِ (۴)

تو یقیناً اُن کے گمراہ لوگ اپنے گھروں میں ہمارے طرف سے (بھیجے گئے) پہاڑوں (لشکروں) کے ساتھ صبح کریں گے جو بہت بڑی تعداد پر مشتمل ہوں گے

فِيهِ الكُمَاةُ عَلَى الجِيَادِ كَأَنَّهُمْ
أُسْدٌ غَدَوْنَ غَدَاةَ دَجْنٍ وَاكِفِ (۵)

اُس لشکر میں گھوڑوں پر سوار ہتھیار بند گھوڑسوار گویا ایسے شیر ہوں گے جو برستی بارش کے روز باہر نکلے ہوئے ہیں

حَتَّى تُدَوِّخَ كُلَّ أَبْلَجَ مِنْهُمْ
مُتَجَنِّبٍ سُبُلَ الهُدَى مُتَجَانِفِ (۶)

حتیٰ کہ وہ شہسوار اُس شخص کا سر جھکا دیں گے جو سفید خوبصورت چوڑے چہرے اور جدا ابروؤں والا ہوگا، راہ ہدایت کو چھوڑنے اور اُس سے روگردانی کرنے والا ہوگا

يَدْعُوا اِلى سُبُلِ الضَّلاَلِ مُخَالِفٍ
سُبُلَ الْهُدَی لِلْحَقِّ غَيْرِ مُصَارِفِ(۷)

جو گمراہی کے راستوں کی طرف دعوت دیتا ہے، ہدایت کی راہوں کا مخالف ہے
اور حق کی طرف اپنے دل کو پھیرنے والا نہیں ہے

أَوْ يَهْلِكُوا كَهَلاَكِ عَادٍ قَبْلَهُمْ
بِهُبُوبِ رِيحٍ ذَاتِ سَافٍ عَاصِفِ(۸)

یا یہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح اُن سے پہلے قوم عاد تند و تیز جھکڑ سے ہلاک ہوگئی

أَوْيُؤْمِنُوا بِمُحَمَّدٍ وَيُكَبِّرُوا
ذَا الْعَرْشِ مَا اِنْ مُؤْمِنٌ كَمُخَالِفِ(۹)

یا یہ کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور عرش والے (رب) کی بڑائی بیان کریں۔ کیونکہ
ایک مؤمن دین کی مخالفت کرنے والے کی طرح نہیں ہوسکتا

عَانِی الْفُؤَادِ يَرَى الضَّلاَلَةَ مَغْنَماً
وَيَرَى الْهُدَى كَمَدُوفِ سُمٍّ جَائِفِ(۱۰)

دل (خواہشات) کی پیروی کرنے والا، جو گمراہی کو غنیمت خیال کرتا ہے اور
ہدایت کو سم قاتل خیال کرتا ہے

وَاللّٰهُ يَنْصُرُنَا وَأَحْمَدُ وَسْطَنَا
كَالْبَدْرِ أَنْصَفَ وَهُوَ لَيْسَ بِكَاسِفِ(۱۱)

اور اللہ تعالیٰ ہماری مدد کر رہا ہے اور احمد ﷺ ہمارے درمیان بدر تمام کی طرح
موجود ہیں جو کبھی محجوب ہونے والے نہیں ہیں

نَمْضِي لِأَمْرِ نَبِيِّنَا وَيُعِزُّنَا
وَحْيُ الْكِتَابِ مِنَ الْخَبِيرِ اللَّاطِفِ (۱۲)

ہم اپنے نبی کے حکم پر کاربند رہیں گے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والی بے حد مہربان
ذات کی طرف سے نازل کی گئی کتاب کی وحی ہمیں عزت سے نوازتی رہے گی

حواشی

۱- الطائف: یہ ایک وادی کا نام ہے جہاں بنوثقیف کا قبیلہ آباد ہے. یہ وادی مکہ مکرمہ سے بارہ فرسخ دور ہے.
الصدود: اعراض کرنا اور بدکنا.

۲- الخُلْفَ: وعدہ خلافی، عہد شکنی.   الکلام العارف: بھلائی کی بات.

۳- فرماتے ہیں میں بنی ثقیف اور طائف کے علاقہ میں رہنے والے لوگوں کے طرز عمل پر بڑا حیران ہوں کہ وہ دین حق سے روگردانی کر رہے ہیں. آپ فرماتے ہیں اگر ان لوگوں نے توبہ نہ کی تو ہم ان پر ایک عظیم لشکر لے کر حملہ کریں گے.
السنن: نہج.   الطریق الحائف: وہ راستہ جو حق وثواب سے الگ ہو گیا ہو (گمراہی کا راستہ).

۴- غواۃ: گمراہ لوگ، غادی کی جمع غواۃ ہے.
الادعن: اصل میں بہت بڑے پہاڑ کو الارعن کہتے ہیں. یہاں لشکروں کو بڑے پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے.

۵- فیہ الکماۃ: کماۃ کَمِیٌّ کی جمع ہے. کمی کہتے ہیں ایسے گھوڑ سوار کو جس نے جسم پر ہتھیار سجا رکھے ہوں.
الجیاد: گھوڑے.   الدجن: بارش.   الدواجن الواکف: برستی بارش.
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان لشکر کی کیفیت بتاتے ہیں کہ وہ پہاڑ کی مانند ایک کثیر التعداد لشکر ہے اور اس کے سپہ سالار وہ جوانمرد بہادر لوگ ہیں جنہوں نے اپنے جسم پر ہتھیار سجا رکھے ہیں اور جو دشمنوں پر یوں جھپٹتے ہیں جیسے شیر شکار پر جھپٹتے ہیں. دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ موسلا دھار بارش کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں.

۶- حَتّٰى تُدَوِّخَ: یعنی یہ شیر سر جھکا دیں گے. ذلیل کر دیں گے، مغلوب کر دیں گے.
دَوَّخَ: کا معنی کسی ملک پر غلبہ حاصل کرنا بھی ہوتا ہے. عرب کہتے ہیں دوخ یا دیخ البلاد یعنی کسی علاقہ کے باسیوں کو مغلوب و مفتوح کر لینا.

الابلج : سفید، خوبصورت کھلے چہرے اور جدا ابروؤں والا شخص (مراد سردار قوم ہے).

المتجانف : سیدھے راستے سے ہٹ جانے والا.

آپ کہتے ہیں. اسلام کے شاہسوار ہر اس شخص کا سر جھکا دیں گے جو ہدایت کے راستے سے ہٹ چکا ہے. جو اسلام کے دامن میں پناہ لے گا اور توبہ کرے گا وہ بچ جائے گا اور جو کفر پر اڑا رہے گا ہلاک ہو جائے گا.

۷- سُبُلٌ : سبیل کی جمع ہے، گمراہی کے راستے. سبل الہدیٰ چونکہ مخالف کا مفعول بہ ہے اس لیے منصوب ہے.

غیر مصارف لِلْحَقِّ : حق کی طرف دل پھیرنے والا نہیں یعنی حق کو قبول کرنے والا نہیں.

۸- عاد : عرب بائدہ سے تعلق رکھنے والی ایک قوم، انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا کیونکہ انہوں نے اپنے نبی حضرت سیدنا ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی. یہ قوم زوردار آندھی سے اپنے انجام کو پہنچی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے. ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴾ (الحاقہ:6). رہے عاد، تو انہیں برباد کر دیا گیا آندھی سے جو سخت سرد، بے حد تند تھی.

ذات سفاف : ایسی تند و تیز ہوا جس کے ساتھ مٹی اڑ رہی ہو.

عاصف : سخت تند و تیز جھکڑ.

۹- فرماتے ہیں اگر وہ اس انجام سے بچنے کے متمنی ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور عرش کے مالک اللہ رب العزت کی عظمت و کبریائی کا اقرار کریں. ایک مؤمن مخالف کی طرح نہیں ہوتا. جو ایمان لایا اور ہدایت کو قبول کیا وہ اس شخص سے بہت مختلف ہے جو گمراہ رہا اور اللہ تعالیٰ کے دین سے روگردانی پر مصر رہا.

۱۰- شاعر گم کردہ راہ کفار کے مزید عیوب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گمراہی خواہشات نفسانی کی پیروی کا نتیجہ ہے. یہ لوگ اپنے فاسد عقیدہ کے اسیر ہیں اور اس وجہ سے راہ ثواب سے ہٹ گئے ہیں. کیونکہ اُن کے دل و دماغ میں ایمان کی جو تصویر ہے وہ بڑی بھیانک ہے اور وہ ہدایت کو ایک ایسے زہر کی مانند دیکھتے ہیں جو انسان کے پیٹ میں خلط ملط ہو جائے.

(العانی: عنا یعنو یا عَنِیَ یَعْنَا سے اسم فاعل ہے. اس کا معنی ہے جھکنے والا، پیروی کرنے والا، قیدی، مدوف، داف یدوف سے اسم مفعول ہے. ملانا، مخلوط کرنا، مدوف، ملی ہوئی، الجائف جوف سے ہے جو معدے تک پہنچ جائے. مراد یہ ہے کہ ایسی دوا جسے پانی میں حل کر کے جوف تک پہنچا دیا گیا ہو. سم قاتل اس کا بہترین ترجمہ ہے).

۱۱- بیشک اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور اس کی مدد ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے، نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان بدر تمام کی طرح موجود ہیں اور کبھی وہ ہم سے محجوب نہیں ہوں گے.

۱۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کو اس بات کے ساتھ ختم کر رہے ہیں کہ ہم اپنے نبی کے حکم پر کاربند رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کا نور ہمیں عزت و توفیق سے نوازتا رہے گا.

قافية القاف

شَدَّ كالليث

شیر کی طرح بہادر رہے

یہ اشعار غزوۂ حنین کی مناسبت سے ہیں (۱)

حِينَ وَلَّى النَّاسُ وَانْخَذَلُوا
هَرَباً وَاحْمَرَّتِ الْحَدَقُ (۲)

جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور (مارے خوف کے) اُن کی آنکھیں سرخ ہو گئیں

شَدَّ كَاللَّيْثِ الْهِزَبْرِ وَقَدْ
عَظُمَ الأَشْجَانُ وَالْقَلَقُ (۳)

تو آپ ﷺ ببر شیر کی طرح ڈٹ گئے حالانکہ قلق واضطراب بہت زیادہ ہو چکا تھا

لَمْ يَخِبْ إِذْ شَدَّ جَمْعُهُمُ
وَالْقَنَا إِذْ ذَاكَ تَأْتَلِقُ (۴)

جب اُن کے لشکر نے حملہ کیا تو وہ ناکام نہ ہوئے اور اُس وقت نیزے چمک رہے تھے

وَسُیُوفٌ فِی أَکُفِّهِمُ
کَحِمَامِ الْمَوْتِ تَصْطَلِقُ (۵)

اور تلواریں اُن کے ہاتھ میں ایسے تھیں جیسے موت اور وہ دانت پیس رہے تھے

فَتَوَلَّوْا بَعْدَ مَا طَمِعُوا
وَبِغَیْرِ اللّٰہِ مَا انْطَلَقُوا (۶)

خواہش مند ہونے کے بعد وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور اللہ کو چھوڑ کر وہ دوسری سمت چل نکلے

حواشی

۱- تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت ابن اسحاق میں غزوۂ حنین کے واقعات جو اس دیوان کے آخر میں موجود ہیں.

۲- وَلَّی النَّاسُ: بھاگ نکلے اور ان پر شکست نازل ہوگئی. الحدق: آنکھیں (الحدق کی واحد الحدقہ ہے. بمعنی آنکھ کی سیاہی لیکن اس کا اطلاق پوری آنکھ پر کیا گیا ہے). احمرّت الحدق: یہ کنایہ ہے بیک وقت خوف وہراس اور نفرت سے.

۳- شَدَّ: یعنی جنگ میں آپ ثابت قدم رہے. مرنے مارنے پر تل گئے اور دشمن پر حملہ کر دیا. اللیث: شیر.
الهزبر: یہ اللیث کی صفت ہے. الهزبر کہتے ہیں بہت بڑے شیر کو (اسی وجہ سے ببر شیر ترجمہ کیا گیا ہے).
الاشجان: یہ شجن کی جمع ہے. ایسا معاملہ جو غمگین بنا دے اور قلق واضطراب کا سبب بن جائے.

۴- لَمْ یَخِبْ: ناکام نہ ہوئے، ہمت نہ ہاری.
شَدَّ جَمْعُهُمْ: ان کی جمعیت نے دشمن پر حملہ کیا. القنا: نیزے. تاتلق: چمکنا.

۵- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہوا میں لہراتی تلواروں کو موت کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں.

۶- یعنی بھاگ نکلے اور دشمن جنگ کرنے سے عاجز آگئے.
بعدما طمعوا: یعنی مسلمانوں کی طرف سے تیروں کی خواہش کے بعد.

قافیۃ اللام

... وقوم غَوَوا

باغی لوگ

اِن اشعار میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ ایمان وکفر کے دونوں گروہوں کی تصویرکشی کرتے ہیں

صَحَا مِنْ سُکْرِہٖ وَسَلاَ
وَفَارَقَ ذَاکَ وَانْقَفَلاَ (۱)

وہ اپنی مدہوشی سے باہر آ گیا۔ اُسے بھول گیا۔ اُس سے علیحدگی اختیار کرلی اور واپس لوٹ آیا

وَشَدَّ مَطِیَّۃَ التَّقْوٰی
بِرَحْلِ الْحَزْمِ وَارْتَحَلاَ (۲)

اور تقویٰ کی سواری پر حزم واحتیاط کی زین کس دی اور چل دیا

وَجَانَبَ مُوْبِقَاتِ الْغَیِّ
لَمَّا شَابَ وَاکْتَہَلاَ (۳)

گمراہی کی ہلاکت خیزیوں سے پہلو تہی کرلی جب جوان ہوا اور جب کھولت کی عمر کو پہنچا

وَكَانَ الْعَذْلُ يُكْرِثُهُ
وَقَدْ يُسْقَى بِهِ الْعَسَلَا (۴)

اور کبھی ملامت اُسے بری طرح ستاتی تھی اور کبھی ملامت کے ساتھ اُسے شہد بھی پلایا جاتا ہے

وَذَاكَ لَطِيفُ صُنْعِ اللّٰهِ
جَلَّ اِلٰهُنَا وَعَلَا (۵)

اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ ہمارا رب بڑی شان اور بلند مرتبے والا ہے

وَمَا قَالَ النَّبِيُّ لَهُ
سَيُجْزَى الْمَرْءُ مَا عَمِلَا (۶)

اور جو نبی کریم ﷺ نے انسان سے فرمایا (وہ برحق ہے کہ) عنقریب ہر شخص کو اُس کے اعمال کی جزاء دی جائے گی

وَلَيْسَ اللّٰهُ تَارِكَ أَنْ
يُجَازِي الْخَلْقَ مَا فَعَلَا (۷)

اور اللہ تعالیٰ اِس بات کو چھوڑنے والا نہیں کہ مخلوق کو اُن کے کئے کا بدلہ دے

فَيَجْزِي مُحْسِنًا حُسْنَى
وَيَجْزِي الزَّلَّةَ الزَّلَلَا (۸)

پس احسان (نیکی) کرنے والے کو نیک جزا دے گا۔ اور برائی کرنے والے کو اُس کی بری جزا دے گا

وَلَمَّا أَنْ رَأَى اللَّهُ الْبَرِيَّةَ
أَكْثَرُوا الْخَطَلاَ (۹)

اور جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ لوگ بہت زیادہ فساد کررہے ہیں

وَحَادُوا عَنْ سَبِيلِ الرُّشْدِ
أَوْضَحَ فِيهِمُ السُّبُلاَ (۱۰)

اور لوگ راہ مستقیم سے دور ہو گئے ہیں تو اُن کے لیے راستوں کو واضح فرمادیا

وَخَتَّمَ أَحْمَدَ الْمُخْتَارَ
أَكْرَمَ خَلْقِهِ الرُّسُلاَ (۱۱)

اور احمد مختار ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں زیادہ کریم ہیں کو خاتم الرسل ﷺ بنادیا

وَآتَاهُ كِتَاباً ضَمَّ
فِيهِ سَبْعَهُ الطُّوَلاَ (۱۲)

اور اُن کو ایک ایسی کتاب عطا فرمائی جس میں سات لمبی سورتیں ہیں

فَبَشَّرَهُمْ وَأَنْذَرَهُمْ
وَأَكْثَرَ فِيهِمُ الْجَدَلاَ (۱۳)

سو آپ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور انہیں بروقت خبردار کیا اور اُن سے بہت زیادہ بحث ومباحثہ فرمایا

وَأَعْلَمَهُمْ بِأَنْ كَانُوا
جَمِيعاً مَعْشَراً ضُلَّلاَ (۱۴)

اور انہیں بتایا کہ وہ تمام گمراہ لوگ ہیں

عُكُوفُهُمْ عَلَى الأَصْنَامِ
لَمْ يَرْضَوْا بِهَا بَدَلاَ (۱۵)

وہ بتوں کی عبادت پر کاربند ہیں اور اِس کے بدلے کسی دوسری چیز سے راضی نہیں ہیں

وَلاَ عَدَلُوا عَنِ الدُّنْيَا
إِلَى الْعَلْيَا كَمَنْ عَدَلاَ (۱۶)

وہ دنیا کو چھوڑ کر بلندی کی طرف مائل نہیں ہوئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا کو چھوڑ کر بلندیوں کی طرف پرکشا ہو گئے ہیں

وَلاَ وَصَلُوا مِنَ التَّقْوَى
إِلَى حَظٍّ كَمَنْ وَصَلاَ (۱۷)

اور وہ تقویٰ و پرہیز گاری کے حصے سے واصل نہیں ہوئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ تقویٰ سے واصل ہوئے

فَمَا إِنْ زَالَ يَدْعُوهُمْ
وَيُعْمِلُ فِيهِمُ الْحِيَلاَ (۱۸)

اور آپ ﷺ ہمیشہ اُن کو دعوت دیتے رہے اور اُن کے لیے ہر طرح کی کوشش کرتے رہے

فَقَالُوا: الْحَرْبُ أَيْسَرُ مِنْ
وِفَاقٍ قَصَّرَ الأَمَلاَ (۱۹)

کافر کہنے لگے ایسے اتفاق سے جنگ زیادہ آسان ہے جو امیدوں کو محدود بنادے

فَشَنَّ عَلَيْهِمُ شَنْعَاً
بِنَفْيِ جَمِيعِهَا الْكَسَلاَ (۲۰)

پس اُن تمام کی سستی و کاہلی دور کرنے کے لیے (یعنی اسلام دشمنی سے انہیں باز رکھنے کے لیے) اُن پر پورے زور سے حملہ کر دیا

فَلَمْ تُبْصِرْ سَوَاءَ الْخَيْلِ
فِيهَا تَحْمِلُ الأَسَلاَ (۲۱)

اور انہیں اِس بارے سوائے گھوڑوں کے کچھ نظر نہ آیا جو نیزے اٹھائے ہوئے ہوں

وَأَبْيَضَ فِي يَدَيْ رَجُلٍ
يُعَالِجُ تَحْتَهُ رَجُلاَ (۲۲)

اور انہیں اِس بات کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں تلوار ہو اور وہ اُس تلوار کے ساتھ دوسرے آدمی سے جنگ کرے

وَلَمْ تُبْصِرْ سِوَى بَطَلٍ
يُنَازِعُ دَارِعاً بَطَلاَ (۲۳)

انہیں سوائے اِس کے کچھ نظر نہ آیا کہ ایک زرہ پوش بہادر شخص کے ساتھ جنگ آزما ہو

فَمَا اِنْ زَالَ بِالْاِسْلَامِ
حَتّٰی تَمَّ أَوْ کَمُلَا (۲۴)

نبی کریم ﷺ ہمیشہ اسلام کے ساتھ رہے حتی کہ وہ تمام اور مکمل ہوا

فَأَصْبَحَ مَنْ مَضٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ
مُبَادِراً عَجِلَا (۲۵)

مسلمانوں کا جو فرد (نیکی میں) جلدی اور کوشش کرتے ہوئے چل بسا......

ثَوَاباً فِی جِنَانِ الْخُلْدِ
یُکْسٰی الْحَلْیَ وَالْحُلَلَا (۲۶)

تو اس کا ٹھکانہ خلد کے باغات قرار پایا جہاں اسے زیورات اور پوشاکیں پہنائی جاتی ہیں

سَنِیَّ الذِّکْرِ فِی الدُّنْیَا
بِهِ قَدْ نَضْرِبُ الْمَثَلَا (۲۷)

دنیا میں بہترین شہرت والا کہ ہم (اس کی قربانی اور ایثار کی) کی مثال دیتے ہیں

وَلَوْ قِنٌّ مِنَ الْعُبْدَانِ
یَرْعٰی دَهْرَهُ الثَّلَلَا (۲۸)

اگر وہ ایک غلام ہی کیوں نہ ہو جو غلام ماں باپ کا بیٹا ہو اور ساری زندگی بکریاں چراتا رہا ہو

وَمَــنْ بِــاللَّاتِ وَالْــعُــزَّى

تَــمَسَّكَ مُــعْــصِمــاً جَــذِلاً (۲۹)

اور جولات اور عزیٰ کے دامن سے وابستہ رہا اور سرکشی اور بت پرستی میں مگن رہا

اِلَــى نَــار مُــسَــعَّــرَةٍ

يُــعَــالِــجُ غُــلَّهَــا الْــقَــمِلاَ (۳۰)

اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور اُس کو جوؤں والا طوق پہنا کر عذاب دیا جائے گا

وَلَــوْ مِــمَّــنْ يَــقُــودُ لَــهُــمْ

جُــنُــودَ الْــغَــزْوِ مُــحْــتَــفِلاً (۳۱)

اگر چہ اُن کا تعلق اُن (بادشاہوں) سے ہو جن کے لیے جنگجو لشکروں کو جمع کیا جاتا تھا

شَــرَابُهُــمْ اِذَا ظَــمِــئُــوا

حَــمِــيْــمٌ يُــورِثُ الــطَّــحَلاَ (۳۲)

جب وہ پیاسے ہوں گے تو اُن کا مشروب جہنم کا گرم پانی ہوگا جو جگر کی سوزش کا باعث بن جائے گا

وَلَــوْ طُــحِــلُــوا اِذَا طُــحِــلُــوا

لَــكَــانَ بَلاَؤُ هُــمْ جَــلَلاَ (۳۳)

اگر چہ اُن کے جگر کو مصیبت پہنچے گی تو یقیناً اُن کی مصیبت اُس وقت بہت بڑی ہوگی

وَلَــكِــنْ لاَ شِــفَــاءَ لَــهُــمْ
وَلَــوْ قَــدْ أَظْهَــرُوا الْبَــلَلاَ (۳۴)

لیکن اُن کو کوئی شفاء حاصل نہیں ہوگی اگرچہ بظاہر انہیں کوئی شفا حاصل ہو بھی جائے

وَوُفِّــى الْــمُسْــلِــمُــونَ بِــمَــا
نَبِيُّهُــمْ لَهُــمْ كَــفِلاَ (۳۵)

اور مسلمانوں کو پورا پورا حق دیا جائے گا کیونکہ اُن کا نبی اُن کا کفیل ہوگا

وَكَــمْ مِــنْ مُشْــرِكٍ فِــى الــنَّــارِ
يُــغْشَــى الْــغُــلَّ وَالْــكَبَلاَ (۳۶)

اور کتنے ہی مشرک جہنم رسید ہوں گے جن پر طوق اور بیڑیاں چھائی ہوئی ہوں گی
(یعنی اُن کے ہاتھوں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ہوں گے)

وَكَــمْ مِــنْ مَــعْشَــرٍ شَــدُّوا
إِلَيْــهِ مَــطِيَّهُــمْ ذُلُلاً (۳۷)

اور کتنے ہی لوگ ذلیل ورسوا ہو کر جہنم کی طرف بڑی تیزی سے بڑھیں گے

فَــأَظْــفَــرَ كُــلَّ ذِى أَمَــلٍ
يُسَــرُّ بِــهِ بِــمَــا أَمَــلاً (۳۸)

اور کتنے ہی آرزومندوں کو فتح یاب کیا جائے گا اور جو اُن کی امیدیں ہوں گی اُن کو
پورا کر کے انہیں خوش کر دیا جائے گا

فَکَمْ یَحْظٰی بِغَانِیَةٍ
وَکَمْ یَسْتَخْوِلُ الْخَوَلَا (۳۹)

اور کتنے لوگ وہ ہیں جو بے بنیاد حسینہ کو پانے میں کامیاب ہوئے اور کتنے ہیں جنہوں نے غلاموں کو پانے میں کامیابی حاصل کی

وَقَوْمٌ آخَرُوْنَ غَوَوْا
لَقُوْا مِنْ غَیِّهِمْ نَکَلَا (۴۰)

اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے سرکشی کی، اپنی گمراہی کی وجہ سے مصیبت سے دوچار ہوئے

فَیَنْعَمُ ذَا بِمَحْصُوْلٍ
وَیَکْرَهُ ذَاكَ مَا حَصَلَا (۴۱)

یہ لوگ (مسلمان) نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور وہ (کافر) ناپسند کر رہے ہیں اُس چیز کو جو انہیں حاصل ہوئی

کَذَاكَ اللّٰهُ یَحْمِلُ کُلَّ
عَبْدٍ مِثْلَ مَا حَمَلَا (۴۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر بندے پر اتنا بوجھ ڈالتا ہے جتنا وہ بندہ اٹھاتا ہے

حواشی

۱- صُحَا مِنْ سُکْرِہٖ : مدہوشی سے افاقہ حاصل کرلینا.   سَلاَ یَسْلُوْ سَلْوَاناً : بھول گیا.   اِنْقَفَلَ : واپس آیا، لوٹ آیا.

۲- المطیّۃ : جانور، سواری مطیۃ التقویٰ استعارہ ہے (مراد ہے تقویٰ اختیار کرلیا).

الرحل : اونٹنی کا پلان جس طرح گھوڑے کی زین ہوتی ہے.

رحل الحزم : استعارہ ہے. فرماتے ہیں کہ انہوں نے تقویٰ پر کاربند رہنے کا عزم کرلیا اور ایمان کی سواری پر سوار ہوکر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوگئے.

۳- جانب : پہلو تہی کرنا، چھوڑ دینا، ترک کردینا، اجتناب کرنا.   الموبقات : ہلاکت خیزیاں.   الغَیّ : گمراہی.

اکتہل : درمیان عمر کا ہونا، درحقیقت کہل اس عمر کو کہتے ہیں جو تیس اور پچاس کے درمیان ہوتی ہے.

۴- العذل : ملامت.   یُکْرِثُہٗ : بری طرح پاؤں سے کچلنا.

وَقَدْ یُسْقٰی بِہٖ الْعَسَلاَ : یعنی کبھی تو وہ اس کو ملامت کرتا ہے ایسی جو شہد کے ساتھ ملی ہوتی ہے. شہد یہاں نرمی اور عقل مندی سے کنایہ ہے.

۵- بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے. وہ ان سے سختی کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں آفات سے امان بھی دیتا ہے اور نجات عطا کرتا ہے. (صُنْعِ اللہ : اللہ کی پیدا کردہ مخلوق، لطیف، لطف واحسان کرنے والا، یعنی اللہ تعالیٰ اگرچہ انسان کو بعض اوقات اس کے برے اعمال کی سزا دیتا ہے لیکن اس کے لطف واحسان کی بھی کوئی حد نہیں وہ ہر ایک کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ایک کو پناہ عطا کرتا ہے).

۶- آپ فرماتے ہیں. انسان کو اللہ تعالیٰ اس کے کئے کا پورا پورا اجر دے گا اور کسی پر کچھ بھی ظلم زیادتی نہیں ہوگی.

﴿ وَمَا رَبُّکَ بِظَلاَّمٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴾ (السجدہ:46) اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں.

۷- اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کی بات کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اچھے یا برے اعمال کی سزا اور جزا ضرور دے گا. نیکو کاروں کو اعمال حسنہ کی جزاء اور بروں کو ان کی خباثتوں کی سزا ضرور ملے گی.

۸- بیشک اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے اعمال کو پورا پورا بدلہ دے گا. اچھے کام کا اچھا بدلہ دے گا اور برائی کرنے والے کا محاسبہ کرے گا. الزلل کا معنی ہے خطا اور گناہ جیسا کہ یہ مضمون قرآن کریم کی اس آیت میں بھی آیا ہے.

﴿ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ○ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴾ (الزلزال:7-8) پس جس نے ذرا برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا. اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا.

۹- اَلْبَرِیَّۃَ : لوگ.   الخطل : فساد.

۱۰- حادوا عن سبیل الرشاد : یعنی راہ ثواب سے ہٹ گئے ہیں. لوگوں کو جب دیکھا کہ وہ ہدایت اور ثواب کے راستے سے دور ہوگئے ہیں تو ان پر ہدایت کی راہوں کو واضح فرمادیا.

۱۱- خَتَمَ الرُّسُلاَ : یعنی محمد ﷺ کو خاتم الرسل نبی بنادیا.

۱۲- آتَاہُ کِتَاباً : یعنی قرآن کریم جیسی کتاب اُن پر نازل فرمائی.

السبع الطوال : اُن سے مراد قرآن کریم کی سات لمبی سورتیں ہیں اور وہ ہیں. بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف. یہ سورتیں ابتداء قرآن میں ہیں. ساتویں سورت کے بارے اختلاف ہے. بعض کے نزدیک یہ سورۂ یونس ہے اور بعض کے نزدیک سورۃ الانفال.

۱۳- فَبَشَّرَهُمْ وَأَنْذَرَهُمْ : یعنی قرآن کریم میں ترغیب اور ترہیب دونوں طرح کی آیات جمع فرمادیں. مثلاً سورۃ النساء میں فرمایا. ﴿ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ﴾ (النساء:165) خوشخبری دینے کے لیے اور ڈرانے کے لیے.

سورۃ الاسراء میں فرمایا. ﴿ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل:105) (رحمت الٰہی کا) مژدہ سنانے والا اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا.

سورۃ المائدہ میں فرمایا. ﴿ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ﴾ (المائدہ:19) اب تو آ گیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا. اہل ایمان سے فرمایا. ﴿ وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ ﴾ (السجدہ:30) اور تمہیں بشارت ہو جنت کی.

۱۴- المعشر الضلل : گم کردہ راہ لوگ.

۱۵- العکوف عَلَى الْأَصْنَامِ : ان کی عبادت پر کاربند اور ان کی قربت حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں.

لَمْ يَرْضَوْا بِهَا بَدَلاً : یعنی ان کی عبادت ترک کرنے اور ان کو چھوڑ دینے پر خوش نہیں ہیں.

۱۶- عَدَلُوْا عَنْ : انحراف کیا یا مائل ہو گئے (دنیا سے بلندیوں کی طرف).

۱۷- التقوىٰ : ایمان اور سچی عبادت.

۱۸- شاعر نبی کریم ﷺ کی دعوتی مساعی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں. آپ ﷺ نے اپنی قوم کو برائی کی راہ سے ہٹا کر نیکی کی راہ پر لگانے کے لیے کئی اسباب اور طریقے اختیار فرمائے.

۱۹- یعنی کافروں نے اطاعت اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا. تکبر کیا اور جنگ و جدل کو ترجیح دی.

۲۰- فَشَنَّ عَلَيْهِمْ شَنْعاً : یعنی جب وہ بے بس ہو گئے اور ان کی ہدایت پذیری کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو ان کے خلاف جنگ آزما ہو گئے اور ان پر پورے زور و شور سے حملہ کر دیا.

۲۱- لم تبصر سواء الخيل : یعنی انہیں گھوڑوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا.

تَحْمِلُ الْأَسَلاَ : یعنی جو نیزے اٹھائے ہوئے تھے.

۲۲- الابیض : تلوار.

يُعَالِجُ تَحْتَهُ رَجُلاً : یعنی اس تلوار کے نیچے وہ کسی شخص سے جنگ آزما ہو.

۲۳- سوی بطل : یعنی بہادر جنگجو کے سوا. ینازع : جنگ کرے، دشمنی کرے. الدارع : زرہ پوش.

۲۴- مَا اِنْ زَالَ بالاسلام حتی تم او کملا : یعنی نبی کریم ﷺ ہمیشہ اسلام ہی کی اشاعت کے لیے کوشاں رہے. حتی کہ اس دین کی شان و شوکت بڑھ گئی اور وہ غالب آ گیا.

۲۵- مبادراً : جلدی کرتے ہوئے. مراد ہے کہ جس نے اعلائے کلمۃ الحق کی کوشش کی.

۲۶- فرماتے ہیں اگر وہ چلے گئے تو ان کی قرار گاہ جنت الخلد میں ہے. جیسا کہ ارشاد ربانی ہے. ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ (آل عمران:169) "اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں."

الحلی : زیورات اور جواہر جو تزئین و آرائش کے کام آتے ہیں۔

الحلل : حُلَّةٌ کی جمع ہے۔ حریر و دیباج کے کپڑے، پوشاک۔

۲۷- سنی الذکر فی الدنیا : دنیا میں بہترین شہرت رکھنے والا۔

به تضرب المثل : جس کی ایثار و قربانی ضرب المثل ٹھہری ہے۔

۲۸- القن : ایسا غلام جس کے والدین بھی غلام ہوں۔ العبدان : العبد کی واحد، غلام۔ یَرْعیٰ الثِّلَلاَ : بکریاں چرا تا رہا ہو۔ شاعر اسلامی مساوات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس کی رو سے غلام اور آقا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ ''تمام انسان کنگھی کے دندانوں کی مانند برابر ہیں۔''

۲۹- اللات والعزی : مشرکین عرب کے بت جن کی زمانہ جاہلیت میں پوجا ہوتی تھی۔

تَمَسَّكَ معصماً جذلاً : خوشی سے ان بتوں سے وابستہ رہے۔

۳۰- النّار المسعّره : جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ۔ الغل : چمڑے کا طوق۔

القمل : ایسا طوق جس پر جوئیں ہوں، کیونکہ وہ طوق گردن میں ڈالا جائے گا۔

شاعر اہل ایمان اور اہل کفر کے درمیان موازنہ کر رہے ہیں۔ اہل ایمان کو جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ جہاں وہ زیورات اور پوشاکیں پہنے ہوئے خوشی سے بسیں گے اور کافروں کے لیے جہنم کی آگ ہوگی جہاں ان کو طرح طرح کی سزائیں دی جائیں گی۔

۳۱- جنود الغزو : جنگی لشکر، جو حملہ کریں یا غارت گری کریں۔

۳۲- اِذَا ظَمِئُوْا : جب انہیں پیاس لگے گی۔ الحمیم : گرم پانی۔

یورث الطحل : جو سبب بنے گا جگر کی سوزش یا اس کے پھول جانے کا قرآن کریم میں ہے۔ ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًاo لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًاo لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًاo لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًاo اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًاo﴾ (النباء:21-25) ''درحقیقت جہنم ایک گھات ہے یہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ پڑے رہیں گے اس میں عرصہ دراز، وہ نہیں چکھیں گے اس میں کوئی ٹھنڈی چیز اور نہ پانی بجز کھولتے پانی اور گرم پیپ کے''۔

۳۳- وَلَوْ طُحِلُوْا : یعنی اگر ان کو جگر میں جو تکلیف ہوگی سو ہوگی۔ البلاء : مصیبت۔

۳۴- البلل الشفاء : یعنی وہ اس مصیبت سے ہرگز چھٹکارا نہیں پائیں گے اگرچہ بظاہر ایسا لگے بھی کہ ان کو اس مصیبت سے نجات حاصل ہوگئی ہے۔

۳۵- شاعر اشارہ کر رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے غلاموں کی پوری پوری خبرگیری کریں گے اور مسلمانوں کو وہ مصیبت نہیں پہنچے گی۔ جو اہل شرک کو پہنچے گی۔

۳۶- اَلْغُلّ : بیڑی، ہتھکڑی، سخت اور بڑی۔ اس کا معنی قید بھی ہے۔ الکبل : بیڑی، طوق۔

۳۷- شدّوا المطیّ : جلدی کرنا ذللاً : سر جھکائے، اطاعت کرتے ہوئے۔

۳۸- اَظْفَرَهٗ : غلبہ عطا کیا۔ ظفر سے ہے۔ غلبہ۔

۳۹- یَحْظیٰ : کامیاب ہوئے، حاصل کیا۔

الغانية : خوبصورت عورت جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے سامان آرائش سے بے نیاز ہو یا مردوں سے شادی کرنے

سے بے نیاز ہو۔ **الخلول**: غلام۔ **استخول**: غلام بنایا۔

(یعنی کتنے لوگ ہیں جن کو جنت کے حورو غلمان کی صورت میں رب کا عطیہ نصیب ہوگا)۔

۴۰- **غَوِیُ الْقَوْمِ**: گمراہی کی پیروی کی۔ **النکل**: مصیبت اور شقاوت۔

۴۱- اہل ایمان کو ملنے والی نعمتوں اور مشرکوں کو دیئے جانے والے عذاب کے درمیان شاعر موازنہ کر رہے ہیں۔ یہ سب ان کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

۴۲- فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر بندے پر اس کے اعمال کا بوجھ ڈالتا ہے۔ اسے کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھانا پڑتا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْریٰ ''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ''ہر جان اپنے اعمال کی رہین ہے''۔

بأبی شبیهٌ بالنبیّ

میرا باپ اِن پر قربان ہو
یہ تو نبی کریم ﷺ کے ہم شکل ہیں

یہ شعر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس وقت کہے جب آپ نے حضرت امام حسن ؓ کو اٹھایا.
یہ سن کر حضرت علیؓ ہنس دیئے اور خوش ہوئے

بِأَبِی شَبِیهٌ بِالنَّبِیِّ
لَیْسَ شَبِیهًا بِعَلِیِّ (1)

میرا باپ اِن پر قربان، یہ تو نبی کریم ﷺ کے ہم شکل ہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں

حواشی

ا- بِأَبِی: میرا والد قربان ہو.

واحرزا

اے وہ جزا جس کو میں نے پالیا

میدانی اپنے مجمع میں اِس روایت کو لائے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے ابتدائی حصہ میں وتر ادا کرتے تھے اور کہتے تھے

وَاحَــرَزَا وَأَبْتَــغِــي الــنَّــوَافِلاَ (۱)

اے وہ اجر وثواب جو میں نے پالیا. اب میں نوافل کی خواہش رکھتا ہوں

حواشی

۱- واحرزا وابتغی النوافلا : یہ ضرب المثل اس شخص کے لیے بولی جاتی ہے. جو اپنا مقصود پانے کے بعد زیادہ کا خواہش مند ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو راس المال یا اس مال کو بچانے کا حریص ہو جو دیا گیا ہو اور وقت ضرورت کے لیے اسے محفوظ بنا دیا گیا ہو. نوافل نفل کی جمع ہے. زیادتی، اس مصرع کو یوں بھی روایت کیا گیا ہے.

أَحْــرَزْتُ نَهْبِــي وَأَبْتَــغِــي الــنَّــوَافِلاَ

لسان العرب میں حرز کے مادہ کے تحت اس کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے مراد یہ ہے کہ انہوں نے وتر کی نماز ادا کر کے اس کو فوت ہونے سے بچالیا ہے اور اس کا اجر اپنے اعمال نامے میں محفوظ کر لیا ہے. اگر وہ رات کو بیدار ہو گیا تو

نفل ادا کر لے گا. وگرنہ وتر نماز سے تو سبکدوش ہو گیا. حرز مصدر ہے جو یہاں مفعول کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے.
وَاحَــــرَزَا میں الف یائے اضافت کا بدل ہے. جسے یاغلاما اصل میں یاغلامی تھا. النوافل سے مراد زائد عبادت ہے. یہ
ضرب المثل عرب اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اپنا مطلوب پالیتا ہے اور زیادہ کا طالب ہوتا ہے. ابو عمرو نوادر میں
کہتے ہیں کہ الحرائز ان اونٹوں کو کہتے ہیں جنہیں ان کی نفاست کی وجہ سے نہ بیچا جاتا ہو یا جیسا کہ شماخ نے کہا.
تُبَاعُ اِذَا بِیْعَ التلادا لحرائز ''ان اونٹوں کو صرف اس وقت بیچا جائے گا جب اپنے بچوں کو بیچا جاتا ہے''.

أدرَكْتَ ثأرَكَ

تو نے اپنا بدلہ لے لیا

جب حضرت بلال حبشیؓ نے امیہ بن خلف کو ہلاک کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے کہ کس طرح امیہ، حضرت بلالؓ کو اذیت دیتا تھا

هَنِيئاً زَادَكَ الرَّحْمٰنُ خَيْراً
فَقَدْ أَدْرَكْتَ ثَأْرَكَ يَا بِلَالُ(۱)

مبارک ہو، اے بلالؓ! رب الرحمٰن تجھے اور بھلائی عطا کرے۔ تم نے امیہ بن خلف سے اپنا بدلہ لے لیا

فَلَا نِكْساً وُجِدْتَ وَلَا جَبَاناً
غَدَاةَ تَنُوشُكَ الأَسَلُ الطِّوَالُ(۲)

نہ تو تو کمینہ پایا گیا اور نہ ہی بزدل جس دن لمبے نیزوں نے تجھ کو آ لیا

إِذَا هَابَ الرِّجَالُ ثَبَتَّ حَتّٰى
تُخَالِطَ أَنْتَ مَا هَابَ الرِّجَالُ(۳)

جب لوگ ڈر رہے تھے تو آپ نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا حتی کہ آپ اُس چیز سے گتھم گتھا ہو گئے جس سے لوگ ڈر رہے تھے

عَلَى مَضَضِ الْكُلُومِ بِمَشْرِفِيٍّ
جَلاَ أَطْرَافَ مَتْنَيْةِ الصِّقَالُ(۴)

دو دھاری صیقل شدہ تلواروں کے ساتھ زخموں کے درد کے باوجود (انہوں نے جوانمردی کا مظاہرہ کیا اور پیچھے نہ ہٹے)

حواشی

۱- آپ حضرت بلالؓ سے یعنی بلال بن رباح حبشی جو رسول اللہ ﷺ کے موذن تھے۔ سے مخاطب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تجھے مبارک ہو. اللہ تعالیٰ تجھے اور بھلائی سے نوازے، تم نے اپنے دشمن اور اذیت دینے والے شخص امیہ بن خلف سے ان مظالم کا بدلہ لے لیا جو ابتدائے اسلام میں وہ تجھ پر روا رکھتا تھا.

۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس دن لمبے نیزوں کے ساتھ تیرا کسی سے مقابلہ ہوا تو اس نے نہ تو تجھے کمزور رذیل پایا اور نہ ہی ایسا بزدل جس میں کوئی بھلائی نہ ہو. یعنی تو ہمیشہ جرات مند اور شجاع رہا اور مصائب وشدائد کا ہمیشہ مردانگی سے مقابلہ کرتا رہا. بالخصوص جب تیرا سامنا ہوا لمبے نیزوں سے. ناشہ نیوش کا معنی ہے اس کو پکڑا اس کو آلیا.

۳- شاعر بلال رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کے درمیان موازنہ پیش کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جب تمام لوگ مشکلات سے گھبرائے ہوئے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا خوف وہراس طاری نہیں تھا. وہ بالکل نڈر تھے اور بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کر رہے تھے.

۴- **الكلوم**: کلم کی جمع ہے زخم. **والمضض**: زخم یا کسی اور چیز کا درد. **المشرفی**: تلوار.
المتنان: متن کی تثنیہ ہے تلوار کی دھار. **الصقال**: صیقل شد.

رَدُّوا نُصْحَهُ

انہوں نے اپنے رب کی نصیحت کو ٹھکرا دیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی گمراہی کو یاد کر کے نصیحت کے انداز میں فرماتے ہیں

أَشَاقَكَ بِالْمُنْتَصَى مَنْزِلُ
جَلاَ أَهْلُهُ عَنْهُ وَاسْتَبْدَلُوا (۱)

کیا مقام منتصی میں کسی گھر نے تیرے شوق کو ابھارا ہے. جس میں رہنے والے اسے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اس کے بدلے انہوں نے کسی اور جگہ کو قیام گاہ بنالیا ہے

وَجَرَّتْ بِهِ الرِّيحُ أَذْيَالَهَا
فَكَيْفَ يُجَاوِبُ أَوْيُسْأَلُ (۲)

اور ہواؤں نے اس پر اپنے دامن گھسیٹے ہیں. پس یہ گھر کیسے جواب دے اور کیسے اس سے سوال کیا جائے (جبکہ یہاں بستا ہی کوئی نہیں)

تَحَمَّلَ مَنْ كَانَ يَغْنَى بِهِ
وَأَقْفَرَ بَعْدَهُمُ الْمَنْزِلُ (۳)

جولوگ اس گھر میں آباد تھے کوچ کر گئے اوران کے جانے کے بعد یہ گھر غیر آباد ہوکررہ گیا

وَصَارَ مَعَانًا لِوَحْشِ الْفَلَا
فَهَاتَا تَخُبُّ وَتَا تَرْسِلُ(۴)

اور یہ گھر جنگلی درندوں کی آماجگاہ بن گئے .کوئی ادھر سے دوڑا آتا ہےتو کوئی ادھر سے بھاگتا آرہا ہے

إِذَا أَقْرَضَتْ تُرْبُهُنَّ الْجَنُوبُ
شَمَالًا أَفَاءَتْ بِهِ الشَّمْأَلُ(۵)

جب ان پر جنوب کی خاک اڑانے والی تیز ہوائیں چلیں ،تو شمال سے آنے والی ہواؤں نے اُن کا منہ پھیر دیا

فَهَاتَانِ أَخْلَقَتَا رَسْمَهُ
وَلَمْ تَأْلُ هَتَّانَةٌ تَهْطِلُ(۶)

اُن دونوں ہواؤں نے اُس گھر کے نشانات کو مٹادیا نیز موسلا دھار بارش برسانے والے بادلوں نے بھی اُس کے نشانات کو مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی

أَتَسْأَلُ مَنْ لَا يُجِيبُ السُّؤَالَ
وَهَلْ يَنْطِقُ الْخَلَقُ الْمُحْوِلُ؟(۷)

کیا تو اُس سے سوال کرے گا جوسوال کا جواب نہیں دیتا اور کیا ایک بوسیدہ گھر بول سکتا ہے.جس کی ہیئت ہی بدل گئی ہے

وَكَيْفَ تَصَابِي الَّذِي قَدْ أَتَتْ
لَهُ أَرْبَعُوسَنَةٍ كُمَّلُ؟(۸)

وہ جوانی کی جولانیوں کا اظہار کیسے کر سکتا ہے کہ جس پر مکمل چالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے

وَأَعْلَمَهُ شَيْبُهُ عَنْ هَوَاهُ
وَنِعْمَ الْبَدِيلُ الَّذِي يُبْدَلُ(۹)

اس کے بڑھاپے نے اس کو یہ بات سکھا دی ہے کہ وہ اپنی خواہشات سے باز آ جائے اور وہ بدلنے والا کیا ہی خوب ہے جو بدل دیا جاتا ہے

وَمَالَ بِهِ عَنْ طَرِيقِ الضَّلَالِ
مُحَمَّدٌ الصَّادِقُ الْمُرْسَلُ(۱۰)

اور اس کو گمراہی کے راستے سے ہٹا کر (راہ مستقیم پر لگا دیا ہے) محمد ﷺ نے جو اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں

وَلَمَّا رَأَى اللهُ مِنْ خَلْقِهِ
ضَلَالاً أَتَاهُمْ بِهِ الضُّلَّلُ(۱۱)

اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں گمراہی دیکھی جو گمراہی ان کے پاس گمراہ لوگ لے کر آئے تھے

فَلَمْ يَعْرِفُوا اللّٰهَ فِي أَرْضِهِ
وَلَا كَبَّرُوهُ وَلَا هَلَّلُوا (۱۲)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ کیا۔ نہ اس ذات کی بڑائی بیان کی اور نہ ہی کبھی نیکی اور برائی سے بچنے کی طاقت کو اللہ کی طرف سے خیال کیا

تَنَخَّبَ مِنْ خَلْقِهِ مُرْسَلاً
لِيَجْلِسَ مِنهُمْ لَهُ الْعُمَّلُ (۱۳)

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے رسولوں کو منتخب فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلائیں اور ان کی رہنمائی کریں

وَأَحْسَنَ فِي لُطْفِهِ مُجْمِلاً
وَمَنْ غَيْرُهُ الْمُحْسِنُ الْمُجْمِلُ (۱۴)

اور اپنی مخلوق پر خوب لطف وکرم فرمایا اور ان کے ساتھ کمال مہربانی کا سلوک کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سواہے بھی کون جو احسان کرے اور حسن سلوک فرمائے

فَرَدُّوا عَلَى رَبِّهِمْ نُصْحَهُ
وَلَمْ يَرْتَضُوهُ وَلَمْ يَقْبَلُوا (۱۵)

لیکن انہوں نے اپنے رب کی نصیحت کو رد کر دیا اور وہ اس پر خوش نہ ہوئے اور اس کو قبول نہ کیا

وَمَا زَالَ یَغْلِبُهُمْ لِلْهُدَی
وَأَمْرُهُمُ الأَرْذَلُ الأَسْفَلُ (۱۶)

رسول اللہ ﷺ ان کی ہدایت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے لیکن انہوں نے نہایت کمینگی اور سفالت کا ثبوت دیا

فَأَسْعَدَ قَوْماً بِهِ رَبُّهُمْ
فَأَضْحَوْا وَحُكْمُهُمُ الأَعْدَلُ (۱۷)

کچھ لوگوں کو ان کے رب نے اس دین کو قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور کر دیا وہ مسلمان ہو گئے اور ان کی حکومت سب سے زیادہ عدل وانصاف پر قائم ہوئی

وَمِيزَانُ غَيْرِهِمْ شَائِلٌ
وَوَزْنُهُمُ الأَرْجَحُ الأَثْقَلُ (۱۸)

دوسروں کے میزان عمل کے پلڑے اٹھ گئے اور ان کے اعمال کے وزن زیادہ اور بھاری قرار پایا

فَآمَنْتُ بِاللهِ إِذْ جَاءَنَا
كِتَابٌ لَهُ مُحْكَمٌ مُنْزَلُ (۱۹)

تو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا کیونکہ ہمارے پاس وہ کتاب آ گئی ہے جو محکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے

وَصَدَّقْتُ أَحْمَدَ وَهُوَ الَّذِی
حَبَانَا بِهِ الْمُنْعِمُ الْمُفْضِلُ (۲۰)

اور میں نے احمد ﷺ کی تصدیق کی ہے اور یہ وہ ذات ہیں جو منعم حقیقی فضل و کرم کے مالک ذات برحق نے ہمیں بخشے ہیں

فَسَنَّ الصَّلَاۃَ لَنَا وَالزَّکَاۃَ
وَبِرّاً بِذِی رَحِمٍ یُوصَلُ (۲۱)

اور انہوں نے ہمارے لیے نماز، زکوٰۃ اور عزیز و اقارب کے ساتھ نیکی کرنے کو فرض قرار دے دیا

وَسَنَّ الصِّیَامَ لَنَا وَالْقِیَامَ
مُوَلّیً الی اللّٰہِ لَا تَجْهَلُوا (۲۲)

اور ہمارے روزے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قیام فرض کیا تم اس بات سے جاہل مت بنو

وَحَجّاً اِلَی اللّٰہِ فِی بَیْتِہِ
لِمَنْ کَانَ ذَاكَ لَهُ یَسْهُلُ (۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس کے گھر کے حج کو فرض فرما دیا ہر اس شخص کے لیے جو آسانی سے اس کا حج کر سکتا ہے

وَأَمْراً بِعُرْفٍ وَنَهْياً عَنِ الْمُنَاكِرِ
فِي كُلِّ مَا يَفْعَلُ (۲۴)

امر بالمعروف اور تمام کاموں میں نہی المنکر کو فرض قرار دیا

تَقَبَّلْتُ ذٰلِكَ مِنْ عِلْمِهِ
وَمَا زَالَ فِي حُكْمِهِ يَعْدِلُ (۲۵)

میں نے یہ جان کر اس (دین) کو قبول کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں ہمیشہ عدل فرماتا ہے

وَجَاهَدْتُ فِي اللّٰهِ أَعْدَاءَهُ الَّذِينَ
بِهِمْ رَبُّنَا يَمْحَلُ (۲۶)

اور میں نے محض اللہ کے لیے اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جن کو ہمارے رب نے
ان کی سازشوں کی سزادی

وَنَفَّلَنَا اللّٰهُ أَمْوَالَهُمْ
فَنَأْسِرُهُمْ بَعْدَمَا نَقْتُلُ (۲۷)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دولت ہمیں غنیمت میں دے دی اور خوب قتل کرنے کے
بعد ہم نے ان کو اپنا قیدی بنا لیا

وَعِنْدَهُمْ أَنَّهُمْ ثَابِتُونَ
عَلَى الْحَقِّ لَمْ يَعْدُهُمْ مَشْغَلُ (۲۸)

ان کا خیال یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں اور انہیں کوئی چیز اس سے دور نہیں کر سکتی

وَمَا يَعْلَمُونَ وَمَا يَشْعُرُونَ
بِأَنَّ الْجَحِيمَ لَهُمْ تُشْعَلُ (۲۹)

اور وہ نہیں جانتے اور نہ وہ اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ جہنم کی آگ انہیں کے لیے شعلہ زن کی گئی ہے

وَكَمْ سَيِّدٍ لَهُمْ فِي اللِّقَاءِ
غُودِرَ فِي صِرَّةٍ يَسْعُلُ (۳۰)

ان کے کتنے ہی ایسے سردار ہیں جنہیں جنگ میں اس حالت کو پہنچا دیا گیا ہے کہ وہ اب سردی میں زور زور سے کھانس رہے ہیں

إِذَا أَظْلَمَ اللَّيْلُ مِنْ دُونِهِ
عَفَتْهُ جَعَارِ الَّتِي تَقْزِلُ (۳۱)

جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو بجو لنگڑاتا ہوا ان کی داد و دہش کا طالب بن کر آتا ہے۔(مراد یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں ان مردہ سرداروں کے جسموں کو کھانے کے لیے بجو لنگڑاتے ہوئے آتے ہیں طنزاً داد و دہش کی بات کی گئی ہے)

وَإِنْ قَدْ أَضَاءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ
أَتَتْهُ سَرَاحِينُهُ الْعُسَّلُ (۳۲)

اور اگر ان پر دن روشن ہو جائے تو ان کے پاس اضطراری کیفیت میں چلنے والے بھیڑیے آتے ہیں

وَإِنْ دَوَّمَتْ شَمْسُهُ فَوْقَهُ
أَظَلَّتْهُ غِرْبَانُهُ الْحُجَّلُ (۳۳)

اور اگر سورج کچھ دیر تک ان کے اوپر رہے تو ہر طرف سے کوے ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور ان پر سایہ کر دیتے ہیں

وَآخَرَ مِنْهُمْ حَلِيفِ الصَّغَارِ
عَنِ السَّرْجِ بِالْكَرِّ مُسْتَنْزَلُ (۳۴)

اور ان میں سے بعض لوگ جو کمینگی اور چھوٹے پن کے حلیف ہیں حملے کے ہوتے ہی زینوں سے (گھوڑوں سے) نیچے اتر آتے ہیں

مَغِيظٍ عَلَى مَالِكِي أَسْرِهِ
يُخَالُ عَلَى أَنْفِهِ دُمَّلُ (۳۵)

اپنے قید کرنے والوں پر ناراضگی کی وجہ سے یوں گمان ہوتا ہے کہ ان کی ناک پر پھوڑا ہے (یعنی قید کرنے والوں پر ناراض ہونے کی وجہ سے)

حواشی

۱- أَشَاقَكَ: کیا تیرے شوق کو ابھارا ہے؟ المنتصی: جگہ کا نام ہے.
جلا اهله عنه: جس کے باسی اسے چھوڑ گئے ہیں اور اس سے کوچ کر گئے ہیں.
استبدلوا: یعنی اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ کو قیام گاہ بنالیا ہے.

۲- جَرَّتْ بِهِ الرِّيحُ أَذْيَالَهَا: یعنی اس پر ہوائیں چلیں اور ان ہواؤں نے اس گھر کے نشانات تک مٹا دیئے ہیں. اب یہ گھر تیری باتوں کا جواب کیسے دیں اور کیسے تجھ سے مخاطب ہوں.

۳- تَحَمَّلَ : کوچ کر گئے۔ مَنْ یَغْنٰی بِہٖ : جو اس میں مقیم تھے۔ اقفر المکان : باسیوں سے خالی ہو گیا۔

۴- المعان : آماجگاہ۔ وحش الفلاۃ : صحراء کے درندے اور وحشی۔ فهاتا : یہ۔

تَخُبُّ : خَبَّ سے ہے، بھاگنے کی ایک قسم۔ وَتَا : اور یہ۔ ترسل : ارسال سے ہے۔ تیز دوڑنے کی ایک قسم ہے۔

۵- اقرضت تربهن الجنوب : یعنی ان پر جنوب کی ہوا چلی اور اپنی ساتھ مٹی اڑا لے گئی۔

افاءت بہ الشمال : یعنی شمال سے چلنے والی ہوا کو اس جنوبی ہوا نے کسی دوسری سمت پھیر دیا یعنی ہوائیں مختلف سمت سے چل رہی ہیں اور اس جگہ پر اٹکھیلیاں کر رہی ہیں جیسا کہ امرء القیس کا بھی شعر ہے۔

فتوضح فالمقراۃ لم یعف رسمها لِمَا نسجتها مِنْ جنوب و شمال

۶- هَاتَانِ : جنوب اور شمال کی ہوائیں۔ اخلقتا رسمه : اس کے نشانات کو مٹا دیا۔

ولم تال هتانة : ہتانۃ کہتے ہیں موسلا دھار بارش برسانے والے بادل کو یعنی ان بادلوں نے اس گھر کے نشانات مٹانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

۷- شاعر اس بات کی نفی کر رہے ہیں کہ ایک بوسیدہ مکان بولے اور کسی کے سوال کا جواب دے کیونکہ اس پر کئی زمانے گزر گئے ہیں اور گھر والوں کو گئے کئی سالوں کا عرصہ بیت چکا ہے۔

۸- التصابی : جوانی کے مظہر کا اظہار کرنا لہو ولعب خوشی اور دوامی شباب کو اختیار کرنے کو التصابی کہتے ہیں۔

اربعوسنة : اصل میں اربعون سَنَۃ تھا۔ چالیس سال، ضرورت شاعری کے لیے نون کو حذف کر دیا گیا ہے۔

الکمل : مکمل۔

۹- شاعر کہتا ہے کہ اس پر بڑھاپا طاری ہو گیا ہے اور اس نے اسے اس بات سے آگاہ کر دیا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ یعنی بڑھاپے نے اسے لہو ولعب کے ترک کرنے پر آمادہ کر دیا ہے اور جوانی کے زمانے کو الوداع کہنے پر برانگیختہ کر دیا ہے۔ لہٰذا بڑھاپے نے اسے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دیا ہے۔

۱۰- مَالَ بِہٖ : ہٹا دینا، دور کر دینا۔ الضلال : اس کا معنی گمراہی ہے لیکن یہاں مراد شرک اور بتوں کی پرستش ہے۔

۱۱- خلق اللّٰہ : اللہ کے بندے۔

الضُّلَّلُ : گمراہی اختیار کرنے والے، ثواب اور ایمان کے راستے سے انحراف کرنے والے۔

۱۲- گمراہوں کی حالت بیان کر رہے ہیں کہ وہ لوگ جادۂ حق سے بالکل ہٹ چکے ہیں۔ نہ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ اکبر کا ورد کرتے ہیں اور نہ ہی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کا ورد کرتے ہیں۔

۱۳- تَنَخَّبَ : انتخاب کیا اور چن لیا۔ المرسل : یہاں اس کا معنی نبی اور رسول ہے۔

لیجلس منهم له العُمَّلُ : یعنی اللہ نے اپنی مخلوق میں سے رسول کو چن لیا تاکہ وہ انہیں راہ مستقیم کی طرف بلائیں اور ان کی رہنمائی کریں۔

۱۴- وَاَحْسَنَ فِیْ لُطْفِہٖ مُجْمِلاً : یعنی وہ اپنے رسول پر بڑا مہربان اور لطف و احسان کرنے والا ہے اور کیوں نہ ہو، کیا ان کے سوا اور ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا زیادہ حقدار ہو۔ (مذکورہ بالا ترجمہ مجھے زیادہ مناسب معلوم ہوا ہے)۔

۱۵- رَدُّوْا عَلٰی رَبِّھِمْ نُصْحَہٗ : یعنی انہوں نے ہدایت کو ٹھکرا دیا۔ رسولوں کی رسالت کا انکار کر دیا اور اپنی گمراہی میں آگے نکل گئے۔

۱۶- شاعر بیان فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کیسے ان کی اذیتوں پر صبر کیا کہ شاید وہ اپنی گمراہی سے باز آ جائیں لیکن وہ اپنی سرکشی میں آگے بڑھتے گئے۔

۱۷- اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس سعادت کو حاصل کر لیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔ (ان کی حکومت سب حکومتوں سے زیادہ عادل حکومت ٹھہری حتی کہ کسی ایک انسان پر بھی ظلم نہ ہوا۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں جس طرح انسانیت کے جملہ حقوق کی پاسداری ہوئی اس کی مثال نہیں ملتی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور تو ایک منفرد دور تھا)۔

۱۸- شاعر گمراہ اور ہدایت یافتہ دونوں جماعتوں کا موازنہ کر رہے ہیں کہ ان دونوں گروہوں کا میزان ان کی سیرت و کردار کے مطابق کیسے ایک دوسرے سے مختلف قرار پایا۔

۱۹- **آمَنْتُ**: تُ ضمیر کا مرجع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور الکتاب المحکم سے مراد قرآن کریم ہے۔ اس بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ ﴾ (ہود:1)۔ ''یہ وہ کتاب ہے جو محفوظ و مستحکم بنادی گئی''۔

۲۰- **وَصَدَّقْتُ اَحْمَدَ**: اور میں ایمان لایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعام فرمایا ہے اور دوسرے لوگوں پر ان کی وساطت سے ہمیں فضیلت بخشی ہے۔

۲۱- آپ فرائض اسلام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی نماز، زکوٰۃ اور ان رشتہ داروں سے حسن سلوک جن کے ساتھ صلہ رحمی فرض ہے۔

۲۲- رمضان شریف کے روزے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دینی احکام کی بجا آوری کو لازم قرار دیا۔

۲۳- حج بیت اللہ جو استطاعت رکھتا ہو۔

۲۴- نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق اشعار گذشتہ صفحات میں بھی آئے ہیں۔ وہاں بڑی تفصیل کے ساتھ آیات قرآنی سے ہم نے ان کی فرضیت و اہمیت کو بیان کیا ہے۔ جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

۲۵- ان تعلیمات کو قبول کرنے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ان کو میں نے اس وجہ سے قبول کر لیا ہے کہ یہ تعلیمات عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسے احکامات نازل فرماتا ہے جو مبنی بر عدل ہوتے ہیں اور ان میں انسان کی بھلائی مضمر ہوتی ہے۔

۲۶- **نَفَّلَنَا اَمْوَالَهُمْ**: یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کو ہمارے لیے مال غنیمت بنادیا کیونکہ وہ گمراہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دے دیا کہ یا تو ان کو اپنا قیدی بنالیں یا انہیں قتل کر دیں۔

۲۷- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرکین کے گمراہی اور ضلالت پر اصرار کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ کافر یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور انہیں اس راہ سے کوئی بھی چیز منحرف نہیں کر سکتی۔

۲۸- بلاشبہ وہ اس دنیاوی ذلت اور قیامت کے روز عذاب جہنم سے غافل ہیں جو ان کے انتظار میں ہے۔

۲۹- کفار کے قائدین کی حالت زار کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جنگ میں ان کی کیا درگت بنائی گئی۔ انہیں جنگ میں خوب زخم آئے یا یہ کہ کمزوری کی شدت اور سردی کی وجہ سے کھانس رہے ہیں۔

۳۰- شاعر اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جب رات ہوتی ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے تو بجوان سرداروں کا قصد کرتے ہیں اور لنگڑاتے ہوئے ان کے پاس آتے ہیں۔ (بجو صرف رات کے وقت مردوں کے پاس آتے ہیں)۔

۳۱- اور وہ لوگ جن پر دن طلوع ہوتا ہے ان کے پاس بھیڑیے آتے ہیں جو اپنی چال میں مضطرب ہوتے ہیں (اور دوسرے جانور دن کے وقت بھی جنگل سے باہر نکل کر اپنے شکار پر جھپٹ پڑتے ہیں. اس لیے پچھلے شعر میں رات اور بجو کا تذکرہ ہوا اور اس میں دن اور بھیڑیے کا).

۳۲- سورج اگر کچھ زیادہ دیر تک ان پر رہ جائے تو کوے کھنچے چلے آتے ہیں اور ان پر سایہ کر لیتے ہیں یعنی ان کے اردگرد منڈلانے لگتے ہیں.

۳۳- ان گمراہوں میں بعض وہ لوگ ہیں جو حد درجہ کے کمینے اور چھوٹے ہیں. وہ اپنے گھوڑوں کی پیٹھ سے نیچے اتر آتے ہیں. پھر یا تو انہیں قید کر لیا جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے.

۳۴- اپنے قید کرنے والوں پر غصہ اور ناراضگی کی وجہ سے یوں لگتا ہے کہ ان کی ناک پر کوئی پھوڑا نکل آیا ہے.

کلّ امریء

ہر شخص

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے باپ اور اپنے چچا کے پاس گئی اور ان سے ان کی حالت دریافت کی. جب میں نے اپنے والد گرامی سے ان کی حالت دریافت کی کہ اب آپ کی حالت کیسی ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا

كُلُّ امْرِىءٍ مُصَبَّحٌ فِى أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ(۱)

ہر شخص اپنے بال بچوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی
زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. پھر میں عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے پوچھا، چچا جان آپ کی صحت کیسی ہے؟ فرمایا الحمدللہ، پھر یہ اشعار پڑھے.

كُلُّ امْرِىءٍ مُقَاتِلٌ بِطَوْقِهِ
وَالثَّوْرُ يَحْمِى أَنْفَهُ بِرَوْقِهِ

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ
إِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ (۲)

ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق جنگ کرتا ہے اور بیل اپنے سینگوں سے اپنی ناک کو بچاتا ہے. میں نے موت کو اس کے چکھنے سے پہلے اس کو پالیا. بزدل کی موت اس کے سر کے اوپر ہوتی ہے

فرماتی ہیں میں پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے ان کی حالت دریافت کی. فرمانے لگے الحمدللہ، پھر یہ اشعار پڑھے.

وَيَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِفَخٍّ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْماً مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوْنَ لِيْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ (۳)

اے کاش کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی میں رات بسر کروں اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کے خوشبودار گھاس ہوں. کیا کبھی ایسا ہوگا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا. کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آ رہی ہوں گی.

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی اور انہیں تمام صورت حال سے آگاہ کیا. آپ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور کافروں کے لیے بددعا فرمائی. اے اللہ میرے اور عتبہ بن ربیعہ، عاص بن سعید، امیہ بن حلف، اسود بن عبد یغوث اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان فیصلہ فرما. بیشک ان لوگوں نے مجھے مکہ شریف سے نکالا ہے.

حواشی

۱- ادنی : زیادہ قریب. شِرَاکُ النَّعْلِ : جوتی کے پشت پر لٹکنے والا تسمہ.

۲- الروق : بیل کے سینگ. الجتف : موت

۳- ان اشعار کی تشریح کے لیے دیکھئے لسان العرب.

فی الصَّمتِ سِترٌ

خاموشی میں پردہ ہے

عَجِبتُ لِإزرَاءِ العَیِیِّ بِنَفسِہِ
وَصَمتِ الَّذِی قَد کَانَ بِالقَولِ أَعلَمَا (۱)

میں اپنی ذات کے عیب بیان کرنے میں زبان کی لکنت اور اس خاموشی سے بڑا حیران ہوں جو کہنے سے زیادہ آگاہی دینے والی ہے

وَفِی الصَّمتِ سِترٌ لِلعَیِیِّ وَاِنَّمَا
صَحِیفَۃُ لُبِّ المَرءِ أَن یَتَکَلَّمَا (۲)

خاموشی لکنت کے لیے پردہ ہے اور انسان کی عقلمندی صرف اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بات کرے

حواشی

۱- الازدراء: ازدری یُزدِری اِزْدِراء مصدر ہے، ازری بنفسہ یعنی اپنی ذات کو عیب دار بنانا اور اس کی غلطیوں کی نشاندہی کرنا.
العیبی :لکنت جو بولنے میں رکاوٹ کا سبب بن جائے، العقد میں ازراء کی جگہ ادلال کا لفظ آیا ہے. اسی طرح علامہ جاحظ کی کتاب البیان والتبیین میں بھی ادلال کا لفظ پایا جاتا ہے.

۲- فرماتے ہیں خاموشی رک رک کر بات کرنے سے بہتر ہے. کیونکہ اس طرح لکنت چھپ جاتی ہے اور کلام پر عدم قدرت کا عیب سامنے نہیں آتا. اگرچہ انسان کا جوہر اس وقت تک چھپا رہتا ہے جب تک وہ کلام نہیں کرتا. یہ زہیر کے اس قول کی طرح ہے.

لسان الفتی نصف و نصف فؤادہ

''جوان کی زبان آدھی ہے اور آدھا اس کا دل ہے''.

(یعنی انسان کی تکمیل زبان اور دل سے ہوتی ہے).

قافية الميم

●

تولّى الجود

سخاوت نے منہ پھیر لیا

تَوَلَّى الْجُودُ وَانْقَرَضَ الْكِرَامُ
وَأَضْحَى الْمَجْدُ لَيْسَ لَهُ سَنَامُ (۱)

جود وسخا نے منہ پھیر لیا اور عزت دار لوگ ختم ہو گئے اور مجد و بزرگی کی کچھ عزت باقی نہیں رہی

فَلَيْسَ يُلَامُ إِمَّا قَالَ خَلْقٌ
عَلَى الدُّنْيَا وَسَاكِنِهَا السَّلَامُ

اگر مخلوق دنیا اور اس میں بسنے والوں کو سلام کہہ دے (یعنی لاتعلقی کا اظہار کر دے) تو اس کو ملامت نہیں کیا جا سکتا

فَقَدْتُمْ خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا
سَقَى جَدَثاً تَضَمَّنَهُ الْغَمَامُ (۲)

تم لوگوں نے اس ذات کو کھو دیا جو سواریوں پر سوار ہونے والے (تمام) لوگوں میں بہترین تھی. بادل اس قبو پاک کو سیراب کرے جس میں آپ ﷺ مدفون ہیں

وَأَوْحَشَتِ الْمَعَالِمُ وَاقْشَعَرَّتْ
لِفَقْدَتِهِ وَأَلْبَسَهَا قَتَامُ (۳)

آپ کے چلے جانے کی وجہ سے نشان ہائے منزل وحشتناک ہو گئے اور کانپ اٹھے اور گرد و غبار نے ان کو (مٹی کا) لباس پہنا دیا ہے

بَکَاهُ الدِّیْنُ وَالدُّنْیَا جَمِیْعاً
وَبَکّٰی فَقْدَهُ الْبَلَدُ الْحَرَامُ (۴)

آپ ﷺ کو دین و دنیا دونوں روئے ہیں اور آپ کے چلے جانے کو (مکہ شریف کا) مقدس شہر بھی رویا ہے

بَکَاهُ کُلُّ ذِیْ عَیْنٍ اِلَی أَنْ بَکَاهُ
فِیْ قَرَامِصِهِ الْحَمَامُ

ہر آنکھ والا آپ ﷺ کے وصال پر رو دیا حتیٰ کہ کبوتری بھی اپنے گھونسلے میں آپ ﷺ کے وصال پر روئی

مُنِیْنَا مِنْ فَجِیْعَتِهِ بِأَمْرٍ
یَشِیْبُ لَهُ الْغُلَامَةُ وَالْغُلَامُ (۵)

ہمیں آپ ﷺ کے وصال سے آزمایا گیا. یہ ایک ایسا الم ناک واقعہ تھا جس نے بچوں اور بچیوں کو بھی بوڑھا بنا کر رکھ دیا

أَتَانَا وَالأنَامُ عَلَى ضَلاَلٍ
فَجَدَّ اِلَى هُدَاهُ بِهِ الأنَامُ (٦)

آپ ﷺ ہمارے پاس جب تشریف لائے تو حالت یہ تھی کہ لوگ گمراہی کے راستے پر تھے. لوگوں نے آپ کی وجہ سے آپ کی رہنمائی کی طرف آنے کی کوشش کی

وَدِيْنُ اللهِ مَغْرُوْرٌ أَثَامَاً
فَعَزَّ الدِّيْنُ وَاجْتُنِبَ الأثَامُ (٧)

اللہ تعالیٰ کا دین لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے مغلوب ہو چکا تھا. چنانچہ (آپ کی بعثت کی وجہ سے) دین کو غلبہ حاصل ہوا اور گناہوں سے اجتناب کیا گیا

وَكَانَ الدِّيْنُ مُنْجَزِماً عُرَاهُ
فَأَضْحَى الْحَقُّ لَيْسَ لَهُ انْجِزَامُ (٨)

دین کا کاج ٹوٹ چکا تھا. (آپ کی آمد سے) دین حق کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ اب اس میں کوئی انقطاع نہیں رہا

وَسُبُلُ اللهِ مُلْبَسَةٌ ظَلاَماً
فَأَسْفَرَ بِالنَّبِيِّ لَهُ الظَّلاَمُ (٩)

اللہ تعالیٰ (کے دین) کے راستے تاریکیوں سے ڈھک چکے تھے. سو یہ تاریکیاں نبی کریم ﷺ کے طفیل چھٹ گئیں

فَشَدَّ لَنَا مِنَ الْإِسْلَامِ رُكْنًا
وَثِيقًا لَا يَكُونُ لَهُ اهْتِضَامُ (۱۰)

آپ ﷺ نے ہمارے لیے اسلام کا ایک ایسا مضبوط ستون قائم کیا کہ کبھی منہدم نہیں ہوسکتا

وَسَنَّ لَنَا مِنَ الْإِسْلَامِ نَهْجًا
صَلَاةَ الْخَمْسِ يَتْبَعُهَا الصِّيَامُ (۱۱)

اور ہمارے لیے اسلام کا ایک طریقہ شروع فرمایا یعنی پانچ وقت کی نماز اور اس کے بعد روزے

وَكَلَّفَ مَنْ أَطَاقَ الْحَجَّ قُرْبًا
فَزَادَ لَنَا عَلَى الْحَجَرِ الزِّحَامُ (۱۲)

اور ہر اس شخص کی یہ ڈیوٹی لگائی جو طاقت رکھتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے کعبۃ اللہ شریف کا حج کرے اور ہمارے لیے حجر اسود پر از دحام بڑھ گیا

وَقَالَ بِأَنَّهُ يَأْتِي شَفِيعًا
لِمَنْ قَدْ كَانَ قُبْلَتُهُ اسْتِلَامُ (۱۳)

اور فرمایا کہ (قیامت کے روز) وہ ہر اس شخص کے لیے شفیع بن کر تشریف لائیں گے جو اس پتھر کو بوسہ دے گا اور استسلام (دونوں ہاتھوں کو پتھر کے اردگرد رکھنا) کرے گا

فَمَا زَالَ النَّبِيُّ بِنَا مُقِيمًا
فَطَابَ لَنَا لِعِشْرَتِهِ الْمُقَامُ (۱۴)

نبی کریم ﷺ ہمیشہ ہم میں مقیم رہے. چنانچہ آپ کا یہاں مقیم رہنا ہمارے لیے بہت اچھا ثابت ہوا کیونکہ ہمیں آپ کی صحبت کی سعادت حاصل رہی

فَبَصَّرَنَا وَأَسْمَعَنَا وَكُنَّا
قُبَيْلُ كَأَنَّنَا الْإِبِلُ الْهِيَامُ

آپ ﷺ نے ہمیں بصیرت سے نوازا اور ہمیں سماعت عطا کی حالانکہ کچھ عرصہ پہلے ہم یوں تھے گویا آوارہ اونٹ

نَرَى أَنَّا فَضَلْنَا النَّاسَ جَدًّا
وَعُزَّ بِذَلِكَ الْهَمَجُ الطَّغَامُ (۱۵)

ہم نے دیکھا کہ ہم مرتبہ میں سب لوگوں سے بازی لے گئے ہیں اور آپ ﷺ کے طفیل وحشی اور کمینے لوگ معزز بن گئے ہیں

فَسَاهَمَنَا الزَّمَانُ عَلَيْهِ كُرْهاً
فَفَازَتْ لِلزَّمَانِ بِهِ السِّهَامُ (۱۶)

چنانچہ زمانے نے اس بارے مجبوراً ہم سے قرعہ اندازی کی اور اس قرعہ اندازی میں جیت زمانے کو حاصل ہوگئی

وَحُمَّ لَهُ عَنِ الدُّنْيَا انْصِرَافٌ
وَكُلٌّ سَوْفَ يَصْرِفُهُ الْحِمَامُ (۱۷)

دنیا سے پھر جانا اس کے حق میں مقدر کر دیا گیا اور موت ہر شخص کو ضرور پھیر دے گی

وَمَا مِنْ مُهْمَلٍ فِي الْأَرْضِ اِلَّا
سَيَفْجَأُ مُهْلَهُ حَتْفٌ زُؤَامٌ (۱۸)

روئے زمین پر کسی شخص نے ہمیشہ نہیں رہنا. اس کا وقت اچانک ختم ہو جائے گا اور غیر متوقع موت اچانک اس کو آ لے گی

حواشی

۱- تَوَلّٰی الْجُوْدُ: سخاوت ختم ہوگئی. اس کا رواج نہیں رہا.

القرض: زائل ہوگئی. (کرام، کریم کی جمع ہے، عزت دار لوگ).

اضحی المجد لیس له سنام: یعنی کمزور ہوگئی بزرگی، سنام یہاں عزت اور قوت سے کنایہ ہے (سنام کا لغوی معنی بلندی، کوہان ہے).

۲- خیر من رکب المطایا: یعنی رسول اللہ ﷺ شاعر دعا دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس قبر انور پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے جس میں آپ ﷺ کا جسد اطہر دفن کیا گیا ہے.

۳- اوحشت: وحشتناک ہو گئے، یعنی یہ انس والے نہیں رہے، وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں.

المعالم: معلم کی جمع ہے. اس سے مراد وہ علامت ہے جس کے ذریعے رہنمائی ملتی ہے.

اقشعرت: لرز جانا، کانپ اٹھنا.

کہتے ہیں راستے آپ کے جانے کی وجہ سے سونے سونے لگتے ہیں اور انہوں نے کالے غبار کا لباس پہن لیا ہے.

۴- فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک نے اہل دین اور اہل دنیا سب کو غمگین بنا دیا ہے اور یہ لوگ آپ ﷺ پر خوب روئے ہیں. اسی طرح بیت اللہ شریف نے بھی آپ کے وصال پر آہ و بکا کی ہے.

۵- فرماتے ہیں آپ ﷺ کی موت نے ہم پر مصیبت نازل کر دی جس سے نجات کی اور کوئی صورت نہیں. اس مصیبت کی ہولناکی سے بچے بھی بوڑھے ہو گئے.

۶- الانام: لوگ فرماتے ہیں، محمد ﷺ جب مبعوث ہوئے تو لوگ گمراہی میں مبتلا تھے. سو آپ کی آمد کے ساتھ ہی لوگوں نے آپ کی ہدایت کی اتباع میں کوشش کی اور اس دین کو قبول کر لیا.

۷- الدین معزوز: یعنی دین مغلوب تھا. لوگوں کے گناہوں کے باعث جب نئی دعوت آئی تو دین کو غلبہ حاصل ہوا اور گناہ معدوم ہوتے گئے.

۸- منجزم العری: یعنی اس کا کاج ٹوٹ چکا تھا.

(تمام انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی دین، دین اسلام دے کر مبعوث کیا گیا. البتہ شرائع میں حسب تقاضا وقت وقوم فرق روا رکھا گیا. پہلی تمام آسمانی والہامی کتب تحریف کا شکار ہو گئیں. اصل تعلیمات کی جگہ انسان کی خودساختہ تعلیمات نے لے لی. اسی کو دین کے کاج کا ٹوٹ جانا کہا گیا ہے. نبی کریم ﷺ کی آمد سے اسلام کی اصل تعلیمات انسان کو پھر سے نصیب ہو گئیں اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لے لیا ہے. اب یہ دین اپنی اصلی حالت پر قیامت تک باقی رہے گا. اسی کو فَأَضْحٰى الحق ليس له' انجزام کے الفاظ سے شاعر نے بیان کیا ہے مترجم).

۹- السبل: راہیں. الملبسة ظلاماً: ظلمت وتاریکی سے ڈھکے ہوئے.

اسفر بالنبي الظلام: تاریکی محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی برکت سے چھٹ گئی اور حق ظاہر ہو گیا.

۱۰- اسلام کی برکت سے نبی کریم ﷺ نے ایک ایسا مضبوط ستون قائم فرمایا کہ جس کا انہدام ممکن ہی نہیں.

(فَشَدَّ: پس مضبوط کیا. رُكْناً وَثِيقاً: مضبوط ستون. اهتضام: انہدام، شکستگی).

۱۱- شاعر فرائض دین اور ارکان اسلام کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں. ان میں سرفہرست نماز ہے اور نماز کے بعد روزے ہیں.

۱۲- اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کا حج بھی فرض فرما دیا لیکن اس کے لیے استطاعت شرط ہے. حجر سے مراد حجر اسود ہے. جو بیت اللہ شریف کی دیوار میں نصب ہے. لوگ طواف کرتے ہوئے اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں. حتی کہ زائرین اور بوسہ دینے والے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے یہاں بہت زیادہ بھیڑ ہوتی ہے اور بوسہ دینا بہت مشکل ہو جاتا ہے.

۱۳- نبی کریم ﷺ کی شفاعت آیات قرآنی سے ثابت ہے. اس لیے اہل اسلام میں سے کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا لیکن حیرانی ہے کہ بعض لوگ شفاعت رسول کو کھل کر بیان نہیں کرتے، بلکہ ایسی نصوص قطعیہ کو سن کر خوشی کا اظہار نہیں کرتے. شاید یہ دل میں رسول کریم ﷺ کی محبت نہ ہونے کی وجہ سے ہے. اللہ کریم ہر شخص کو ایسی محرومی سے بچائے. (مترجم)

۱۴- فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان رہے اور آپ کی وجہ سے ہمیں دنیا و دین کی سب سعادتیں حاصل ہوتی رہیں. ہم آپ کی تعلیمات سے فیض یاب ہوئے. اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آوارہ اونٹوں کی طرح ہوتے اور ہم جس طرف منہ آتا چل کھڑے ہوتے.

۱۵- اسلام کی بدولت ہم تمام لوگوں سے مقام ومرتبہ میں بڑھ گئے. الهمج الطغام: وحشی اور کمینے لوگ.

۱۶- فرماتے ہیں. قرعہ اندازی میں زمانہ نے ہم پر غلبہ پالیا حتی کہ اس کو قرعہ اندازی میں کامیابی حاصل ہو گئی.

۱۷- حُمَّ: مقدر کر دیا گیا. الحِمام: موت.

آپ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ موت ایک حقیقت ہے جو لوگوں کے لیے مقدر کر دی گئی ہے. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس دیوان میں یہ مضمون بار بار آ رہا ہے. موت ہر انسان کا انجام ہے. جلد یا بدیر، ہر شخص نے اس دنیا سے کوچ کرنا ہے.

۱۸- فرماتے ہیں کوئی شخص چاہے کتنا ہی زیادہ دنیا میں رہ لے، لامحالہ اسے موت آنی ہے کیونکہ کسی کے لیے بقا نہیں ہے.

الحمدُ للہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا اور مقدس شہر میں رہنے کی سعادت عطا کی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الْإِسْلَامِ
اِنْعَامُهُ مِنْ أَفْضَلِ الْإِنْعَامِ (۱)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت عطا فرمائی. اس کا یہ انعام تمام انعامات سے بڑھ کر ہے

أَسْكَنَنَا بِالْبَلَدِ الْحَرَامِ
وَاخْتَصَّنَا بِأَحْمَدَ التِّهَامِي (۲)

اس نے ہمیں مقدس شہر (مکہ) میں ٹھہرنے کی سعادت عطا کی اور احمد ﷺ جو تہامہ سے تعلق رکھتے ہیں (کی برکتوں) سے ہم کو خصوصی طور پر بہرہ ور فرمایا

فَجَاءَنَا بِصُحُفٍ جِسَامِ (۳)
مِنْ لَدُنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَلَّامِ (۴)

اللہ تعالیٰ جو نگہبان اور سب کچھ جاننے والا ہے کی طرف سے آپ ﷺ بہت بڑے بڑے صحیفے ہمارے پاس لائے

فِيهَا بَيَانُ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ
لِلنَّاسِ بِالْإِرْضَاءِ وَالْإِرْغَامِ (۵)

ان صحیفوں میں لوگوں کے لیے حلال وحرام کا بیان ہے خواہ وہ اس پر راضی ہوں یا ناراض ہوں

والأمْرُ بِالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ
وَبِالصَّلَاةِ لِذَوِي الأرْحَامِ (۶)

ان میں نماز، روزے اور قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم موجود ہے

وَقَدْعِ قَوْمٍ ضِلَّةٍ طَغَامِ
دِينُهُمُ عِبَادَةُ الأصْنَامِ (۷)

اور ان گمراہ اور رذیل لوگوں کو روکنے کا حکم ہے جن کا دین بتوں کی پرستش کرنا ہے

وَقَدْ رَأَوْا مِنْ سَفَهِ الأحْلَامِ
أَنَّهُمُ مِنْهُ عَلَى اسْتِقَامِ (۸)

اور ان بے وقوف لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ صحیح راستے پر گامزن ہیں

وَمَا بِغَيْرِ اللّٰهِ مِنْ قِوَامِ
وَمَنْ يَرُمْ سِوَاهُ مِنْ مَرَامِ (۹)

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی سہارا نہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا مقصود بناتا ہے

يَحْرُبْهُ عَلَى مَدَى الأَيَّامِ (۱۰)
وَيَصْلَ نَاراً مِنْ حَمِيمٍ حَامِ

وہ اس وجہ سے ساری زندگی بھٹکتا رہتا ہے اور (بالآخر) جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کو تاپتا ہے (یعنی جہنم رسید ہوتا ہے)

كَمْ نَدَبُوا لِسَيِّدِ الأَنَامِ
مِنْ رَامِحٍ وَنَابِلٍ وَرَامِ (۱۱)

کتنے نیزہ بازوں اور تیراندازوں نے سید الانام ﷺ کو للکارا

وَجَاسِرٍ يَوْمَ الْوَغَى مِقْدَامِ (۱۲)
مُثَابِراً عَنْ كُفْرِهِ يُحَامِي

جنگ کے روز بہت جرأت کا مظاہرہ کرنے والے، سب سے آگے رہنے والے، اور اپنے کفر کی حفاظت کرنے میں ڈٹ جانے والے

مُجَاهِراً لَيْسَ بِذِي اكْتِتَامِ (۱۳)
بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى بِلاَ احْتِشَامِ (۱۴)

لات وعزی کو بغیر کسی شرمندگی کے علی الاعلان معبود کہنے والے اور اس بات کو نہ چھپانے والے

حَتّٰى إِذَا كَانُوا مِنَ الْتِئَامِ
كَخَرَزٍ جُمِعْنَ فِي نِظَامِ (۱۵)

حتی کہ جب وہ یوں متحد ہو گئے جیسے موتیوں کو لڑی میں پرویا جاتا ہے

رَمَاهُمُ بِحَمْزَةَ الْهُمَامِ (۱۶)
وَابْنِ أَبِي طَالِبِ الضِّرْغَامِ (۱۷)

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہادر وسخی سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور شیر خدا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سزا دی

الْبَاتِرِ الْمُهَنَّدِ الصَّمْصَامِ (۱۸)
ذِي الْفَضْلِ وَالْمَجْدِ الرَّفِيعِ السَّامِي

کاٹنے والی، ہندی، نہ مڑنے والی تلوار (کی مانند) بڑی فضیلت، عزت والے اور بلند و بالا مرتبہ والے انسان

فَأُوْلِمُوا بِأَوْجَعِ الايلامِ
وَأُحْكِمُوا بِأَقْبَحِ الاحْكَامِ (۱۹)

سو انہیں سخت ترین تکلیف دی گئی، اور ان کے بارے بہت ہی برا فیصلہ صادر کیا گیا

وَأَصْبَحَتْ خَطْرَةُ الاقْتِسَامِ
بِخَيْرِ مَا كَهْلٍ وَمَا غُلَامِ (۲۰)

اور ادھیڑ عمر اور بچوں میں سے بہترین لوگوں کو لینے (یعنی اسلام میں آنے) کا خطرہ پیدا ہو گیا

صَلَّى عَلَيْهِ اللّٰهُ مِنْ إِمَامٍ
وَخَصَّهُ بِأَفْضَلِ السَّلَامِ (۲۱)

اللہ تعالیٰ امام (الانبیاء) ﷺ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کو بہترین سلام کے ساتھ خاص فرمائے

وَقُلْتُ عِنْدَ مُنْتَهَى الْكَلَامِ
سُبْحَانَ رَبِّي وَبِهِ اعْتِصَامِي (۲۲)

اور میں منتہائے کلام میں کہوں گا. پاک ہے میرا رب اور اسی کے دامن کرم کو میں مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہوں

حواشی

۱- دین اسلام کی نعمت کے میسر آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں.
(صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کلام میں یہ مضمون ہمیں جا بجا ملتا ہے. دین اسلام دنیا کی سب سے بڑی متاع ہے. آخرت کی نعمتیں بھی دراصل اسلام کا نتیجہ ہے. لہٰذا دنیا و آخرت کی اس سب سے بڑی نعمت پر شکر واجب ہے.)

۲- اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی احمد ﷺ سے خاص طور پر سعادت افروز کیا جن کا تعلق تہامہ سے ہے. تہامہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے.

۳- **الصحف** : قرآن کریم سے کنایہ ہے.

۴- **المهيمن العليم** : یہ اللہ کریم کی صفات ہیں جو تمام غیبوں کو جاننے والا ہے.
(صُحُف" جِسَام" : بڑے بڑے صحیفے، مراد قرآن کریم کی سورتیں).

۵- **الحل و الحرام** : حلال اور حرام. **الارضاء** : خوشی، راضی.

۶- **ذووالارحام** : قریبی رشتہ دار.

۷- **القدع** : روکنا، باز رکھنا. **الضلّة** : گمراہ. **الطغام** : رذیل، کمینے.

۸- **الاحلام** : عقل.

۹- مرام : مطلب، مقصود.

۱۰- يَحَرْ : يَحَارُ سے حالت جزمی میں ہے کیونکہ یہ شرط کے جواب میں ہے.

۱۱- تَدَاعَوْا : للکارنا، آواز دینا. سید الانام : نبی کریم ﷺ. الرامح : نیزہ باز. النابل : تیرانداز.
(رامِ : تیر پھینکنے والا).

۱۲- الجاسر : جرأت مند. المقدام : جنگ میں سب سے آگے رہنے والے. یوم الوغی : لڑائی کے روز.

۱۳- اکتتام : چھپانا.

۱۴- اللّاتُ والعزی : لات اور عزی دو بت تھے جن کی زمانہ جاہلیت میں پرستش ہوتی تھی.

۱۵- النظام : سلک یا دھاگہ جس میں قیمتی نگینے اور موتی وغیرہ پروئے جاتے ہیں.

۱۶- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے. عرب سرداروں میں شمار ہوتے تھے. اسلام قبول کر کے بہادران اسلام میں شریک ہو گئے. غزوۂ احد میں تین ہجری بمطابق 625 میں شہید ہوئے.

۱۷- حضرت ابن ابی طالب یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی، چوتھے خلیفہ راشد، نبی کریم ﷺ کے داماد، انہیں 40 ہجری میں خارجیوں نے شہید کیا. ان کی حالات زندگی ان کے دیوان کی شرح کے مقدمہ میں درج ہیں.
الضرغام : شیر.

۱۸- الباتر : کاٹنے والی تلوار. المھند : ہندی تلوار یا ہندوستان کے لوہے سے بننے والی تلوار.
الصمصام : ایسی تلوار جس کو جتنا بھی استعمال کیا جائے اس میں دندانے نہ پڑیں (یا ہڈی تک پہنچنے والی تلوار).

۱۹- أُوْلِمُوْا : انہیں تکلیف دی گئی، سخت سزا دی گئی. وحکموا : جو وہ چاہتے تھے ان سے انہیں روک دیا گیا.

۲۰- الخطرۃ : ذہن میں جو بات کھٹکے (مراد خطرہ، خوف، اندیشہ).
(مراد یہ ہے کہ بہترین لوگ جو ہر عمر سے تعلق رکھتے تھے اسلام کی طرف کھنچے چلے آئے اور کفار کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اب بہترین لوگ اسلام کی طرف لپک رہے ہیں).

۲۱- یہ دعائیہ جملہ ہے. اس میں مِنْ بیانیہ ہے جو علیہ میں ہ ضمیر کی وضاحت کرتا ہے.

۲۲- الاعتصام : مضبوطی سے پکڑنا.

فُجِعْنَا بالنّبیّ

نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کی وجہ سے

ہم تصویرِ غم بن گئے

یہ قصیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کی مناسبت سے کہا

أَجِدُّكَ مَا لِعَيْنِكَ لاَ تَنَامُ
كَأَنَّ جُفُونَهَا فِيهَا كِلاَمُ (۱)

میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی آنکھوں کو کچھ ہو گیا ہے کہ وہ سو نہیں رہیں،
گویا ان کی پلکوں کی جگہ میں زخم آ گئے ہیں

لأَمْرِ مُصِيبَةٍ عَظُمَتْ وَجَلَّتْ
وَدَمْعُ الْعَيْنِ أَهْوَنُهُ انْسِجَامُ (۲)

ایک ایسے امر واقع کی وجہ سے جو بہت ہی بڑا ہے اور آنکھ کے آنسو کے لیے سب
سے زیادہ آسان یہ ہے کہ وہ بہہ جائے

فُجِعْنَا بِالنَّبِيِّ وَكَانَ فِيْنَا
اِمَامَ كَرَامَةٍ نِعْمَ الاِمَامُ

ہم نبی کریم ﷺ (کی جدائی) کی وجہ سے بے حد غمگین ہو گئے.
آپ ہم میں عزت و کرامت کے امام تھے اور آپ کیا ہی خوب امام تھے

وَكَانَ قِوَامَنَا وَالرَّأْسَ فِيْنَا
فَنَحْنُ اليَوْمَ لَيْسَ لَنَا قِوَامُ (۳)

آپ ﷺ ہمارے ستون (آقا و مولا) تھے اور ہمارے سردار تھے. آج ہم اس حال کو پہنچے ہیں کہ ہمارا کوئی ستون (سہارا) نہیں رہا

نَمُوجُ وَنَشْتَكِی مَا قَدْ لَقِيْنَا
وَيَشْكُو فَقْدَهُ البَلَدُ الْحَرَامُ (۴)

ہم بے حد پریشان ہیں اور ہمیں جس غم واندوہ کا سامنا کرنا پڑا ہے. اس کی شکایت کر رہے ہیں اور (صرف ہم ہی نہیں) آپ کے چلے جانے پر یہ مقدس شہر (مکہ) بھی شکوہ کناں ہے

كَأَنَّ أُنُوفَنَا لَاقَيْنَ جَدْعاً
لِفَقْدِ مُحَمَّدٍ فِيْهِ اصْطِلَامُ (۵)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کی وجہ سے ہم تباہ و برباد ہو گئے ہیں

لِفَقْدِ أَغَرَّ أَبْيَضَ هَاشِمِيٍّ
تَمَامُ نُبُوَّةٍ وَبِهِ الْخِتَامُ (٦)

کریم، گورے چٹے ہاشمی سردار کے جانے کی وجہ سے جن پر نبوت تمام ہوئی ہے اور جن کے ذریعے سلسلہ نبوت ورسالت کو سربمہر کر دیا گیا ہے

أَمِينٍ مُصْطَفَى لِلْخَيْرِ يَدْعُو
كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَايَلَهُ الظَّلَامُ (٧)

امانتدار (اتنا کہ لوگ امین کہیں) چنیدہ خلق اور بھلائی کی طرف دعوت دینے والے جیسے چودھویں کے چاند کی روشنی کہ جس سے تمام تاریکیاں دور ہوگئی ہوں

سَأَتْبَعُ هَدْيَهُ مَا دُمْتُ حَيًّا
طَوَالَ الدَّهْرِ مَا سَجَعَ الْحَمَامُ

میں جب تک زندہ ہوں آپ کی لائی ہوئی ہدایت (کتاب) کی پیروی کرتا رہوں گا. پوری زندگی جب تک قمریاں نغمہ سنج رہیں گی

أَدِينُ بِدِينِهِ وَلِكُلِّ قَوْمٍ
تَرَاهُمْ مِنْ ذُؤَابَتِهِ نِظَامٌ (٨)

میں آپ ﷺ کے دین کو اپنا دین بنائے رکھوں گا اور تو دیکھتا ہے کہ تمام لوگ اپنے سرداروں کے نظام (ہائے حیات) کی پیروی کرتے ہیں

فَقَدْنَا الْوَحْيَ مُذْ وَلَّيْتَ عَنَّا
وَوَدَّعَنَا مِنَ اللهِ الْكَلَامُ (۹)

جب سے آپ نے (اے اللہ کے رسول!) ہم سے رخ انور پھیرا ہے. ہم وحی خداوندی سے محروم ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے کلام نے ہم کو چھوڑ دیا ہے

سِوَى مَا قَدْ تَرَكْتَ لَنَا رَهِيناً
تَوَارَثُهُ الْقَرَاطِيسُ الْكِرَامُ (۱۰)

سوائے اس کے جو آپ نے ہمارے لیے گروی رکھ دی ہے اور جسے عزت والے صحف اپنے اندر محفوظ کئے ہوئے ہیں

فَقَدْ أَوْرَثْتَنَا مِيرَاثَ صِدْقٍ
عَلَيْكَ بِهِ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ

یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ہمیں سچائی کی میراث کا وارث بنا دیا ہے. اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر درود و سلام ہوں

مِنَ الرَّحْمَنِ فِي أَعْلَى جِنَانٍ
مِنَ الْفِرْدَوْسِ طَابَ بِهَا الْمُقَامُ

اللہ رحمٰن کی طرف سے (آپ پر درود و سلام ہوں) جنت الفردوس میں جو قیام کے لیے ایک بہترین مقام ہے

رَفِيقُ أَبِيكَ إِبْرَاهِيمَ فِيهَا (۱۱)
فَهَلْ فِي مِثْلِ صُحْبَتِهِ نَدَامُ

آپ رفیق ہیں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو جنت میں ہیں اور کیا ایسے شخص کی صحبت میں کوئی ندامت ہوسکتی ہے

وَإِسْحَاقٌ وَإِسْمَاعِيلُ فِيهَا
بِمَا صَلَّوْا لِرَبِّهِمُ وَصَامُوا (۱۲)

حضرت سیدنا اسحاق اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہم السلام بھی اسی جنت میں ہیں. اس وجہ سے کہ انہوں نے محض اپنے رب کے لیے نماز پڑھی اور روزہ رکھا

فَلَا تَبْعَدْ فَكُلُّ كَرِيمِ قَوْمٍ
سَيُدْرِكُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْحِمَامُ (۱۳)

پس دور نہ جا کہ ہر سردار قوم کو موت آ کر رہے گی اگر چہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہو

كَأَنَّ الْأَرْضَ بَعْدَكَ طَارَ فِيهَا
فَأَشْغَلَهَا بِسَاكِنِهَا ضِرَامُ (۱۴)

گویا آپ کے بعد زمین میں دراڑیں پڑ گئی ہیں اور آگ کے شعلوں نے زمین کو اپنے باسیوں سے غافل کر دیا ہے

حواشی

۱- الکلام: کلم کی جمع ہے، زخم.

۲- جَلَّتِ الْمُصِیبَۃُ: مصیبت بڑی ہوگئی ہے. الانسجام: آنسو کا بہہ جانا.

۳- قِوَامُ الْقَوْمِ: قوم کا سہارا، ستون، بنیاد، اصل، مدار علیہ بقا کا ذریعہ.

(صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ ﷺ کو اپنا سہارا یقین کرتے تھے اور آپ کی مدد پر یقین رکھتے تھے. یقیناً آپ ہی کی مدد سے انہیں دین نصیب ہوا اور آپ ہی کی مدد سے انہیں دشمنوں پر اور آلام زمانے پر فتح حاصل ہوئی. قیامت کے روز بھی آپ کی شفاعت اور مدد سے رستگاری ہوگی اور اس میں کسی کو کلام نہیں. اعلیٰ حضرت نے اسی لیے کہا ہے.

آج لے ان کی خبر آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

۴- نبی کریم ﷺ کے جانے کے بعد قوم کی پریشانی اور اضطراب کی حالت کو بیان فرمار ہے ہیں.

مَاجَ یَمُوْجُ مَوْجاً: کسی چیز کا زوروں پر ہونا، مراد ہے کہ ہماری پریشانی اور غم واندوہ کی حد ہوگئی ہے.

نشتکی: ہم فریاد کناں ہیں اور اللہ کریم کی بارگاہ میں اس مصیبت کی شکایت کررہے ہیں. عربی میں شکایت کہتے ہیں کسی سے اپنی مصیبت کہنا اور اس کے مداوا کی درخواست کرنا.

۵- جَدَعَ أَنْفُہٗ: اس کی ناک کٹ گئی. الاصطلام: اس کا معنی بھی ناک کٹ جانا ہے.

(لفظی معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے ہماری ناک کٹ گئی ہے. اردو محاورہ میں اس کا مطلب تباہ و برباد ہونا ہے. اسی مناسب سے مذکورہ بالا ترجمہ کیا گیا ہے).

۶- الاغر: سخی اور کریم سردار. بہ الختام: یعنی وہ خاتم الانبیاء ہیں.

(الختام: اس مٹی اور راکھ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی خط کو لفافے میں ڈال کر اس کا منہ بند کردیا جاتا ہے اور اس کے بعد نہ کوئی چیز اس لفافے میں ڈالی جاسکتی ہے اور نہ نکالی جاسکتی ہے).

۷- المصطفیٰ: جن کو چن لیا گیا. زایلہ: یعنی جس کے ساتھ تاریکی نہ مل سکتی ہو. ختم ہوجاتی ہو.

۸- ذُوَابَۃُ الْقَوْمِ: ان کے سردار اور ان میں اعلیٰ مرتبہ کے حامل افراد.

۹- وَلَّیْتَ عَنَّا: آپ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے.

۱۰- رھین: گروی رکھی ہوئی چیز. القراطیس: صحیفے، کاغذات، القراطیس الکرام، قرآن کریم کی آیات.

۱۱- ابراھیم: ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جو عراق میں پلے بڑھے اور وہاں سے کنعانیوں کی زمین کی طرف ہجرت کی. اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام ان کے بیٹے ہیں. الندام: ندامت، شرمندگی.

۱۲- اسحاق و اسماعیل: ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں.

۱۳- الحِمَام: بکسر الحاء، موت.

۱۴- الضِرَام: بھڑکتی آگ، آگ کا شعلہ.

قافية النون

الْمَرْءُ بِالْأَصْغَرَيْنِ

انسان کی عظمت تو صرف دو سب سے چھوٹے اعضاء کی وجہ سے ہے

حسب معمول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔ اس بار انہیں بڑی مشکل اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ تھکے ماندے مکہ مکرمہ لوٹے۔ بنی باہلہ کی ایک خاتون اچانک ان کے راستے میں آئی اور کہنے لگی تو نے اپنے دل کو مکدر کر دیا اور اپنے آپ کو تھکا دیا۔ میں تمہاری یہ حالت زار دیکھ کر بڑی حیران ہوئی ہوں۔ ایسے میں آپ نے یہ اشعار کہے

أَمَا تَرَيْنِي مَرِهَ الْعَيْنَيْنِ (۱)
مُسَفَّعَ الْوَجْنَةِ وَالْخَدَّيْنِ (۲)

کیا تو مجھے دیکھ رہی ہے کہ میری آنکھوں میں کاجل نہیں اور میرے گالوں اور رخساروں کا رنگ متغیر ہو گیا ہے

جَلْدَ الْقَمِيْصِ جَاسِيَ النَّعْلَيْنِ(۳)
فَإِنَّمَا الْمَرْءُ بِالْأَصْغَرَيْنِ(۴)

اور میں کھردری قمیص اور سخت جوتوں والا ہوں (تو یاد رکھ ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں) انسان تو صرف (جسم کے اعضاء میں سے) دو سب سے چھوٹے اعضاء (زبان اور دل) کی وجہ سے (بڑا یا چھوٹا) ہوتا ہے

حواشی

۱- مَرِهَ الْعَيْنَيْنِ: آنکھوں کا بغیر سرمہ کے ہونا.

۲- الوجنة: رخسار، مسفع الوجنة اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے رخساروں کا رنگ گرمی یا آگ کی تپش کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہو.

۳- جلد القميص: کھردرا لباس (میل کچیل کی وجہ سے کپڑوں کا اکڑ جانا).
جاسي النعلين: جوتوں کا سخت ہو جانا.

۴- الاصغران: سب سے چھوٹے دو اعضاء یعنی دل اور زبان.
یعنی انسان کی عظمت کا انحصار دل کی سچائی اور قدرت بیان کی وجہ سے ہے نہ کہ ظاہری حسن اور لباس سے.

وَجَبَتْ لكَ الجِنَانُ

آپ کے لیے جنت واجب ہوگئی ہے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی اس شہادت کے واقعہ کو یاد کر کے یہ اشعار لکھتے ہیں

حَمَى نَبِيَّ الهُدَى بِالسَّيْفِ مُنْصَلِتاً
حَتَّى إِذَا انْكَشَفُوا حَامَى عَنِ الدِّيْنِ (۱)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر رشد و ہدایت کے نبی ﷺ کی حفاظت کی حتی کہ جب دشمن دور ہو گئے۔ تو دین کی حفاظت میں جنگ کرتے رہے

صَبْراً عَنِ الطَّعْنِ إِذْ وَلَّتْ جَمَاعَتُنَا
وَالنَّاسُ مِنْ بَيْنِ مَحْرُومٍ وَمَغْبُونِ (۲)

جب ہماری جماعت نے پیٹھ پھیر لی اور لوگ محروم اور مظلوم میں تقسیم ہو گئے تو انہوں نے نیزہ بازی کا بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا

يَـا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَدْ وَجَبَتْ
لَكَ الْجِنَانُ وَتَزْوِيجُ الدُّمَى العِينِ(۳)

اے عبداللہ کے بیٹے طلحہ! تیرے لیے جنت اور بڑی آنکھوں والی حوروں کے
ساتھ شادی واجب ہوگئی

حواشی

۱- **السیف المنصلت** : ایسی تلوار جس کو سر کے اوپر بلند کر دیا گیا ہو.
حَامیٍ عن الدِّیْنَ : دین کی حفاظت کی اور دفاع کیا.
(یعنی آپ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے دین کی حفاظت کی غرض سے مسلسل جنگ کی حتی کہ شہید ہو گئے).
۲- **المغبون** : کمزور اور مظلوم.
۳- **الـدُّمـیٰ** : الدمیۃ کی جمع ہے. مورتی (یہاں مراد جنت کی حوریں ہیں، چونکہ جنتی حوریں بہت حسین وجمیل ہیں اس لیے انہیں گڑیا کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے. اس کا ایک معنی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی تصویر بھی ہے. اس کے علاوہ تراشا ہوا حسین بت بھی الدمیہ کہلاتا ہے. الغرض انتہائی خوبصورت عورت کو الدمیۃ (گڑیا، تراشا ہوا بت) کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے).
العین : اس کی واحد عَیْنَاء ہے. اس کا معنی ہے وسیع آنکھوں والی عورت.

مَحضتُم نُصْحی

میں نے تمہیں بڑے خلوص سے نصیحت کی

أَشَـاقَكَ مِنْ عَهْدِ الْخَلِيطِ مَغَانِ
عَفَتْ مُنْذُ أَحْوَالٍ خَلَوْنَ ثَمَانِ(۱)

کیا تجھے اس زمانے نے بے چین کر دیا ہے جب گھر با ہم ملے ہوئے تھے جو آٹھ سال کا طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے کھنڈرات میں تبدیل ہوگئے ہیں

أَأَنْ أَبْصَرَتْ عَيْنَاكَ دَاراً مَحَلَّةً
بِجِزْعِ الْحَلَا عَيْنَاكَ تَبْتَدِرَانِ(۲)

کیا جزع الحلا کے مقام پر واقع گھر کو تیری آنکھوں نے دیکھ لیا ہے اور اب تیری آنکھیں اشک بار ہیں

أَقُولُ وَقَدْ هَاجَ اشْتِيَاقِي حَمَائِمٌ
قِفَا تُسْعِدَانِي أَيُّهَا الرَّجُلَانِ(۳)

اعلیٰ نسل کے اونٹوں نے میرے شوق کو ہیجان پذیر کر دیا. میں نے کہا اے دونوں مردو! رک جاؤ اور میری مدد کرو

نَشَدْتُكُمَا اللّٰهَ الَّذِی أَنْتُمَا لَهُ
وَدَمْعُهُ مَنْظُورٌ أَمَا تَرَيَانِی (۴)

میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کے تم بندے ہو اور اس (شاعر) کے آنسو نظر آ رہے ہیں. کیا تم مجھے دیکھ نہیں رہے ہو

أَلَمْ تَعْلَمَا أَنَّ الدُّمُوعَ إِذَا جَرَتْ
دَوَاءُ صُدَاعِ الرَّأْسِ وَالْخَفَقَانِ (۵)

کیا تم جانتے نہیں کہ جب آنسو بہتے ہیں تو وہ ذہنی پریشانی اور دل کے دھڑکن کی دوا ثابت ہوتے ہیں

أَلَا أَبْلِغَا تَيْمَ بْنَ مُرَّةَ وَاحْسِنَا
رِسَالَةَ لَا فَذٍّ وَلَا مُتَوَانِ (۶)

ہاں ہاں تیم بن مرہ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو لیکن تنہا اور سست آدمی کا پیغام نہیں بلکہ اچھی طرح

بِأَنَّكُمْ لَمْ تَأْخُذُوا لِنُفُوسِكُمْ
بِمَا يَرْتَضِيهِ مِنْكُمُ الْمَلَكَانِ (۷)

کہ تم اپنی ذات کے لیے ایسے اعمال نہیں لے جا رہے جن کی وجہ سے کراماً کاتبین تم سے خوش ہوں گے

هَلُمُّوا إِلَى دِينِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
وَلَوْ كَانَ فِي أَقْصَى جِبَالِ عُمَانِ (۸)

نبی برحق محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی طرف فوراً آ ؤ اگر چہ وہ عمان کے دور دراز پہاڑوں میں بھی کیوں نہ ہو

تَرَاهَا وَلَمْ تُضْرَبْ بِسَوْطٍ وَلَمْ تُخَفْ
تُرَاوِحُ بَيْنَ السَّدْوِ وَالْجَمَزَانِ (۹)

تو اسے (اونٹنی کو) دیکھ رہا ہے کہ وہ کشادہ قدموں والی چال اور دوڑنے کے قریب والی چال کے درمیان چل رہی ہے (لیکن) نہ انسے کوڑے سے مارا جا رہا ہے اور نہ ہی اسے ڈرایا جا رہا ہے

كَأَنَّ لَهَا هِرّاً بِمَعْقِدِ غَرْزِهَا
إِذَا خُلِطَ الْإِرْقَالُ بِالْوَخَدَانِ (۱۰)

جب وہ مختلف چالیں چلتی ہیں تو یوں لگتا ہے کہ انہیں دودھ کی کھیری پر باندھنے والی رسی کی گرہ سے نفرت ہے

مَحَضْتُكُمْ نُصْحِي، فَلَا تَقْبَلُونَهُ
جَزَاكُمْ إِلٰهِي نُصْحَكُمْ وَجَزَانِي (۱۱)

میں نے تمہیں مخلصانہ نصیحت کی لیکن تم نے میری اس نصیحت کو قبول نہ کیا۔ میرا معبود تمہیں تمہاری نصیحت (کو رد کرنے) کا بدلہ دے اور مجھے (نصیحت کرنے کا) بدلہ دے

فَأَحْمَدُ مَوْلَايَ الْجَلِيلَ فَإِنَّهُ
بِنِعْمَتِهِ مَا انْتَاشَنِي وَهَدَانِي (۱۲)

پس میں اپنے جلیل القدر مالک کی حمد وثنا کرتا ہوں۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے

مجھے گمراہی کی دلدل سے نکالا اور مجھے ہدایت سے ہمکنار کیا

وَمَا زَالَ ذُو الْعَرْشِ الْعَلِيُّ بِدِينِهِ
حَفِيًّا، فَفِيمَ الآنَ تَمْتَرِيَانِ (۱۳)

عرش کا مالک خدائے علی اپنے دین کو ہمیشہ سربلند رکھے گا تم لوگ اب کیوں اس میں شک کر رہے ہو

أَلَمْ تَرَيَاهُ وَالْفَيْلَقَانِ كِلَاهُمَا
بِبَدْرٍ وَثَارَ يَعْتَرِكَانِ (۱۴)

کیا تم نے نہیں دیکھا جب کہ دونوں بڑے لشکر بدر کے میدان میں تھے اور پورے جوش و جذبے کے ساتھ ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے

إِلَى لُطْفِهِ بِالْمُؤْمِنِينَ وَنَصْرِهِ
لَهُمْ، وَتَوَلَّى الْخَذْلُ كُلَّ هِدَانِ (۱۵)

تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر کمال لطف و احسان فرمایا اور ان کی خوب مدد فرمائی اور ناکامی و نامرادی ہر سست شخص کا مقدر بن گئی

وَأَوْدَى أَبُو جَهْلٍ وَهَكَّ بِرُوحِهِ
إِلَى النَّارِ زِبْنِيَّانِ يَبْتَدِرَانِ (۱۶)

ابوجہل ہلاک ہوا اور جہنم کے دروغوں نے بہت جلدی سے اس کی روح کو جہنم رسید کر دیا

وَكَمْ مِنْ كَفُورٍ غَادِرٍ أُنْزِلَتْ بِهِ النَّوَازِلُ (۱۷)
لَمَّا زَلَّتِ الْقَدَمَانِ

کتنے ہی غدار کافر ہیں جن پر مصیبتیں نازل ہوئیں جب کہ ان کے قدم پھسل گئے

فَغُودِرَ مَصْرُوعاً تُفِيضُ نِسَاؤُهُ
عَلَيْهِ دُمُوعاً جَمَّةَ الْهَمَلَانِ (۱۸)

اس کو پچھڑا ہوا چھوڑ دیا گیا اور اب اس کی بیویاں اس پر زور و قطار رو رہی ہیں

سَلَبْنَاهُ دُنْيَاهُ وَأَفْضَى بِدِينِهِ
إِلَى حَرِّ نَارٍ جَاحِمٍ وَدُخَانِ (۱۹)

ہم نے اس سے اس کی دنیا چھین لی اور اس کو اس کے دین کے ساتھ دوزخ کی آگ کی تپش اور دھوئیں تک پہنچا دیا

فَذَاكَ لَكُمْ مَا دُمْتُمْ، وَأَرَاكُمْ
تُجِيبُونَ مَنْ نَادَى بِكُلِّ أَذَانِ (۲۰)

پس یہی تمہارا مقدر ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آواز دینے والوں کو اذان کے ساتھ جواب دے رہے ہو (یعنی اب تم پر حقیقت کھل چکی ہے اسلام سچا دین ہے)

حواشی

۱- المغانی : مغنی کی جمع ہے، گھر۔ عفت : بوسیدہ ہوگئے، ان کے آثار مٹ گئے۔ الأحوال : حول کی جمع ہے، سال۔

۲- جزالحلا : ایک مقام ہے۔ ابتدرتِ العین : رونے میں جلدی کرنا، اشک بار ہونا۔

۳- ھاج الاشتیاق : شوق بھڑک اٹھا اور حرکت میں آ گیا۔

۴- نَشَدَہٗ : قسم دینا، واسطہ دینا۔

۵- فرماتے ہیں آنسو جب بہتے ہیں تو ذہنی اور قلبی امراض کا علاج بن جاتے ہیں۔

۶- تیم بن مرہ : صدیق اکبرؓ کے اجداد میں سے ہیں۔ لافذ : نہ اکیلے۔ وَلاَ مُتَوَانٍ : اور نہ ہی سست آدمی کا۔

۷- الملکان : کراماً کاتبین، یعنی وہ فرشتے جو ہروقت انسان کے اچھے اور برے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اور انہیں انسان کے نامہ اعمال میں درج کر رہے ہیں۔

۸- ھلمّ : یہ اسم فعل بمعنی امر ہے۔ اس کا معنی ہے جلدی کرو۔ عمان : جزیرۂ عرب کے دور دراز ملکوں میں سے ایک ملک۔

۹- السدو : چلنے کی ایک قسم (اونٹنی کا کشادہ قدموں سے چلنا)۔

الجمزان : بھاگنے کے قریب چال (مراد یہ ہے کہ وہ تیز چل رہی ہے بھاگ نہیں رہی)۔

۱۰- الارقال : تیز چلنا۔ الوحذان : دوڑنے کی ایک قسم۔

۱۱- مَحَّضَہٗ النصح : اس نے اسے خلوص سے نصیحت کی۔

۱۲- انتاشہ : گمراہی سے نکالا۔

۱۳- تمتریان : امتریٰ فی الامر شک کرنا۔

۱۴- الفیلق : لشکر جس میں جنگجوؤں کی بہت بڑی تعداد ہو۔ بدر : بدر کا مشہور واقعہ۔

۱۵- الخذل : ناکامی، کامیابی حاصل نہ ہونا، یعنی شکست۔

ھدان : سست، سہل پسند، وقت پر کام نہ کرنے والا، مراد کافر۔ توَلّٰی : تعلق ہونا، مقدر بن جانا۔

۱۶- اَوْدیٰ : ہلاک ہوا۔ ابوجھل : قریشی سردار جو مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا۔

ھَلَکَ بِرُوْحِہٖ : اس کی روح کو ہلاک کردیا۔ زَبَانِیَانِ : جہنم کے داروغے۔ یبتدران : جلدی کرتے ہوئے۔

۱۷- اُنْزِلَتْ بِہِ النَّوَازِلُ : ان پر مصائب نازل ہوئے۔

۱۸- تُفِیْضُ الدُّمُوْعَ : موسلا دھار آنسو بہانا۔ الجَمَّۃُ : کثرت سے۔

الھملان : بہت زیادہ آنسو بہانا، آنسوؤں کی جھڑی لگ جانا۔

۱۹- الجاحم : سخت تپش اور حرارت۔

۲۰- تجیبون بکل اذان : یعنی تم جانتے ہو۔

دیوان سے متعلقہ واقعات

اسراء ومعراج کا ذکر

ابن ہشام فرماتے ہیں ہم سے زیاد بن عبداللہ بکائی نے بیان کیا. انہوں نے محمد ابن اسحاق مطلبی سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی. مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے جو ایلیاء شہر میں واقع ہے. یہ اس دور کا واقعہ ہے جب اسلام مکہ میں قیام پذیر قریش اور تمام قبائل میں شہرت حاصل کر چکا تھا.

ابن اسحاق کہتے ہیں. اسراء ومعراج کے متعلق یہ حدیث مجھ تک عبداللہ بن مسعود، ابو سعید الخذری، عائشہ صدیقہ جو نبی کریم ﷺ کی بیوی ہیں، معاویہ بن ابی سفیان، حسن بن ابی الحسن بصری، ابن شہاب الزہری اور قتادہ وغیرہ اہل علم اور ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہم کے ذریعے سے پہنچی ہے. یہ تمام حضرات اس حدیث کو کچھ نہ کچھ بیان کرتے ہیں. معراج کے واقعات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ حضرات ان مصائب و آلام، اللہ تعالیٰ کی قدرت و بادشاہی جن میں اہل عقل کے لیے نصیحت، ہدایت، رحمت اور ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں کے لیے ثبات ہے بیان کرتے ہیں. اللہ تعالیٰ نے کیسے چاہا کہ اپنے محبوب ﷺ کو اپنی وہ آیات دکھائے جن کا وہ ارادہ کرے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کائنات، اس کی عظیم بادشاہی اور قدرت جس کے تحت وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے سب کچھ کو اپنی آنکھوں سے عیاں دیکھا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اسراء کے بارے میں

مجھے جو روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے وہ یہ ہے. آپ فرماتے ہیں.

نبی کریم ﷺ کے پاس براق لایا گیا. یہ وہ جانور ہے جس پر آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کو سوار

کیا گیا (اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ) یہ سواری اپنے پاؤں منتہائے نظر پر رکھتی تھی. چنانچہ آپ ﷺ کو اس پر سوار کیا گیا. پھر آپ کے ساتھی (جبریل امین) آپ کو لے کر نکلے. آپ ﷺ (اس سفر کے دوران) آسمان اور زمین کے درمیان اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ رہے تھے. حتیٰ کہ آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے، آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کے ایک گروہ میں ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام کو پایا جو آپ (کے استقبال) کے لیے جمع ہو چکے تھے. آپ نے انہیں نماز پڑھائی. پھر آپ ﷺ کے پاس تین برتن لائے گئے. ایک برتن میں دودھ تھا. ایک برتن میں شراب تھی اور ایک برتن میں پانی تھا. ابن مسعود کہتے ہیں. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چنانچہ میں نے کسی کہنے والی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا. جب مجھ پر یہ برتن پیش کئے گئے. اگر اس نے پانی کا برتن لیا تو یہ خود اور اس کی امت غرق ہو جائے گی اور اگر انہوں نے شراب والا برتن لیا تو یہ خود اور ان کی امت گمراہ ہو جائے گی اور اگر انہوں نے دودھ والا برتن لیا تو یہ اور ان کی امت ہدایت کی راہ اختیار کرے گی. آپ فرماتے ہیں. میں نے دودھ والا برتن لے لیا اور اس میں سے کچھ پیا. چنانچہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ! آپ اور آپ کی امت نے ہدایت حاصل کر لی.

حسن بصری کی روایت

ابن اسحاق کہتے ہیں اور میں نے حضرت حسن بصری سے یہ روایت یوں نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے. جب میں حجر میں سو رہا تھا تو میرے پاس جبریل آئے. تو انہوں نے اپنے پاؤں سے مجھے دبایا. میں اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی. لہٰذا میں دوبارہ اپنی جگہ پر سو گیا. جبریل دوبارہ میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنے پاؤں سے مجھے دبایا. میں اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا. میں پھر اپنی جگہ سو رہا. جبریل تیسری مرتبہ میرے پاس آئے. مجھے اپنے پاؤں سے دبایا میں اٹھ بیٹھا. انہوں نے میرے بازو سے پکڑا. میں ان کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا. آپ مجھے مسجد کے دروازے سے باہر لے گئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید رنگ کا جانور جو (قد و قامت میں) خچر اور گدھے کے درمیان ہے، موجود ہے. اس کی رانوں میں دو پر لگے ہوئے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے پاؤں کو آگے دھکیلتا تھا (۱). (براق اتنا

تیز رفتار تھا کہ) وہ اپنے اگلے پاؤں اپنی منتہائے نظر پر رکھتا تھا. جبریل نے مجھے اس پر سوار کیا. پھر وہ میرے ساتھ اس حال میں نکلے کہ نہ وہ مجھ سے الگ ہوتے تھے اور نہ ہی میں ان کو پیچھے چھوڑتا تھا.

حضرت حسن کی طرف دوبارہ آتے ہیں

حضرت حسن بصری اپنی حدیث میں فرماتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ چلے اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کے ساتھ چلے حتی کہ وہ آپ کو بیت المقدس لے گئے. سو آپ ﷺ نے انبیاء کے ایک گروہ میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو موجود پایا. رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور انہیں نماز پڑھائی. اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس دو برتن لائے گئے. ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ، حسن بصری کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دودھ والا برتن لے لیا اور اس میں سے کچھ پیا اور شراب والا برتن چھوڑ دیا. حسن بصری کہتے ہیں جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا. اے محمد ﷺ! آپ کو اور آپ کی امت کو فطرت کی طرف رہنمائی مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی امت پر شراب حرام کر دی. اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مکہ شریف واپس تشریف لائے. جب دوسرے دن صبح قریش کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو یہ خبر دی تو اکثر لوگوں نے کہا. خدا کی قسم یہ معاملہ بڑا حیران کن ہے. بخدا ایک کاروان کو مکہ سے وہاں تک پورا مہینہ لگتا ہے فرماتے ہیں بہت سے لوگ جو اسلام قبول کر چکے تھے. دین اسلام سے پھر گئے. یہ لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا. اے ابوبکر کیا تمہیں اپنے دوست کے بارے کچھ معلوم ہے؟ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ گذشتہ رات بیت المقدس گیا ہے. اس میں نماز ادا کی ہے اور (پھر) مکہ بھی واپس پہنچ گیا ہے. حسن بصری فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا تم ان کی اس بات کو سچ نہیں سمجھتے. انہوں نے کہا ہاں (ہم ان کو جھوٹا سمجھتے ہیں) مسجد حرام میں بیٹھے لوگوں کو یہ واقعہ سنا رہے ہیں. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا. خدا کی قسم اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو انہوں نے سچ کہا ہے. کیا یہ چیز تمہیں حیران کرتی ہے؟ خدا کی قسم! وہ تو اس بارے خبر دیتے ہیں کہ ان کے پاس دن یا رات کی ایک گھڑی میں آسمان سے زمین پر وحی آتی ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں. سو یہ چیز اس بات سے زیادہ دور ہے جس پر تم حیران ہو رہے ہو. پھر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چلے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا. اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے ان لوگوں سے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ آپ گذشتہ رات بیت المقدس تشریف لے گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. اے اللہ کے نبی! مجھ سے بھی (اس سفر کی روداد) بیان فرمایئے. میں حضور کے پاس حاضر ہوا ہوں. حسن بصری فرماتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اسے (بیت المقدس کو) میرے لیے بلند کیا گیا حتی کہ میں نے اس کی طرف دیکھا. رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ واقعہ بیان کرتے جاتے اور ابوبکر کہتے جاتے آپ نے سچ فرمایا. میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں. جب بھی رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی کسی چیز کے بارے بیان کرتے تو آپ عرض کرتے. آپ نے سچ فرمایا. میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں. حتی کہ آپ نے سب تفصیلات بتا دیں. رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور آپ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں. اس دن آپ ﷺ نے آپ کو صدیق کے نام سے موسوم فرمایا.

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو لوگ اس واقعہ کی وجہ سے اسلام سے پھر گئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی.

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل:60).

ترجمہ: ''اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لیے نیز (آزمائش بنایا) اس درخت کو جس پر لعنت بھیجی گئی ہے. قرآن میں اور ہم انہیں (نافرمانی کے انجام سے) ڈراتے رہتے ہیں. پس نہ بڑھایا اس ڈرانے یا انہیں مگر یہ کہ وہ زیادہ سرکشی کرنے لگے''.

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کے اسراء کے بارے حضرت حسن بصری کی روایت کردہ حدیث اور وہ باتیں جو حضرت قتادہ کی حدیث سے اس میں موجود ہیں.

اسراء و معراج کے بارے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت

ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے ابوبکر کے بعض گھر والوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں. ''رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر غائب نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو سیر کرائی''.

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت

ابن اسحاق نے کہا ہے اور مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن احسن نے بیان کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ ﷺ کے سفر اسراء کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سچا خواب تھا''.

اسراء ایک خواب تھا

حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے قول کی وجہ سے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا. کیونکہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے. یہ آیت اس واقعہ کے بارے نازل ہوئی. ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کے بارے خبر دی جبکہ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا. ﴿يَا بُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ﴾. پھر قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان فرمایا سو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس (دونوں حالتوں میں) وحی آتی ہے جاگتے ہوئے بھی اور سوتے ہوئے بھی.

ابن اسحاق فرماتے ہیں. مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے. میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کی طرف وحی ہوئی اور اس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا چاہے آپ کسی حالت میں تھے. سوئے ہوئے تھے یا جاگ رہے تھے. یہ سب حق اور سچ ہے.

ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام (کی شکل وصورت) کا بیان

ابن اسحاق فرماتے ہیں. امام زہری سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہوئے یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب علیہم الرضوان کے لیے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا وصف بیان کیا جب آپ نے اس رات ان کو دیکھا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا. رہے ابراہیم علیہ السلام تو میں نے کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ تمہارے دوست (نبی کریم ﷺ) سے ان

کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہو اور نہ تمہارے دوست سے زیادہ ان سے مشابہت رکھنے والے کو دیکھا ہے. رہے موسیٰ علیہ السلام تو وہ گندم گوں رنگ کے بلند قامت، پتلے، گھنگریالے بالوں والے، ستواں ناک والے تھے اور قبیلہ شنوءۃ کے لوگوں میں سے لگتے تھے. رہے عیسیٰ علیہ السلام تو وہ سرخ رنگ کے تھے. قد نہ بہت چھوٹا تھا اور نہ بہت بڑا، بال سیدھے تھے (۲) اور چہرے پر بہت تل (۳) تھے. گویا وہ حمام سے نکل کر آئے ہیں. ان کا سر یوں لگتا تھا گویا اس سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں. حالانکہ ان کے سر پر پانی کے قطرے نہیں تھے تمہارے لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں.

رسول اللہ ﷺ کے جمال سیرت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ عمر جو غفرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کے بیان میں نبی کریم ﷺ کے ظاہری حسن و جمال کا بیان موجود ہے. انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن محمد بن علی ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت فرمائی. کہتے ہیں حضرت علی ابن طالب علیہ السلام جب رسول اللہ ﷺ کی نعت بیان کرتے تو فرماتے. آپ ﷺ نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ ہی زیادہ پست قامت، آپ (اپنے) لوگوں میں درمیانے قد کے تھے. آپ کے بال نہ زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے. بلکہ آپ کسی حد تک گھونگریالے بالوں والے مرد تھے. آپ زیادہ گوشت والے نہیں تھے اور نہ ہی گول چہرے والے، سفید مائل بہ سرخی رنگت والے، بہت سیاہ لکیر والے جو سینے سے شروع ہو کر ناف تک آتی تھی. جسم پر کم بالوں والے، پرگوشت ہتھیلیوں اور پاؤں والے، جب چلتے تو قوت سے قدم رکھتے گویا نشیب کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں. جب کسی طرف التفات فرماتے تو مکمل التفات فرماتے. آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبین تھے. آپ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور حوصلے کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ جرأت مند تھے، لہجہ (بات کرنے میں) کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ سچے تھے اور اپنی ذمہ داریوں کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے. سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ حسن معاشرت کے مالک تھے. آپ کو جو شخص عیاں دیکھتا تو ہیبت سے لرز اٹھتا اور جو آپ کے ساتھ گھل مل جاتا محبت کرنے لگتا. آپ کی تعریف کرنے والا کہتا، میں نے آپ

سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا شخص نہیں دیکھا ہے.

اسراء کے بارے ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت

ابن اسحاق فرماتے ہیں. حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہم جن کا اسم گرامی ہند تھا سے مجھے رسول اللہ ﷺ کے اسراء کے بارے جو روایت پہنچی ہے. اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ فرمایا کرتی تھیں. رسول اللہ ﷺ کو جب سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ میرے گھر میں تھے. حضور اس رات میرے گھر میں میرے قریب استراحت فرماتے تھے. آپ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی. پھر آپ سو گئے اور ہم بھی سو گئے. طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے آپ نے ہمیں جگایا. جب آپ نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور ہم نے آپ کی معیت میں نماز ادا کی تو فرمایا. اے ام ہانی! میں نے عشاء کی نماز تمہارے ساتھ اس وادی میں ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا پھر میں بیت المقدس گیا اور اس میں نماز ادا کی، پھر صبح کی نماز میں نے اب تمہارے ساتھ ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا پھر آپ باہر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے. میں نے آپ کی چادر کا پلو پکڑ لیا (جس کی وجہ سے) چادر آپ کے بطن مبارک سے کھل گئی. گویا یہ چادر مصر کی بنی ہوئی ہے اور اس میں کتا ہوا سوت لپیٹا گیا ہے (۴) میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا. اے اللہ کے نبی! یہ بات لوگوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو تکلیف پہنچائیں گے. آپ ﷺ نے فرمایا. خدا کی قسم! میں یہ بات ان سے ضرور بیان کروں گا. ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. میں نے اپنی باندی سے جو حبشی النسل تھی کہا. تیرا بھلا ہو. رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جا اور سن کہ آپ کفار سے کیا فرماتے ہیں اور (جواباً) لوگ ان سے کیا کہتے ہیں. جب رسول اللہ ﷺ یہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے انہیں اس واقعہ کی اطلاع دی. لوگوں نے تعجب کیا اور کہا. اے محمد! اس بات کی کیا دلیل ہے (کہ آپ اتنے مختصر وقت میں بیت المقدس گئے بھی اور واپس بھی آ گئے) ہم نے ایسی بات آج تک نہیں سنی. آپ ﷺ نے فرمایا اس کی دلیل یہ ہے کہ میں فلاں کے بیٹوں کے کاروان کے پاس سے گزرا ہوں. جو فلاں فلاں وادی میں تھا (میری سواری کے) جانور کی ٹاپوں سے ان کے اونٹ بدک گئے، اور ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تو میں نے اس اونٹ کی طرف ان کی رہنمائی کی اس وقت میں شام کی طرف جا رہا تھا. پھر میں آگے بڑھ گیا حتیٰ کہ جب میں ضجنان (نامی پہاڑ جو مکہ

شریف سے 40 کلومیٹر دور ہے) میں پہنچا تو میں ایک بنی فلاں کے قافلہ کے پاس سے گزرا. میں نے دیکھا کہ لوگ سورہے ہیں. ان کا وہاں ایک برتن پڑا تھا جس میں پانی تھا. جو کسی چیز سے ڈھکا ہوا تھا. میں نے اس کا ڈھکنا اٹھایا اور اس میں جو مشروب پڑا تھا وہ پیا اور پھر جس طرح وہ ڈھکا ہوا تھا اسے ڈھک دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ کاروان اب تنعیم کی گھاٹی بیضاء سے اتر رہا ہے. اس کاروان کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے. جس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں. ایک بوری کا رنگ سیاہ ہے اور دوسری کا سفید. حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. لوگ گھاٹی کی طرف دوڑ پڑے. جب قافلہ والوں سے ملاقات ہوئی تو وہی اونٹ آگے آگے تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا. ان لوگوں نے قافلہ والوں سے برتن کے بارے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے برتن پانی سے بھر کر رکھا پھر اس کو ڈھانپ دیا. پھر جب اس کے پاس گئے تو اسے اسی طرح ڈھکا ہوا پایا. جس طرح انہوں نے ڈھک کر رکھا تھا لیکن اب اس میں انہوں نے کچھ پانی نہ پایا. ان لوگوں نے دوسرے قافلہ والوں سے پوچھا جو مکہ میں پہنچ چکے تھے. انہوں نے کہا. رسول اللہ ﷺ نے بخدا سچ کہا ہے. مذکورہ وادی میں ہمارے اونٹ بدکے اور ہمارا ایک اونٹ بھاگ بھی نکلا اور ہم نے کسی شخص کی آواز سنی جو ہمیں اپنی طرف بلا رہا تھا حتی کہ ہم نے اس اونٹ کو پکڑ لیا.

واقعہ معراج

ابن اسحاق فرماتے ہیں اور مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جن کو میں کوئی الزام نہیں دیتا (یعنی ایک ثقہ راوی نے) اور انہوں نے یہ روایت حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے کہ انہوں نے فرمایا. میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا. جب میں بیت اللہ میں ہونے والے کام سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی لائی گئی. میں نے اس سے زیادہ خوبصورت چیز کبھی نہیں دیکھی. یہ وہی چیز ہے جس کی طرف تمہارے مرنے والے آنکھیں اٹھا کر دیکھتے ہیں. جب موت کا وقت قریب آتا ہے. میرا ساتھی اس میں مجھے اوپر لے گیا حتی کہ مجھے لے کر وہ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے تک پہنچا جسے باب الحفظہ (محافظوں والا دروازہ) کہا جاتا ہے. اس پر فرشتوں میں سے ایک فرشتہ مقرر ہے جسے اسماعیل کہتے ہیں. اس کے ماتحت بارہ ہزار

فرشتے ہیں اوران میں سے ہر فرشتہ کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے مقرر ہیں. رسول اللہ ﷺ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے ''اور نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر صرف وہی'' (حضور فرماتے ہیں) جب مجھے آسمان کے دروازہ میں داخل کیا گیا تو اس فرشتہ نے پوچھا. اے جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل امین نے فرمایا محمد ﷺ فرشتے نے پوچھا کیا ان کو بھیجا گیا ہے؟ جبریل نے بتایا ہاں، حضور فرماتے ہیں میرے لیے اس فرشتے نے دعائے خیر کی اور اچھی بات کی.

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے بعض اہل علم نے اس شخص سے بیان کیا ہے. جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا. جب میں آسمان دنیا میں داخل ہوا تو میرے ساتھ فرشتوں نے ملاقات کی. جب بھی کوئی فرشتہ مجھے ملا تو وہ ہنستے ہوئے ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ مجھے ملا. ہر فرشتہ جب مجھے ملتا تو مجھے اچھے الفاظ سے خوش آمدید کہتا اور دعا دیتا حتیٰ کہ مجھ سے ایک فرشتہ نے ملاقات کی. اس نے مجھے وہی کہا جو دوسرے فرشتوں نے کہا تھا اور مجھے دعا دی جس طرح دوسرے فرشتوں نے دعا دی تھی لیکن یہ فرشتہ ہنسا نہیں اور نہ ہی میں نے اس کے چہرے پر خوشی کے وہ آثار دیکھے جو دوسرے فرشتوں کے چہروں پر دیکھے تھے. میں نے جبریل سے کہا اے جبریل! یہ کون فرشتہ ہے. جس نے مجھے وہی کہا جو دوسرے فرشتوں نے کہا لیکن نہ تو ہنسا اور نہ ہی اس کے چہرے پر میں نے خوشی و مسرت کے آثار دیکھے جیسے میں نے دوسروں کے چہروں پر دیکھے؟ فرماتے ہیں جبریل نے بتایا. اگر آپ سے پہلے یہ کسی کے لیے ہنسا ہوتا یا آپ کے بعد کسی سے ہنستا تو ضرور آپ سے ہنستا لیکن یہ ہنستا نہیں. یہ فرشتہ آگ کا داروغہ ہے. رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے جبریل امین سے کہا. یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مقام پر فائز ہو چکا ہے. جس کے متعلق اس نے تم سے بیان فرمایا ہے کہ وہ مُطَاعٍ ''ثَمَّ اَمِیْنٍ'' کہ ''وہ وہاں کا امانتدار اور سردار فرشتہ ہے'' کیا آپ اسے حکم نہیں دیتے کہ وہ مجھے جہنم کی آگ دکھائے. جبریل نے کہا کیوں نہیں. اے فرشتے! محمد ﷺ کو جہنم کی آگ دکھا. حضور فرماتے ہیں. اس فرشتہ نے جہنم کی آگ سے اس کا سرپوش اٹھایا. حضور فرماتے ہیں تو آگ بھڑک اٹھی اور اس کے شعلے بلند ہو گئے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس سب کچھ کو یہ آگ بھسم کر دے گی. حضور ﷺ فرماتے ہیں. میں نے جبریل سے کہا. اے جبریل! انہیں حکم دیجئے کہ وہ اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیں. حضور فرماتے ہیں جبریل امین نے حکم دیا اور اس فرشتہ نے آگ سے کہا ٹھنڈی ہو جا تو وہ آگ اپنی اسی جگہ واپس ہو

گئی جہاں سے نکلی تھی. اس کی واپسی صرف سایے کے بڑنے کی طرح تھی حتیٰ کہ جب اس جگہ داخل ہوگئی جہاں سے باہر نکلی تھی تو اس پر سرپوش رکھ دیا گیا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں آسمان دنیا میں داخل ہوا تو میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو بیٹھے ہوئے تھے اور ان پر بنی آدم کی روحیں پیش کی جارہی تھیں. جب ان پر یہ روحیں پیش کی جاتیں تو بعض روحوں کو وہ اچھے کلمات کہتے اور ان کو دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے، پاک روح پاک جسم سے نکلی ہے اور بعض روحیں جب پیش کی جاتیں تو فرماتے. میں تمہیں ناپسند کرتا ہوں اور ان کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے. خبیث روح خبیث جسم سے نکلی ہے. حضور ﷺ نے فرمایا میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون ہیں جبریل امین نے کہا یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں. ان پر ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جارہی ہیں. جب ان کے پاس سے کسی مومن کی روح گزرتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں پاک روح پاک جسم سے نکلی ہے اور جب کافر کی روح ان کے پاس سے گزرتی ہے تو اسے ناپسند کرتے ہیں اور اسے بری نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خبیث روح خبیث جسم سے نکلی ہے.

حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں جیسے تھے اور ان کے ہاتھ میں نہروں (۵) کی مانند (یعنی بڑے بڑے) آگ کے شعلے تھے جن کو وہ اپنے مونہوں میں ڈالتے تو ان کے دبر (پاخانہ کی جگہ) سے نکل جاتے تھے. میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ ظلماً یتیموں کا مال کھانے والے لوگ ہیں.

حضور ﷺ نے فرمایا. پھر میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے (بڑے بڑے) پیٹ تھے. میں نے اس طرح کے پیٹ کبھی نہیں دیکھے. یہ لوگ آل فرعون کے راستے پر تھے. ان پر جب کہ انہیں جہنم کی آگ پر پیش کیا جاتا، پیاسے اونٹوں کی مانند گزرتے وہ انہیں گمان کرتے کہ یہ لوگ اپنی اس جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہل سکتے. حضور ﷺ فرماتے ہیں. میں نے پوچھا، جبریل! یہ کون لوگ ہیں. فرمایا یہ سود خور ہیں.

حضور ﷺ فرماتے ہیں. پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کے سامنے موٹے جانور کا (یعنی عمدہ) اور اچھا گوشت پڑا ہوا ہے اور اس کی ایک طرف دبلے جانور کا بدبودار گوشت پڑا ہوا ہے. یہ لوگ اس ناقص اور بدبودار گوشت کو کھا رہے ہیں اور موٹے اور اچھے گوشت کو چھوڑ رہے ہیں. حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں. جو ان عورتوں کو چھوڑ دیتے جو ان کے لیے حلال کر دی گئی تھیں (یعنی اپنی بیویاں) اور ان عورتوں کے پاس جاتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حرام کر دیا تھا. حضور ﷺ فرماتے ہیں. پھر میں نے ایسی عورتیں دیکھیں جو اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکا دی گئی تھیں. میں نے پوچھا جبریل! یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ وہ خواتین ہیں جو مردوں کے گھروں میں ان بچوں کو داخل کرتی تھیں. جو ان کی اولاد سے نہیں ہوتے تھے (یعنی زنا کی مرتکب ہوتیں اور حرام کے نطفے سے بچہ پیدا ہوتا تو اسے اپنے خاوند کی اولاد قرار دے دیتیں).

ابن اسحاق فرماتے ہیں اور مجھ سے جعفر بن عمرو نے بیان کیا. انہوں نے قاسم بن محمد سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اللہ تعالیٰ اس عورت پر سخت ناراض ہوتا ہے جو کسی قوم میں ان کو داخل کرتی ہے جو ان میں سے نہیں ہوتے کہ یہ بچے ان کی کمائی کھاتے ہیں اور ان کی خواتین کے پاس آتے جاتے ہیں (حالانکہ وہ غیر ہوتے ہیں).

ابن اسحاق پھر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف آتے ہیں. نبی کریم ﷺ نے فرمایا. پھر انہوں نے مجھے دوسرے آسمان پر چڑھایا. اچانک دوسرے آسمان میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ ابن مریم اور یحییٰ بن زکریا تشریف فرما ہیں. فرماتے ہیں پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے. میں نے اس آسمان میں ایک ایسے آدمی کو دیکھا جن کی صورت چودھویں رات کے چاند کی مانند تھی. میں نے پوچھا جبریل! یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ آپ کے بھائی یوسف بن یعقوب ہیں. حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر جبریل مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے. میں نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا اور اس کے بارے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ جبریل امین نے بتایا وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں. ابو سعید خدری فرمایا کرتے تھے ہم نے انہیں بلند مقام پر فائز کیا. انہی کے متعلق میں حضور ﷺ فرماتے ہیں. پھر مجھے پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں میں نے ایک ادھیڑ عمر شخص کو دیکھا جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان کی ریش

مبارک بہت بڑی تھی. میں نے اس سے زیادہ خوبصورت ادھیڑ عمر کا شخص کبھی نہیں دیکھا. فرماتے ہیں میں نے پوچھا. جبریل یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں. حضور ﷺ نے فرمایا. پھر جبریل مجھے چھٹے آسمان پر لے گئے. اس میں میں نے ایک گندم گوں شخص کو دیکھا جو ستواں ناک والے تھے. گویا وہ قبیلہ شنوہ کے لوگوں میں سے ہیں. میں نے جبریل سے پوچھا جبریل! یہ کون ہیں فرمایا یہ آپ کے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں. پھر مجھے جبریل علیہ السلام ساتویں آسمان پر لے گئے. میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ادھیڑ عمر شخص بیت المعمور کے دروازے کی طرف کرسی پر بیٹھا ہے. اس (گھر) کے پاس روزانہ ستر ہزار فرشتے آتے ہیں. جو قیامت تک دوبارہ اس کے پاس دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے (یعنی فرشتوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ روزانہ ستر ہزار حاضر ہوتے ہیں اور خود ایک بار حاضری دے چکتا ہے اسے دوبارہ موقعہ نہیں ملتا) میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ تمہارے دوست (یعنی محمد ﷺ) کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور نہ تمہارے دوست سے بڑھ کر ان سے مشابہ کسی کو دیکھا ہے. حضور ﷺ فرماتے ہیں. میں نے پوچھا جبریل! یہ کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ آپ کے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں. حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا. میں نے جنت میں ایک ایسی لڑکی دیکھی جس کے ہونٹ سرخ مائل بہ سیاہی تھے. میں نے اس لڑکی سے پوچھا تو کس کے لیے ہے؟ جب میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی. اس نے کہا میں زید بن حارثہ کے لیے ہوں. رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو اس لڑکی (حور) کی خوشخبری دی.

حضرت ابن مسعود کی روایت

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی راویت کردہ حدیث جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے نقل کی ہے میں یہ باتیں بھی ہیں کہ جب بھی جبریل امین آپ ﷺ کو آسمانوں میں سے کسی آسمان کی طرف لے کر چڑھتے تو جب آپ آسمان میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تو (وہاں پر متعین) فرشتے ان سے کہتے، اے جبریل یہ کون ہیں؟ جبریل فرماتے. محمد ﷺ فرشتے کہتے، کیا انہیں اس کی طرف بھیجا گیا ہے؟ جبریل کہتے ہاں، سو فرشتے

کہتے، اللہ تعالیٰ انہیں زندگی دی. یہ (ہمارے) بھائی اور ساتھی ہیں. حتیٰ کہ جبریل انہیں ساتویں آسمان پر لے گئے. پھر وہاں سے انہیں ان کے رب کے پاس لے گئے. چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر روز پچاس نمازوں کو فرض کر دیا.

حضور ﷺ فرماتے ہیں. میں واپس ہوا تو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس سے گزرا. وہ تمہارے بہت اچھے دوست ہیں. انہوں نے مجھ سے پوچھا، تم پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ میں نے بتایا ہر روز پچاس نمازیں، فرمایا نماز مشکل کام ہے اور آپ کی امت کمزور ہے. اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور اپنے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کرو. میں واپس لوٹا اور اپنے رب سے سوال کیا کہ مجھ سے اور میری اُمت سے (اس بوجھ کو) ہلکا فرما دیجئے. اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازوں کو کم کر دیا. پھر میں واپس لوٹا. موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا. انہوں نے مجھ سے پہلے کی طرح بات کی میں واپس گیا اور اپنے رب سے سوال کیا کہ مجھ سے اور میری امت سے تخفیف فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں پھر میں واپس آیا. موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا. اس بار پھر انہوں نے پہلے کی طرح بات کی. میں واپس گیا. اپنے رب سے عرض گزار ہوا کہ مجھ سے اور میری امت سے تخفیف فرمائے. میرے رب نے دس نمازیں اور معاف فرما دیں. پھر موسیٰ علیہ السلام بار بار یہی کہتے رہے جب بھی میں لوٹ کر ان کے پاس آیا. آپ نے فرمایا. لوٹ جاؤ اور اپنے رب سے سوال کرو حتیٰ کہ آخر میں اللہ تعالیٰ نے تمام نمازیں کم کر دیں. سوائے رات دن کی پانچ نمازوں کے. میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس آیا. اس بار بھی انہوں نے مجھ سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا. سو میں نے کہا. میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کی بارگاہ میں سوال کیا. اب مجھے اس سے شرم آتی ہے. میں اب ایسا نہیں کروں گا.

پس تم میں سے جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ ان نمازوں کو ادا کرے گا تو اسے پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا.

غزوہ حنین

(یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد 8ھ کو واقع ہوا)

ابن اسحاق کہتے ہیں. جب بنو ہوازن نے رسول اللہ ﷺ (کی کامیابی) اور اس بات کے بارے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مکہ فتح فرما دیا ہے تو مالک بن عوف نصری نے بنو ہوازن کے لوگوں کو جمع کیا. بنو ہوازن کے ساتھ ثقیف کا پورا قبیلہ بھی مالک کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا (ان کے علاوہ) نصر اور جشم کے تمام لوگ سعد بن بکر کے لوگ، بنی ہلاب کے کچھ لوگ جو تعداد میں کم تھے. سب اس کے ساتھ مل گئے. قیس بن غیلان کے قبیلہ سے صرف بنی ہلاب کے لوگ اس جنگ میں شریک ہوئے باقی دور رہے. بنی ہوازن میں سے کعب اور کلاب کے خاندان بھی حاضر نہ ہوئے اور ان میں سے کوئی قابل ذکر شخص اس جنگ میں شریک نہ ہوا. بنی جشم میں سے صرف ایک شخص درید بن صمہ شریک ہوا جو بہت عمر رسیدہ تھا. اس کو صرف اس لیے ساتھ لے آئے تھے کہ اس کی رائے سے استفادہ کیا جائے اور اس کی جنگی مہارت کو کام میں لایا جائے کیونکہ وہ نہایت واقع دیدہ اور تجربہ کار تھا. بنی ثقیف میں دو سردار تھے جن کے احلاف میں قارب بن الاسود بن مسعود بن معتب تھے اور بنی مالک میں ذوالخمار سبیع بن الحارث بن مالک تھے جو احمر بن الحارث کا بھائی تھا. یہ تمام لوگ مالک بن عوف نصری کی قیادت میں جمع ہو گئے. جب رسول اللہ ﷺ کی طرف پیش قدمی کرنے کا فیصلہ ہو گیا تو مالک نے ان لوگوں کے ساتھ ساتھ ان مال، مویشی، عورتوں اور بچوں کو بھی میدان میں اتار دیا. جب یہ لشکر وادیٔ اوطاس میں اترا تو لوگ مالک بن عوف نصری کے پاس جمع ہو گئے. ان لوگوں میں درید بن الصمہ بھی تھا جو ایک ہودج میں (جو قدرے چھوٹا تھا اور اوپر سے کھلا تھا) بیٹھا ہوا تھا. اس کی اونٹ کی مہار پکڑ کر اسے لشکر کے ساتھ ساتھ چلایا جاتا تھا. جب اس لشکر نے پڑاؤ کیا تو اس نے پوچھا تم کس وادی میں ہو؟ لوگوں

نے بتایا وادئ اوطاس میں درید نے کہا. بہت اچھے یہ گھوڑوں کے لیے بہترین جولانگاہ ہے. یہاں نہ تو نوکدار پتھر ہیں کہ گھوڑوں کے سموں کو زخمی کر دیں اور نہ ہی نرم ریت کا میدان ہے کہ گھوڑوں کے پاؤں دھنس جائیں. پھر کہا کہ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینگنے، بچوں کے رونے اور بکریوں کے ممیانے کی آوازیں سن رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا. مالک بن عوف ان لوگوں کے ساتھ ان کے مال مویشی، ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی لے آیا ہے. درید نے پوچھا. مالک کہاں ہے؟ کہا گیا یہ ہے مالک اور پھر اسے بلا لیا گیا. درید نے کہا مالک! تو اپنی قوم کا سردار بن گیا ہے. آج کا دن وہ دن ہے کہ اس کے اثرات آنے والے ایام پر بھی مرتب ہوں گے. کیا وجہ ہے کہ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینگنے، بچوں کے رونے اور بکریوں کے ممیانے کی آوازیں سن رہا ہوں؟ مالک نے کہا میں لوگوں کے ساتھ ان کے مال مویشی، بال بچے اور خواتین بھی لے آیا ہوں تا کہ وہ ان کی حفاظت کی خاطر خوب جنگ کریں. راوی فرماتے ہیں کہ درید نے مالک کو خوب جھڑکا اور پھر کہا. تو صرف بھیڑوں کے چرواہے ہو. خدا کی قسم! بھلا شکست خوردہ شخص کو بھی کوئی چیز واپس لا سکتی ہے؟ اس جنگ میں اگر تجھے فتح حاصل ہوئی تو تجھے صرف وہ مرد جس کے ہاتھ میں تلوار اور نیزہ ہوگا فائدہ دے گا اور اگر تجھے شکست ہوگئی تو تو اپنے مال سے بھی جائے گا اور عزت و ناموس بھی گنوا دے گا. درید نے اس کے بعد کعب اور کلاب کے بارے پوچھا کہ انہوں نے کیا کیا؟ لوگوں نے بتایا کہ ان میں سے کوئی بھی شخص اس جنگ میں شریک نہیں ہوا. درید نے کہا پھر تو تیز دھار ہتھیار اور عزت و ناموس والے لوگ غائب ہیں. اگر آج کا دن غلبہ اور وقعت کا دن ہوتا تو آج کعب اور کلاب کے قبیلے غائب نہ ہوتے. کاش تم بھی وہی کرتے جو کعب اور کلاب قبیلوں کے لوگوں نے کیا ہے. درید نے کہا تم میں سے کون لوگ اس جنگ میں شریک ہیں؟ لوگوں نے کہا عمرو بن عامر اور عوف بن عامر، درید نے کہا. یہ تو عامر کے کمسن بچے ہیں نہ یہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان. اے مالک! تو نے ہوازن کی جماعت کو گھوڑوں کے سینوں کے سامنے لے جانے کے لیے کچھ نہیں کیا. انہیں ان لوگوں (ہوازن) کی کمین گاہوں اور اونچی پہاڑی چوٹیوں پر بٹھا دو. اور پھر گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر صابیوں (یعنی مسلمانوں) سے سامنا کر. اگر جنگ تیرے حق میں رہی تو یہ تیرے پیچھے تجھ سے آ کر مل جائیں گے اور اگر جنگ تیرے خلاف رہی تو یہ تجھ کو پالیں گے. اس طرح تیرے گھر والے اور مال محفوظ رہے گا. مالک نے کہا خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا. تو بلاشبہ بوڑھا ہو گیا ہے اور تیری عقل پر

بھی بڑھاپا طاری ہو گیا ہے. اے ہوازن کے لوگوں! خدا کی قسم! یا تو تم میری پیروی کرو گے یا میں اس تلوار پر سینہ رکھ کر زور سے دباؤں گا حتی کہ یہ تلوار میری پیٹھ سے پار نکل جائے گی. مالک نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اس میں درید بن صمہ یا اس کی رائے کا کوئی ذکر ہو. لوگوں نے کہا ہم آپ کی اطاعت کریں گے. درید بن الصمہ نے جب یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا. میری زندگی کا یہ وہ دن ہے کہ نہ میں جنگ میں شریک ہوں اور نہ ہی اس میں غائب ہوں.

يَالَيْتَنِيْ فِيْهَا جذع　　اخب فيها واضع

اقود وطفاه الزمع　　كانه شاة صدع

''اے کاش! اس معرکہ میں میں ایک جوان ہوتا جو اس میں بھاگتا اور دوڑتا پھرتا.

لمبے بالوں والے گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کرتا. وہ گھوڑا گویا پہاڑی بکرا ہے.''

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے کئی اہل علم نے درید کا یہ شعر (جو اس نے اس موقع پر کہا تھا) سنایا ہے.

ابن اسحاق کہتے ہیں. پھر مالک بن عوف نے لوگوں سے کہا جب تم ان (مسلمانوں) کو دیکھو تو اپنی تلواروں کے میان توڑ دینا اور پھر یکبارگی ان پر زور کا حلہ بول دینا.

ابن اسحاق کہتے ہیں. مجھ سے امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے بیان کیا ہے کہ مالک بن عوف نے اپنے آدمیوں سے کچھ لوگوں کو جاسوسی کے لیے (مسلمانوں کی طرف) بھیجا. جب یہ لوگ واپس آئے تو ان کے اوسان خطا ہو چکے تھے اور وہ بے حد پریشان تھے. مالک نے کہا. تمہارا ستیاناس ہو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا. ہم نے سفید (لباس میں ملبوس) لوگوں کو دیکھا جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے. بخدا! ہم ضبط نہ کر سکے کہ ہم پر یہ حالت طاری ہو جو تم دیکھ رہے ہو. خدا کی قسم اس چیز نے بھی مالک بن عوف کو اپنے ارادے سے باز نہ رکھا.

ابن اسحاق کہتے ہیں. جب اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے ان (کی جنگی تیاریوں) کے بارے سنا تو عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو اس (لشکر) کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کے اندر جائیں اور ان میں قیام کریں. حتی کہ ان کے بارے آگاہی حاصل کریں اور پھر ان کے بارے اطلاع دیں (کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں اور کونسی جنگی چال چلنا چاہتے ہیں) ابن ابی حدرد تشریف لے گئے. ان (بنو ہوازن) کے اندر گھس گئے. ان کے ساتھ رہے حتی کہ انہوں نے سنا اور معلوم کیا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے ہیں. انہوں نے سب

باتیں سنیں کہ مالک اور بنوہوازن کے کیا ارادے ہیں. پھر حضرت ابن ابی حدرد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو اطلاع دی. رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب کو بلایا اور ان کو خبر دی. انہوں نے عرض کیا. ابن ابی حدرد نے جھوٹ بولا ہے. ابن ابی حدرد بولے. اگر تم نے مجھے جھوٹا کہا ہے تو (کیا ہوا) تم تو اے عمر! حق کی بھی تکذیب کر چکے ہو. آپ نے اس شخص کی تکذیب کی جو مجھ سے بہتر ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا. یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ سنتے نہیں کہ ابن ابی حدرد کیا کہہ رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اے عمر! آپ گمراہ تھے. تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت سے بہرہ ور کیا.

رسول اللہ ﷺ کا صفوان سے زرہیں عاریۃً لینا

جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بنوہوازن کی طرف چلنے کا ارادہ کیا تا کہ ان سے جنگ کریں تو آپ سے ذکر کیا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس زرہیں اور اسلحہ ہے. چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی طرف آدمی بھیجا صفوان ابھی اپنے آبادی دین شرک پر قائم تھا. (جب وہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے) اس سے کہا. اے ابوامیہ! ہمیں اپنا یہ اسلحہ عاریۃً دے دو ہم کل اس کو پہن کر اپنے دشمن سے جنگ کریں گے. صفوان نے کہا. اے محمد ﷺ! کیا (آپ یہ اسلحہ مجھ سے لو گے) غصباً؟ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ ادھار اور اس ضمانت کے ساتھ کہ ہم یہ اسلحہ آپ کو واپس کر دیں گے (اور جو ہتھیار ناکارہ ہو جائے گا یا گم ہو جائے گا اس کی قیمت ادا کریں گے) صفوان نے کہا اس میں تو کوئی حرج نہیں. سو اس نے سو زرہیں اور کافی سارا اسلحہ دیا. رواۃ کا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان سے یہ بھی کہا کہ وہ یہ اسلحہ خود ہی اٹھا کر مقررہ جگہ تک ان کے پاس پہنچائیں چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا.

راوی کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ (جنگ کی غرض سے) نکلے. آپ کے ساتھ اہل مکہ کے دو ہزار اور دس ہزار صحابہ کرام بھی تھے جو آپ کے ساتھ (مدینہ طیبہ سے) آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جن کے ہاتھ پر مکہ فتح فرما دیا تھا. (حنین کی طرف جانے والے یہ لوگ) بارہ ہزار تھے. رسول اللہ ﷺ نے عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس کو مکہ میں پیچھے رہ جانے والے لوگوں پر امیر مقرر فرمایا اور پھر بنوہوازن کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے روانہ ہو گئے.

عباس بن مرداس سلمٰی کا قصیدہ

اصابت العام رعلاً غولُ قومهم	وسط البيوت وَلَوْنُ الغول الوان
يـــالهف ام كـــلام اذ تبيتهـــم	خيـل ابـن هـونـة لاتـنـهـى وانـسـان
لاتلفظوها وَشدوا عقد ذمتكم	ان ابـن عـمـكـم سـعـد ودهـمـان
لن تـرجعوها وان كـانـت مجللة	مـادام فـي الـنـعـم الـمـا خـوذ البـان
شنعـاء جلّل من سو آتها حضن	وسبـال ذو شـوغـر منهـا وسـلـوان
ليست بـاطيب مـمـا يشتوى حذف	اذقـال كـل شـواء الـعـيـر جـوفـان
وفـي هـوازن قـوم غيـر ان بهـم	داء اليمـانـي فـان لـم يـغـدروا خـانـوا
فيهـم اخ لـووفـوا او بـر عهـدهـم	ولـو نـهـكـنـاهـم بـالطعـن قـدلانـوا
ابـلـغ هـوازن اعـلاهـا واسـفـلـهـا	مـنـي رسـالـة نـصـح فـيـه تبيـان
انـي اظـن رسـول الله صـابـحـكـم	جيشـالـه فـي فـضـاء الارض اركـان
فيهم اخوكم سليم غير تاركـكـم	والـمـسـلـمـون عبـادالله غسـان
وَفِيْ عـضـادتـه اليمين بـنـو اسـد	والاجـريـان بـنـو عبـس و ذبيـان
تـكـاد تـرجـف مـنـه الارض رهبتـه	وفـي مـقـدمـه اوس و عثمـان

ترجمہ

1. اس سال بنورعل کو اپنے گھروں کے درمیان ایک ایسی مصیبت نے آ لیا جو ان کی اپنی پیدا کردہ ہے اور اس کے کئی رنگ ہیں.

2. ہائے ام کلاب کی ہلاکت! جب ابن ہوذہ اور قبیلہ انسان کے نا قابل شکست گھوڑ سواران پر شبخون مار رہے تھے (تو ان کی حالت دیدنی تھی).

3. انہیں پھینک نہ دو بلکہ اپنے اس عہد و پیان پر سختی سے عمل پیرا ہو کیونکہ سعد اور دہمان کے قبیلہ کے لوگ تمہارے چچازاد بھائی ہیں.

4. اگر چہ ان پر پڑنے والی مصیبت بہت بڑی ہے لیکن اس وقت تک ان کو چھوڑ کر واپس نہ جاؤ. جب تک چوپاؤں سے دودھ نکالے جاتے رہیں گے.

5. یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے. جس کا ایک حصہ (گویا) نجد کا حضن پہاڑ ہے اور اس سے ذوشوغر اور سلوان وادیاں بہہ رہی ہیں.

6. حذف نامی شخص کا بھونا ہوا گوشت اچھا نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے جنگلی گدھے کا بھونا ہوا گوشت کھوکھلا (۶) ہوتا ہے (یعنی اس میں غذائیت کم ہوتی ہے).

7. بنو ہوازن میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو یمانی بیماری ہے اگر یہ غداری نہ کریں تو خیانت کے مرتکب ضرور ہوتے ہیں.

8. ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ وفا کریں اور ان کا عہد سچا ہو تو بھی اگر ہم ان کو نیزوں کے ساتھ سخت سزا دیں تو وہ نرم پڑ جاتے ہیں.

9. بنو ہوازن کے چھوٹے بڑے (سب لوگوں) کو میرا یہ پیغام جس میں خیر خواہی بالکل واضح ہے.

10. کہ میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ صبح صبح تم پر حملہ کرے گا اور یہ ایسا لشکر ہوگا جس کے سپاہی زمین کے کونے کونے کو بھر دیں گے.

11. رسول اللہ ﷺ کے ان جانثاروں میں بنی سلیم بھی موجود ہیں جو تم کو (کسی میدان میں اکیلے) چھوڑنے والے نہیں تھے اور مسلمان اللہ کے بندے ہیں جو دشمن سے مقابلہ کرنا جانتے ہیں.

12. آپ ﷺ کے دائیں طرف (یا اس لشکر کے منہ پر) بنو اسد اور کھجلی (۷) والے بنو عبس اور بنو ذبیان ہیں.

13. قریب ہے کہ زمین اس لشکر کی ہیبت سے لرز اٹھے اور اس لشکر کے آگے آگے اوس اور عثمان قبیلوں کے لوگ ہیں.

ابن اسحاق کہتے ہیں اوس اور عثمان قبیلہ مزینہ کی شاخیں ہیں.

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اَبْلِغْ هَوَازن اعلاها واسفلها سے لے کر قصیدہ کے آخر تک جتنے بھی اشعار ہیں وہ غزوۂ حنین یا اس سے پہلے کسی روز کہے گئے یہ (پہلے آٹھ شعر اور بعد کے پانچ شعر) دونوں الگ الگ (موقعہ پر کہے گئے) ہیں. لیکن ابن اسحاق نے ان دونوں قصیدوں کو ایک قصیدہ بنا دیا ہے.

ذات انواط

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا ہے. انہوں نے سنان بن ابی سنان دؤلی سے روایت کیا ہے اور انہوں نے ابو واقد لیثی سے روایت کیا ہے کہ حارث بن مالک فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حنین کی طرف نکلے. ان دنوں ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے. فرماتے ہیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف چلے. فرماتے ہیں کافروں یعنی قریش اوران کے علاوہ دوسرے (مشرک) قبائل ایک بہت بڑے سبز درخت جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا. پوجا کرتے تھے یہ لوگ ہر سال اس کی زیارت کو آتے. اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے بطور نیاز اس پر جانور ذبح کرتے اور اس کے پاس ایک دن اعتکاف کرتے. فرماتے ہیں درآنحالیکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے. ہم نے بیری کا ایک بہت بڑا شاداب درخت دیکھا. ہم نے اطراف راہ سے پکار کر عرض کیا. اے اللہ تعالیٰ کے رسول! (اس درخت کو) ہمارے لیے ذات انواط بنا دیجئے جس طرح ان (مشرکین) کا ذات انواط ہے (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اللہ اکبر اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے. تم نے اسی طرح کی بات کی جس طرح کی بات موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی. ﴿اجعل لنا الٰھا کما لھم آلھۃ﴾ "ہمارے لیے بھی ویسا ہی معبود بنا دے جیسے معبود ان کے ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جاہل لوگ ہو. یہ برے طریقے ہیں. تم یقیناً اپنے سے پہلے لوگوں کے ان طریقوں کو اختیار کرو گے.

رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ثابت قدمی

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا. انہوں نے عبدالرحمٰن بن جابر سے، انہوں نے اپنے والد گرامی جابر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا. جب ہم وادی حنین کی طرف منہ کر کے چلے تو (پہاڑ سے) ہم تہامہ کی وادیوں میں سے ایک ایسی وادی میں اترے جو ان سب وادیوں میں زیادہ نشیب والی تھی. ہم اس وادی میں اترتے گئے. فرماتے ہیں. ابھی صبح کی روشنی پوری طرح نہیں چھائی تھی کسی قدر اندھیرا تھا اور دشمن ہم سے پہلے اس وادی میں پہنچ کر پہاڑی دروں، گھاٹیوں اور تنگ راستوں میں کمین لگائے بیٹھا تھا. یہ لوگ

پورے عزم کے ساتھ مکمل تیاری کر کے ہمارے لیے مستعد بیٹھا تھا. خدا کی قسم! ہم بے خوف وخطر نشیب میں اتر رہے تھے کہ ان (کمین میں چھپے) دستوں نے ہم پر یکبارگی ایسی شدت کا حملہ کیا کہ (ہم) لوگ بری تیزی سے الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے اور کسی نے کسی دوسرے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا.

رسول اللہ ﷺ (راستے سے ہٹ کر) دائیں طرف ہو گئے، پھر آپ نے آواز دی. اے لوگو! میری طرف آؤ. میں اللہ تعالیٰ کا رسول (یہاں) ہوں. میں محمد بن عبداللہ (یہاں) ہوں. راوی کہتے ہیں مگر بے سود، اونٹ ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور لوگ بھاگے جا رہے تھے. ہاں چند لوگ جن کا تعلق مہاجرین، انصار اور اہل بیت نبی سے تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے.

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے. ان میں مہاجرین میں سے ابوبکر، عمر، اہل بیت رسول میں سے علی بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب، ابوسفیان بن حارث اور ان کے بیٹے، الفضل بن عباس، ربیعہ بن الحارث، اسامہ بن زید، ایمن بن عبید (آخر الذکر) جو اس روز شہید ہوئے (8).

ابن ہشام کے بقول ابن ابی سفیان بن الحارث کا اصل نام جعفر ہے اور ابوسفیان کا نام مغیرہ ہے. بعض لوگ ثابت قدم رہنے والوں میں قثم بن عباس کو شمار کرتے ہیں اور ابن ابی سفیان کو شمار نہیں کرتے. ابن اسحاق کہتے ہیں. مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا ہے. انہوں نے عبدالرحمٰن بن جابر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا بنو ہوازن کا ایک شخص جو اپنے سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار تھا اور جس کے ہاتھ میں لمبے نیزے کے سرے پر باندھا ہوا ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا تھا. ہوازن کے آگے آگے تھا اور ہوازن کے لوگ اس کے پیچھے تھے. جب کوئی مسلمان اس کے قریب جاتا تو یہ اپنے نیزے کے ساتھ اس پر حملہ کر دیتا اور جب لوگ پیچھے ہٹ جاتے تو یہ اپنا نیزہ اوپر بلند کر دیتا اور لوگ اس کے پیچھے اکٹھے ہو جاتے.

ابن اسحاق فرماتے ہیں جب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آنے والے مکہ مکرمہ کے منافق لوگوں نے شکست کے آثار دیکھے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے دل میں چھپی اپنی اسلام دشمنی کو لفظوں کی زبان دی. چنانچہ ابوسفیان نے کہا اب یہ لوگ جو بھاگے

ہیں تو سمندر کے کنارے تک کہیں دم نہ لیں گے. ابوسفیان کے پاس قرعہ اندازی کے تیر تھے جو اس کے ترکش میں تھے. یہ تیر ابوسفیان اپنے ساتھ لایا تھا (بقول ابن اسحاق کے) جبلة بن الحنبل اور بقول ابن ہشام کے کلدہ بن الحنبل چلایا آج یہ طلسم ٹوٹ گیا. یہ شخص اپنے بھائی صفوان بن امیہ کے ساتھ تھا اور صفوان رسول اللہ ﷺ کی مقررہ میعاد میں ابھی مشرک تھا صفوان نے اس سے کہا. خاموش ہو جائے کیا بیہودہ بکتا ہے. خدا کی قسم! مجھ پر قریش کا ایک شخص سردار ہو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے بنسبت اس کے کہ بنی ہوازن کا کوئی شخص مجھ پر سرداری کرے.

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار

آپ نے جبلہ یا بقول ابن ہشام کلدہ کی ہجو میں یہ شعر کہے.

رَأَیْتُ سَوَاداً مِنْ بَعِیْدٍ فَرَاعَنِیْ　　ابوحَنْبَلٍ یَنْزُوْ عَلیٰ اُمِّ حَنْبَلِ

کَاَنَّ الَّذِیْ یَنْزُوْا بِہٖ فَوْقَ بَطْنِھَا　　ذراع قلوص من نتاج ابن عزھل

ترجمہ(۱): میں نے دور سے ایک شخص کو دیکھا جس نے میرے ہوش اڑا دیئے. یہ حنبل کا باپ تھا جو حنبل کی ماں سے نفس براری کر رہا تھا.

(۲): گویا ام حنبل کے پیٹ پر اس (کا آلہ تناسل) جس کے ساتھ وہ مطلب براری کر رہا ہے اونٹنی کے جنم لینے والے بچے کی ٹانگ ہے. جس اونٹنی کی ابن عزہل دیکھ بھال کر رہا ہو.

یہ دونوں اشعار ہمیں ابوزید نے سنائے اور ہمیں بتایا کہ یہ دونوں اشعار صفوان بن امیہ کی ہجو میں کہے گئے جو ماں کی طرف سے کلدہ کا بھائی تھا.

شیبہ بن طلحہ کی بدنیتی

شیبہ بن طلحہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی. ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ جو بنی عبدار کا بھائی ہے نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں کہا. آج میں بدلہ لوں گا. اس کا باپ احد کی جنگ میں قتل ہو گیا تھا. اور محمد (ﷺ) کو آج قتل کروں گا. کہتا ہے میں اس ارادے سے آپ کے قریب پہنچا کہ آپ کو قتل کروں کہ ایک انجانا خوف میرے دل پر طاری ہو گیا اور میں آپ کو قتل نہ کر سکا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکوں گا.

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے مکہ مکرمہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

جب مکہ شریف کو چھوڑ کر حنین کی طرف چلے اور اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں کی کثرت دیکھی تو فرمایا. آج ہم تھوڑے سے لوگوں سے ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے. ابن اسحاق کا گمان ہے کہ بنی بکر کے ایک شخص نے یہ بات کہی تھی.

فتح

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے امام زہری نے بیان کیا انہوں نے کثیر بن العباس سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا. میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے اور اس کی لگام کے ساتھ اس کو یوں پھٹکار رہا تھا کہ اس نے منہ کھول دیا تھا (۹) حضرت عباس فرماتے ہیں. میں طاقتور اور بلند آواز آدمی تھا فرماتے ہیں. رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا لوگوں سے جو دیکھا (یعنی جب لوگوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا) تو بار بار آپ نے فرمایا. اے لوگو! کہاں (بھاگے جا رہے ہو) میں نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے کسی چیز کی طرف مڑ کر دیکھا ہو. آپ نے فرمایا. اے عباس زور سے آواز دو. اے انصار کے گروہ! اے اصحاب سمرہ کے گروہ! حضرت عباس فرماتے ہیں. لوگوں نے جواب دیا. لبیک لبیک! فرماتے ہیں. ایک آدمی کوشش کرتا کہ اپنے اونٹ کو واپس لے آئے لیکن وہ اس پر قدرت نہ رکھتا تو اپنی ذرہ لیتا اسے اپنی گردن میں ڈال لیتا. اپنی تلوار اور تیر لیتا اور اونٹ سے چھلانگ لگا کر اونٹ کو اس کی راہ پر چھوڑ آواز کا رخ کرتا حتی کہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاتا. آخر رسول اللہ ﷺ کے پاس جب سو آدمی جمع ہو گئے. تو انہوں نے ان لوگوں (یعنی دشمنوں) کا سامنا کیا اور ان سے جنگ کی. شروع میں نعرہ تھا یا لِلْاَنْصَار! پھر آخر میں صرف خزرج کا نعرہ لگتا اور لوگ کہتے یا للخزرج! یہ لوگ جنگ میں کمال پامردی سے لڑے. رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کے اونٹوں میں جھانک کر دیکھا تو لوگ شمشیر زنی کر رہے تھے (گھمسان کی اس جنگ کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اب تنور خوب گرم ہوا ہے (یعنی جنگ زوروں پر ہے).

ابن اسحاق فرماتے ہیں اور مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا. انہوں نے عبدالرحمٰن بن جابر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا. بنو ہوازن کا جھنڈ بردار شخص جو اونٹ پر سوار کر رہا تھا جو کر رہا تھا (یعنی

مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا رہا تھا) کہ اسی اثنا میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری اس کا قصد کرتے ہوئے بڑی تیزی سے اس کی طرف لپکے. آپ فرماتے ہیں. چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب اس شخص کے پیچھے سے آئے اور اس کے اونٹ کی کونچوں پر وار کیا. اونٹ اپنی سرین کے بل گرا. انصاری اس شخص جھپٹا اور اس پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اس کا پاؤں آدھی پنڈی سے کاٹ دیا. وہ آدمی کجاوے سے نیچے آ گرا. راوی فرماتے ہیں لوگوں نے شمشیر زنی کے خوب جوہر دکھائے. خدا کی قسم! اپنی شکست خوردگی سے واپس آنے والے لوگ جب واپس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس انہوں نے بہت سے قیدیوں کو موجود پایا.

غزوۂ بنی مصطلق میں پیش آنے والا جھوٹ کا واقعہ

ابن اسحاق کہتے ہیں ہم سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے علقمہ بن وقاص سے روایت کیا، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے عروہ بن الزبیر سے اور انہوں نے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا. ان تمام لوگوں نے اس حدیث کا کوئی نہ کوئی حصہ مجھ سے بیان کیا اور بعض لوگ ان میں سے بعض لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں. میں نے ان تمام باتوں کو یکجا کر دیا جو ان لوگوں نے مجھ سے بیان کی ہیں.

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اور مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد گرامی، حضرت عائشہ صدیقہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا اور انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بارے بیان کیا جب ان کے بارے اھلِ افک (جھوٹی افواہ اڑانے والوں نے) کہا جو کہا، لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں جو ان تمام لوگوں کی وساطت سے روایت ہوئی ہے وہ سب واقعات موجود ہیں جنہیں ان راویوں نے متفرق طور پر بیان کیا ہے. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے یہ تمام راوی ثقہ ہیں ان تمام لوگوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے بارے جو سنا وہ بیان کر دیا. حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں. رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے. جن کے نام قرعہ پڑتا انہیں آپ ساتھ لے جاتے. جب بنی المصطلق کا معرکہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے حسب معمول قرعہ اندازی فرمائی. قرعہ میرے نام کا پڑا چنانچہ حضور ﷺ اس سفر پر مجھے لے کر نکلے.

آپ فرماتی ہیں عورتیں ان دنوں بہت تھوڑا کھانا کھایا کرتی تھیں ان پر گوشت نہیں چڑھتا تھا کہ وہ بھاری ہو جائیں. چنانچہ جب میرے لیے میرے اونٹ پر پلان رکھا جاتا تو میں کجاوے میں بیٹھ جاتی (۱۰). پھر وہ لوگ آتے جو میرے لیے پلان رکھتے اور مجھے سوار کرتے تھے اور کجاوے کو نیچے سے پکڑ کر اٹھاتے اور اسے اونٹ کی پیٹھ پر رکھ کر رسیوں سے باندھ دیتے. پھر اونٹ کی مہار پکڑ کر چل دیتے. آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. جب رسول اللہ ﷺ اپنی مہم سے فارغ ہوئے تو واپسی کی راہ لی حتی کہ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو ایک جگہ پڑاؤ کیا اور رات کا کچھ حصہ وہاں قیام فرمایا. پھر لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیا گیا. لوگ روانہ ہوئے. میں اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلی. میرے گلے میں ایک ہار تھا. جس میں یمن کے شہر ظفار کے موتیوں کا ہار تھا. جب میں ضرورت سے فارغ ہوئی تو وہ گر گیا اور مجھے علم تک نہ ہوا. جب میں قافلہ میں واپس آئی (تو لوگ ابھی موجود تھے لہٰذا) میں اسے تلاش کرنے کے لیے چلی گئی حتی کہ میں نے اس کو پالیا. میرے جانے کے بعد وہ لوگ جو مجھے اونٹ پر سوار کر کے کوچ کراتے تھے. آئے وہ اس پر پلان کس کر فارغ ہو چکے تھے. انہوں نے کجاوے کو پکڑ کر اونٹ پر کس دیا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں اس میں موجود ہوں اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل دیئے. میں پڑاؤ میں واپس لوٹی. لیکن وہاں نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ ہی جواب دینے والا. سب لوگ یہاں سے جا چکے تھے.

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. میں نے اپنی چادر خوب لپیٹ لی اور اپنی جگہ پر پڑ رہی. مجھے معلوم تھا کہ جب میں نہیں ملوں گی تو میری طرف رجوع کیا جائے گا. فرماتی ہیں اسی اثناء میں کہ میں لیٹی تھی صفوان بن المعطل سلمی کا میرے پاس سے گزر ہوا. وہ کسی ضرورت سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے (۱۱) اور انہوں نے رات لوگوں کے ساتھ نہیں گزاری تھی. انہوں نے میری پرچھائی دیکھی. آگے آئے حتی کہ مجھ پر آ کر کھڑے ہو گئے. حجاب کے ہمیں حکم ملنے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا. جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا. ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾. اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی گھر والی! (اور یہاں) میں اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی. انہوں نے عرض کیا (اے ہماری ماں!) اللہ آپ پر رحم کرے. آپ کس وجہ سے پیچھے رہ گئی ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں میں نے ان سے کوئی بات نہ کی. پھر وہ اونٹ کے قریب گئے اور عرض کیا. آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں (یہ کہہ کر) وہ مجھ سے دور ہٹ گئے. آپ فرماتی ہیں میں اونٹ پر سوار ہو

گئی. انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑی اور تیزی سے لوگوں کے پیچھے چل دیئے. خدا کی قسم! ہم نے ان لوگوں کو نہ پایا اور نہ کسی کو یہ معلوم ہوا کہ میں کجاوے میں نہیں حتی کہ صبح ہوگئی. لوگوں نے پڑاؤ کیا. جب لوگ ٹھہر چکے تو یہ شخص (صفوان رضی اللہ عنہ) مجھے لے کر وہاں نمودار ہوئے. چنانچہ جھوٹ گھڑنے والوں نے کہا جو کہا لشکر میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی. لیکن خدا کی قسم! مجھے اس بارے کچھ معلوم نہ ہوا.

پھر ہم مدینہ طیبہ پہنچے اور میں سخت علیل ہوگئی اور اس بارے کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی. یہ بات بالآخر رسول اللہ ﷺ اور میرے والدین تک بھی پہنچ گئی لیکن انہوں نے مجھ سے کچھ بیان نہ کیا. ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وہ التفات نہ پایا جو آپ مجھ پر فرماتے تھے. جب کبھی میں بیمار ہوتی تھی تو حضور مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور میرے ساتھ بڑے لطف وکرم کا برتاؤ کرتے تھے لیکن اب کی اس بیماری میں آپ ﷺ نے ویسا لطف وکرم نہ فرمایا. حضور جب میرے حجرے میں داخل ہوتے اور میری امی میری تیمارداری کے لیے میرے پاس ہوتی تو صرف اتنا فرماتے. تم کیسی ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرماتے. ابن ہشام کہتے ہیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام زینت بنت عبد دھمان تھا اور یہ ام رومان کنیت کرتی تھیں. عبد دھان کا تعلق بنی فراس بن عم بن مالک بن کنانہ سے تھا.

ابن اسحاق فرماتے ہیں. سیدہ عائشہ فرماتی ہیں حتی کہ میں نے اس بے رخی کو محسوس کیا اور جب میں نے دیکھا جو دیکھا کہ آپ مجھ پر (بے رخی کر کے) جفا کر رہے ہیں تو میں نے عرض کیا. یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنی امی کے گھر چلی جاؤں؟ تاکہ وہ میری تیمارداری فرمائیں. آپ ﷺ نے فرمایا. چلی جاؤ کوئی حرج نہیں. سیدہ فرماتی ہیں. میں اپنی امی کے پاس چلی گئی لیکن جو کچھ ہو چکا تھا مجھے اس بارے کچھ علم نہیں تھا حتی کہ میں اپنی اس بیماری کی وجہ سے جسے بیس سے زیادہ دن کا عرصہ گزر چکا تھا بہت کمزور ہوگئی تھی. ہم عرب لوگ ہیں. ہم عجمیوں کی طرح گھروں میں بیت الخلاء نہیں بناتے ہم اسے ناپسند کرتے ہیں اور برا خیال کرتے ہیں بلکہ ہم شہر سے باہر کھلی جگہ پر قضائے حاجت کے لیے جاتے ہیں. خواتین روزانہ رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے باہر نکلتی تھیں. ایک رات میں قضائے حاجت کے لیے باہر گئی. ام مسطح بنت ابی رہم بن المطلب بن عبد مناف میرے ساتھ تھیں. ان کی ماں صخر بن عامر بن کعب بن تیم کی بیٹی تھیں. جو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں. سیدہ فرماتی ہیں. وہ میرے ساتھ چلی جارہی تھیں کہ ان کا پاؤں ان کے تہبند کے ساتھ الجھا اور وہ گر پڑیں اور انہوں نے کہا ستیاناس ہو مسطح کا! مسطح لقب ہے اور ان کا نام عوف ہے. سیدہ فرماتی ہیں. میں نے کہا خدا کی قسم بہت بری بات ہے جو آپ نے ایک ایسے شخص کے بارے کہی جو مہاجرین میں سے ہے اور بدر کے معرکہ میں شریک ہوا ہے. انہوں نے فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی کیا آپ کو خبر نہیں. سیدہ فرماتی ہیں. میں نے کہا کونسی خبر؟ چنانچہ انہوں نے مجھے اہل افک کے پروپیگنڈے کے بارے بتایا. آپ فرماتی ہیں. میں نے کہا، کیا یہ بات ہو چکی ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں خدا کی قسم یہ بات ہو چکی ہے. آپ فرماتی ہیں. خدا کی قسم! مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ رفع حاجت کرسکتی. میں واپس لوٹ آئی. بخدا میں مسلسل روتی رہی حتی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ رونا میرے کلیجے کو شق کر دے گا. فرماتی ہیں میں نے اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا. اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے. لوگوں نے میرے بارے ایسی ایسی باتیں کی ہیں اور آپ نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا. انہوں نے فرمایا. اے بیٹی! پریشان مت ہو. خدا کی قسم! ایک خوبصورت عورت جو ایک ایسے مرد کے پاس ہو جسے وہ چاہتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو ایسا بہت کم ہوا ہے کہ وہ سوکنیں اور لوگ اس کے خلاف باتیں نہ کریں.

حضرت عائشہ سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. رسول اللہ ﷺ لوگوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور مجھے اس بارے معلوم نہیں تھا. آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا. اے لوگو! ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے اہل خانہ کے ذریعے مجھے تکلیف دے رہے ہیں اور ان کے بارے بے سروپا باتیں کر رہے ہیں. خدا کی قسم! میں بجز بھلائی کے ان کے بارے کچھ نہیں جانتا اور وہ جس آدمی کے بارے یہ بات کرتے ہیں میں اس کے بارے بھی بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتا اور وہ میرے گھروں میں سے کسی گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس حال میں کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. اس کے بعد رسول اللہ ﷺ میرے کمرے میں تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس میرے والدین اور ایک انصاری عورت بیٹھی تھی. میں رو رہی تھی اور وہ عورت میرے ساتھ روئے جا رہی تھی. آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے. اللہ کریم کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا. اے عائشہ! لوگوں کی باتیں تو یقیناً آپ تک پہنچ چکی ہوں گی. اللہ تعالیٰ سے ڈر. اگر تو نے وہ گناہ کیا ہے جس کا تذکرہ لوگ کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر. اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ

قبول فرمالیتا ہے. خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا تھا کہ میرے آنسو تھم گئے حتی کہ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھوں میں آنسو تھے ہی نہیں. میں نے انتظار کیا کہ (شاید) میرے والدین میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں گے لیکن وہ کچھ نہ بولے. فرماتی ہیں خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو اس بات سے کم تر اور چھوٹا سمجھتی تھی کہ میرے بارے قرآن اترے گا جسے مسجدوں اور نمازوں میں پڑھا جائے گا. ہاں میں یہ امید رکھتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں کچھ دیکھیں گے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میرے بارے اس بہتان کو جھوٹ ثابت فرمادے گا اور حضور کو میری برأت کا علم ہو جائے گا یا (کسی اور طریقہ سے) اللہ تعالیٰ (حضور ﷺ کو اس واقعہ کی بابت) خبر دے دے گا.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. بخدا رسول اللہ ﷺ اپنی نشست پر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کیفیت چھا گئی جو (وحی کے وقت) چھا جاتی تھی. آپ ﷺ پر چادر ڈال دی گئی اور میں نے چمڑے کا تکیہ آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا. میں نے جو کیفیت دیکھی تو میں بالکل نہ گھبرائی اور نہ کسی طرح خوف مجھے لاحق ہوا کیونکہ میں جانتی تھی میں بے گناہ ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نا انصافی فرمانے والا نہیں لیکن میرے والدین اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں عائشہ کی جان ہے جب تک رسول اللہ ﷺ اس کیفیت سے باہر نہ آئے مجھے لگتا تھا کہ ان کی روح نکل جائے گی. اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں لوگوں کی بات کی تصدیق نہ ہو جائے. فرماتی ہیں پھر رسول اللہ ﷺ وحی کی اس کیفیت سے باہر آئے اور بیٹھ گئے. سردی کا دن تھا لیکن حضور ﷺ کے جسم اقدس سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گر رہے تھے. حضور اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے. اے عائشہ! تجھے بشارت ہو. اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرما دی ہے. حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں. میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے. پھر حضور باہر لوگوں کے پاس تشریف لے گئے. اور ان سے خطاب فرمایا اور وہ آیات کریمہ جو اللہ تعالیٰ نے اس بارے نازل فرمائی تھیں ان کی تلاوت فرمائی. اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش پر حد قذف (جھوٹی تہمت پر شرعی سزا) جاری کی جائے. یہ لوگ اس بری بات کو پھیلانے میں سب سے آگے تھے لہٰذا ان پر حد لگائی گئی.

ابن اسحاق فرماتے ہیں. مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے بنی نجار کے کچھ لوگوں کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابوایوب خالد بن زید سے ان کی بیوی ام ایوب نے کہا. اے ایوب کے باپ! آپ کیا سنتے نہیں کہ لوگ عائشہ کے بارے کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں (میں نے سنا ہے) اور یہ بات محض جھوٹ ہے. اے ام ایوب کیا تم ایسا کرسکتی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں ایسا نہیں کرسکتی. انہوں نے فرمایا تو پھر عائشہ، خدا کی قسم! تم سے بہتر ہیں.

حضرت عائشہ فرماتی ہیں. اہل افک جنہوں نے بری بات کی جو کی جب ان کے تذکرے میں قرآن کریم اترا. ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور:11) ''بیشک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ تم میں سے، تم اسے اپنے لیے برا خیال نہ کرو، بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لیے ہر شخص کے لیے اس گروہ میں سے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا ان میں سے (تو) اس کے لیے عذاب عظیم ہوگا''. اس سے مراد حسان بن ثابت اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے کہا جو کہا، ابن ہشام کہتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں.

ابن ہشام کہتے ہیں. ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ﴾ (اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا) سے مراد عبداللہ بن ابی ہے. ابن اسحاق نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے اس سے پہلے یہ بات بیان کی کہ پھر رب قدوس نے فرمایا. ﴿لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا﴾ (النور:12) ''ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تو گمان کیا ہوتا مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان'' یعنی اس طرح کیوں نہ کہا جیسے کہا ابوایوب اور اس کی بیوی نے پھر فرمایا. ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ (النور:15) ''جب تم ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے اس بہتان کو اپنی زبان سے اور کہا کرتے تھے اپنے مومنوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا. نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی''.

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بارے جنہوں نے بے سروپا باتیں کی اور اس

کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اور آپ مسطح پر اپنی قرابت اور اس کی ضرورت کے پیش نظر خرچ فرمایا کرتے تھے. خدا کی قسم! میں کبھی بھی مسطح پر خرچ نہیں کروں گا اور اسی کے بعد کہ اپنوں نے عائشہ کے بارے باتیں کیں اور ہم کو اس مصیبت میں مبتلا کیا ان کو کبھی بھی نفع نہیں پہنچاؤں گا. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تو اس بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی. ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا۝ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النور:22) ''اور نہ قسم کھائیں جو برگزیدہ ہیں تم میں سے اور خوش حال ہیں اس بات پر کہ وہ نہ دیں گے. رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہئے کہ (یہ لوگ) معاف کر دیں اور درگزر کریں. کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہیں اور اللہ غفور رحیم ہے''.

حواشی

۱۔ روایت میں یَحْفِزُ بِهِمَا رِجْلَه' کے الفاظ ہیں. جن کا لغوی معنی تو وہی ہے جو میں نے اوپر کیا ہے. بعض لوگوں نے اس کا یہ ترجمہ بھی کیا ہے. ''جن کو وہ ہلاتا تو اس کی پنڈیوں تک پہنچتے تھے''.

۲۔ سَبِط الشعر کے الفاظ ہیں. سَبِط کہتے ہیں سیدھے بالوں کو، اگر اسے سَبْطُ الشَّعْر پڑھیں تو معنی ہوگا خوبصورت بالوں والے، اس کا معنی گھنے بالوں والا بھی کیا جاتا ہے. اگر سَبَطٌ پڑھیں تو گھنے بالوں والا بھی معنی ہو سکتا ہے. (مترجم)

۳۔ اس کا ایک ترجمہ اوپر کے بالوں کا سیاہ ہونا بھی کیا گیا ہے. واللہ اعلم بالصواب

۴۔ مولوی قطب الدین احمد نے اس کا ترجمہ ''تہہ کیا ہوا قبطی کپڑا'' کیا ہے. واللہ اعلم (مترجم)

۵۔ میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں انھار کے الفاظ ہیں لیکن بعض نسخوں میں افھار کے الفاظ ہیں افھار، فِھْرٌ کی جمع ہے جس کا معنی پتھر ہے یعنی وہ پتھروں کی مانند آگ کے بڑے بڑے شعلے...... یہی صحیح معلوم ہوتا ہے.

۶۔ اس (جوفان) کا ایک معنی آلہ تناسل بھی ہے. یہ ایک ضرب المثل ہے جو ناکارہ چیز کے لیے بولی جاتی ہے.

۷۔ بنو عبس اور بنو ذبیان کو کھجلی والے کہا گیا ہے. یہ تشبیہ ہے جس طرح کھجلی والے شخص کے قریب کوئی شخص جانے کی جرأت نہیں کرتا کہ مبادا اسے بھی یہ بیماری نہ لگ جائے اسی طرح بنو عبس اور بنو ذبیان کے قریب بھی کوئی نہیں جاتا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ موت کی گھاٹ اتار دیں. مراد ہیں یہ دونوں قبیلے نہایت بہادر ہیں.

۸۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام آپ کو چھوڑ کر کیوں فرار ہوئے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ سوائے آٹھ لوگوں

کے کوئی نہیں رہا حالانکہ جنگ سے فرار ہونا کبیرہ گناہ ہے اور اس بارے اللہ تعالیٰ نے سخت وعید نازل فرمائی ہے. تو اس اعتراض کے جواب میں ہم کہیں گے علماء کا اس پر اجماع نہیں میدان جنگ سے فرار کبیرہ گناہ ہے. سوائے غزوۂ بدر کے، حسن اور عبداللہ کے آزاد کردہ غلام نافع کا یہی قول ہے. قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں. کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ ومن یوتھم یومئذ دبرہ ﴾ یومئذ یوم بدر کی طرف اشارہ ہے. پھر جو لوگ احد کی جنگ میں فرار ہوگئے تھے ان کی معافی کے بارے قرآن کریم کی نص موجود ہے. ﴿ ولقد عفا اللہ عنھم ﴾ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حنین کی جنگ میں فرار ہونے والے کو بھی معاف فرمادیا اور اس کا ذکر قرآن کریم میں یوں نازل فرمادیا. ﴿ ویوم حنین اذ عجبتکم کثرتکم ...... غفور رحیم ﴾. ابن سلام کہتے ہیں جنگ میں فرار کا کبائر میں سے ہونا صرف بدر کے ساتھ خاص ہے. علاوہ ازیں یہ بھی تو ہے کہ یہ بھاگنے والے فوراً پلٹے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اس زور کا جہاد کیا کہ ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ مہم سر کردی.

۹۔ روایت میں قد شجر تھا بھا کے الفاظ ہیں. خچر چونکہ بدکا ہوا تھا. اس لیے حضرت عباسؓ لگام کو جھٹکے دے رہے تھے تاکہ یہ پرسکون ہو جائے. لگام چونکہ لوہے کی ہوتی ہے اس لیے جھٹکا دینے سے جانور منہ کھول دیتا ہے اور اسے قابو میں لانا آسان ہو جاتا ہے. (مترجم)

۱۰۔ ایک ہوتا ہے پلان اور ایک ہوتا ہے کجاوا. پلان اونٹ کی پیٹھ کو زخمی ہونے سے بچانے کے لیے ہوتا ہے تاکہ کجاوے کی لکڑی اس کی پیٹھ کو زخمی نہ کردے. کجاوہ خواتین اور بچوں کی سواری کے لیے ہوتا ہے جسے پلان کے اوپر رکھ کر پلان کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے. اکثر مترجمین سے یہاں اس وجہ سے تسامح ہوا ہے کہ وہ دیہاتی ماحول سے واقف نہیں تھے. (مترجم)

۱۱۔ صفوان بن ربیعہ بن خزاعی بن کلاب بن مرہ بن ذکوان بن ثعلبہ بن بھثہ بن سلیم سلمی، ذکوانی، ابوعمر کنیت کرتے تھے. وہ ساقۃ العسکر (لشکر کے پیچھے ڈیوٹی پر متعین شخص تھے جو ان تمام چیزوں کو سمیٹ کر مسلمانوں تک پہنچاتے جو ان سے رہ جاتی تھیں. اسی وجہ سے وہ پیچھے تھے. ان کے پیچھے رہ جانے کا ایک اور سبب بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ گہری نیند سوتے تھے اور وہ نہ بیدار ہوتے تھے حتی کہ لوگ کوچ کر جاتے. اس کی صحت کی ایک دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ صفوان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ان کی شکایت کی. انہوں نے جن باتوں کی شکایت کی ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ صبح کی نماز نہیں پڑھتے. صفوان نے کہا. اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں بھاری سر والا آدمی ہوں (یعنی بہت سونے والا ہوں) میں جب اٹھتا ہوں تو سورج طلوع ہو چکا ہوتا ہے. چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تم بیدار ہو جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو. حضرت امام بزار نے اپنی مسند میں ابوداؤد کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے. الغرض صفوان بن المعطل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہید ہوئے. شہادت کے روز آپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی لیکن اس کے باوجود ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ آپ لڑتے رہے اور دشمن سے نیزہ بازی کرتے رہے حتی کہ آپ کی شہادت ہوئی. آپ جزیرہ میں شمطاط کے مقام پر تھے.

فهرس مصادر البحث والتحقيق والشرح

حرف الائف

◆ - الأشباه و النظائر: جلال الدين السيوطى، دارالكتب العلمية: بيروت.

◆ -الآداب: للبيهقى ، تحقيق محمد عبدالقادر عطا الطبعة الأولى بيروت ١٩٨٦ .

◆ -اعراب ثلاثين سورة: ابن خالويه، بيروت، درالكتب العلمية.

◆ -ايضاح المكنون فى الذيل على كشف الظنون: اسماعيل باشا بيروت ١٩٨٦ء.

◆ -الاصابة فى تمييز الصحابة: الابن حجر العسقلانى ١٩١٠ م ١٣٢٨ هـ .

◆ -أنساب الأشراف: البلاذرى، درالمعارف بمصر.

◆ -أخبار مكة: لأزرقى.

◆ -الأزمنة و الأمكنة: للمرزوقى الأصفهانى، بيروت ١٤٧١هـ

◆ -أمثال العرب: المفصل الضّبيّ، الجوائب.

◆ -الأعلام: الزركلى. طبعة مصر الخامسة ١٩٥٤.

حرف الباء

◆ -البديع فى البديع: أسامة بن منقذ. الطبعة الأولى ١٩٨٧ء

◆ -بلوغ الأرب فى معرفة أحوال العرب: محمود شكرى الألوسى. بيروت (بدون تاريخ).

◆ -البيان و التبين: الجاحظ، تحقيق السندوبى ١٩٤٧.

◆ - البداية و النهاية: الحافظ ابن كثير. موسسة المعارف. بيروت.

حرف التاء

◆ - تاريخ الاسلام: د. حسن ابراهيم حسن، مكتبة النهضة المصرية (ط٦) ١٩٦١.

◆ - التصوف الاسلامى: زكى مبارك: محمد بن جرير الطبرى، نلدكى،ليدن.

◆ -تاريخ الرسل و الملوك.

◆ -تفسير الامام الطبرى: درالقلم بيروت.

◆ -تفسير القرآن العظيم: درالقلم بيروت.

◆ -ترتيب الاعلام على الاعوام: زهير ظاظابيروت، درالارقم بيروت.

◆ -تاريخ الخلفاء: لجلال الدين السيوطى.

◆ - تاريخ العرب قبل الاسلام: د. جواد على بغداد ١٩٥٠.

◆-التاريخ والسير: حسين النجار المكتبة الثقافية ١٩٦٤.
◆-تاريخ العرب المطول: حتى. دارالكشاف، بيروت ط ٤ ، ١٩٦٥.
◆-تحت راية القرآن: مصطفى صادق الرافعى، القاهرة ط ١٩٢٦.

حرف الجيم

◆-جمهرة اللغة: لابن دريد، تحقيق د. رمزى بعلبكى . دار العلم للملابين ١٩٨٧.
◆-جمهرة خطب العرب: احمد زكى صفوت ، بيروت.
◆-جمهرة اشعار العرب: الابى زيد القرشي، تحقيق د. عمر الطباع بيروت . درا الارقم.

حرف الحاء

◆-الحضارة الاسلامية: آدم ميتز، تعريب ابو ريدة مكتب الخانجى القاهرة و دار الكتاب العربى، بيروت.
◆-حيا محمد: محمد حسين هيكل، مطبعة درالكتب المصرية، القاهرة ١٣٥٨.

حرف الخاء

◆ خطط الشام: محمد كرد على. دمشق مكتبة النورى ١٤٠٣ هـ، ١٩٨٣ م.

حرف الدال

◆-دائرة المعارف الاسلامية: الجزء الاول.
◆- الدليل الابجدى لايات القرآن الكريم: د. محمد زهدى يكن. دار يكن ١٩٨٣.
◆-دلائل العجاز: عبدالقاهر الجر جانى، وجدى.
◆-ديوان الحماسة: للتبريزى، درالقلم.
◆- دراسات فى حضارة الاسلام: ماملتون جب. بيروت، درالعلم للملابين ١٩٨٩.

حرف الزاى

◆-زاد المعاد فى هدى خير العباد: لا بن القيم الجوزية (مصر) ١٣٢٤.
◆-زهر الآداب: للحصرى القيروانى، القاهرة ١٩٧٠.

حرف السين

◆-السيرة لابن هشام: دارالجيل. بيروت.

حرف الشين

◆-الشعر و الشعراء: لابن قتيبة تحقبق د. عمر الطباع بيروت. دار الارقم ١٩٩٧.
◆-شذرات الذهب: لابن العماد الحنبلى دار المسيرة.
◆-شعر عبدالله بن الزبعرى: الجبورى ، دار موسسة الرسالة ١٩٨١.

حرف الصاد

◆ -الصاجی: لا بن فارس تحقیق د. عمر الطباع موسسة المعارف، بیروت.

حرف الطاء

◆-الطبقات الکبری، للواقدی، لیدن ۱۳۲۲ھ
◆-طبقات الشافعیة: السبکی، مصر ۱۳۲٤ھ

حرف العین

◆-عیون الاثر: لابن سید الناس ، دارالقلم الطبعة الاولی. ۱۹۹۳م
◆-عیون الاخبار: لابن قتیبة دارالکتب المصریة، القاهرة ۱۳٤۳ھ۱۹۲۵م.
◆-العبر فی اخبار من غبر: للذهبی، بیروت، دارالکتب العلمیة.
◆-العقد الفرید: ابن عبد ربه لجنة التالیف، القاهرة ۱۹۳٦.

حرف الغین

◆-غایة النهایة فی طبقات القراء: ابن اجزری الطبعة الاولی ۱۹۳۲.

حرف الفاء

◆-الفنون الادبیة: انیس المقدسی، درالعلم للملابین ط ۳، ۱۹۸۰.
◆-فجر الاسلام: احمد امین

حرف القاف

◆-القاموس المحیط: للفیروز آبادی مطبعة درا المامون ۱۹۳۸.
◆-قصص الانبیاء: عبدالوهاب النجار.

حرف الکاف

◆-کشف الظنون: حاجی خلیفة ، بیروت ۱۹۹۲.
◆- الکامل فی التاریخ: لا بن الاثیر، بیروت.

حرف الام

◆- لسان العرب: ابن منظور ، دار صادر بیروت ط ۳ ۱۹۹٤.

حرف المیم

◆- المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة: للخطیب القسطلانی ، مطبعة شاهین.
◆-موسوعة المورد العربیة: منیر بعلبکی ، رمزی بعلبکی، دارالعلم للملابین ۱۹۹۰.
◆-معجم الادباء: یاقوت الحموی، دلبعة مرغلیوث.
◆-مغنی اللبیب: الانصاری درالارقم، بیروت الطبعة الاولی ۱۹۹۹.
◆-معجم البلدان: لیاقوت الحموی، ۱٤۱۰ھ۱۹۹۰م

◆-موسوتعة الملل والنحل للشهر ستانی: بیروت ، الطبعة الاولی ۱۹۸۱.

◆-المخصص: ابن سيده.

◆- المجاهدون فی الحق: د. صبحی المحمصانی، الطبعة الاولی ۱۹۷۹.

◆-من حديث الشعر والنثر: طه حسين، درالمعارف ١٩٦٥.

◆-المغازی: للواقدی، کلکلتا ١٨٥٥م

◆- مجمع الامثال: للميدانی، القاهرة ١٣١٠ھ.

◆- معجم قبائل العرب، عمر رضا كحالة، موسسة الرسالة ١٤٠٥ھ.1985.

◆-المفصل فی تاريخ العرب قبل الاسلام: جواد علی درالعلم للملابين بيروت ١٩٦٧.

◆- مكة والمدينة فی الجاهلية وعهد الرسول: درالفكر العربی، القاهرة ١٩٦٧.

حرف النون

◆-نسب قريش: الزبيری، درالمعارف ١٩٩٣.

حرف الهاء

◆-هدية العارفين: اسماعيل باشا، بيروت ١٩٩٢.

حرف الواو

◆-الوحی المحمدی: محمد رشيد رضا (صاحب المنار).

حرف الياء

◆-يتيمة الدهر: للثعالبی، مكتبة الحسين التجارية، القاهرة.

فہرست مطالب

1- تقدیم : مفتی محمد خان قادری 7

2- عرض ناشر : سید اویس علی سہروردی 9

3- عرض مترجم : استاذ ظفر احمد کلیار 11

4- حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شخصیت اور شاعری، معلومات کے آئینے میں: ڈاکٹر عمر الطباع 13

5- حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت طیبہ: جلال الدین سیوطی 27

1:5 اسم گرامی، شجرۂ نسب، امام نووی کی تحقیق، لقب عتیق کی وجہ 27

2:5 لقب صدیق کی وجہ، آپ کا کردار 28

3:5 نام اور لقب کے بارے میں تحقیق 29

4:5 جائے ولادت اور پرورش 32

5:5 زمانۂ جاہلیت میں آپؓ سب سے زیادہ پاک دامن تھے 33

6:5 حلیہ مبارک 34

7:5 آپؓ کے اسلام کے بارے میں 34

8:5 آپؓ کی صحبت اور غزوات میں شرکت 39

9:5 شجاعت و بہادری 40

10:5 انفاق فی سبیل اللہ 42

11:5 آپؓ کا علم اور فہم و ذکا 45

12:5 آپؓ تمام صحابہ کرام سے افضل اور اعلیٰ مرتبہ کے حامل تھے 50

13:5 آپؓ کے بارے میں نازل آیات 54

14:5 حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت میں وارد احادیث 58

15:5 صرف حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت میں وارد احادیث 61

16:5 آپؓ کی فضیلت میں صحابہ اور سلف صالحین کا کلام 68

17:5 وہ احادیث اور آیات جو آپ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتی ہیں 71

18:5 آپؓ کی بیعت کے بارے میں 79

19:5 آپؓ کی خلافت میں رونما ہونے والے واقعات 87

20:5 قرآن کریم کی جمع اور تدوین 93

21:5 اوّلیاتِ صدیق اکبرؓ 94

22:5 آپؓ کا حلم اور تواضع کے بارے میں 97

23:5 آپؓ کی علالت، وفات، وصیت اور حضرت عمرؓ کا خلیفہ منتخب ہونا 98

24:5 آپؓ سے روایت کردہ مسند احادیث 108

25:5 آپؓ سے موقوفاً روایت کی گئی احادیث 118

26:5 آپؓ کے ارشادات جو آپ کے شدتِ خوفِ خداوندی پر دال ہیں 131

27:5 تعبیر رؤیا کے بارے میں آپ کے ارشاداتِ عالیہ 133

6- حضرت صدیق اکبرؓ کی عبقریت: ڈاکٹر عباس محمود العقاد 141

1:6 آپؓ کی شخصیت کو سمجھنے کا اہم ذریعہ 141

2:6 آپؓ کا طرزِ حکومت 158

3:6 آپؓ کی تہذیب و ثقافت 165

4:6 آپؓ کی شخصیت کی اجمالی تصویر 171

7- الديوان 177

1:7 •- قافية الهمزة

عَيْنَ جودی (اے آنکھ خوب آنسو بہا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ ارتحال پر یہ مرثیہ قلم بند فرمایا۔ 179

2:7 •- قافية التّاء

فی سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) یہ شعر آپ نے اس وقت کہا جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھے اور آپ کے ہاتھ پر پتھر سے زخم آ گیا تھا۔ 182

وَكَذَاكَ الدَّهْرُ (اور اسی طرح گردش دوراں......) ان اشعار میں آپ نے اپنے تقویٰ اور توکل کو بیان فرمایا ہے 185

2:7 •- قافية الثاء

لَسْتُ بِحَانِثِ (میں قسم توڑنے والا نہیں) یہ اشعار آپ نے اس وقت کہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن الحارثؓ کو مہاجرین کا ایک دستہ دے کر مشرکین سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، مشرکین کی قیادت ابوسفیان بن حرب کر رہا تھا۔ 188

عبداللہ بن الزبعری السہمی کے اشعار صدیق اکبرؓ کے جواب میں 196

هَدَانَا بِهِ الرَّحْمٰنُ (ہمیں ان کے وسیلے سے رحمٰن ذات نے ہدایت عطا فرمائی ہے) حضرت ابوبکر صدیقؓ کھنڈرات پر نوحہ کناں ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مدح و نعت کہتے ہیں اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو بیان کرتے ہیں۔ 201

4:7 •- قافية الجيم

أَغْنَاهُ رَبُّ الْعَرْشِ (ربِ عرش نے اُس کو اذیت سے دوچار کر دیا) ہجرت کے موقع پر جب سراقہ بن مدلج آپ کا پیچھا کرتا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائی، اِس موقع پر آپؓ نے ان کلمات کا اعادہ کیا۔209 209

5:7 •- قافية الدال

و اللّٰهُ شاهِدُ (اللہ گواہ ہے) یہ اشعار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قریش کے جواب میں کہے جبکہ قریش نے نبی کریم ﷺ کو مقدس مہینوں میں خونریزی کا الزام دیا اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کی۔ 213

لَيتَ المماتَ لنا (کاش ہم سب کو موت آ جاتی) یہ اشعار آپؓ نے نبی کریم ﷺ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر روتے ہوئے مرثیہ کے انداز میں پڑھے۔ 219

ليتَ القِيامَة قامَتْ (کاش قیامت قائم ہو جاتی) یہ اشعار بھی مرثیہ ہیں جو آپؓ نے نبی کریم ﷺ کے بعد اُمت مسلمہ کی حالت زار کے پیش نظر نظم فرمایا۔ 222

6:7 •- قافية الرّاء

عزروا الأمْلاكَ (انہوں نے بادشاہوں کی ملامت کی) 225

فَهُمْ خِيرةُ الرحمن (وہ رحمٰن کے افضل و اعلیٰ بندوں میں سے ہیں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار حضرات انصارؓ کی مدح میں کہے۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیغام کی مدد اور اعلائے کلمۃ الحق میں جو کردار ادا کیا اس کی تعریف کی۔ 226

اِنّ اللّٰهَ ثالثُنا (بیشک اللہ ہمارا تیسرا ہے) یہ اشعار حضرت صدیق اکبرؓ نے اسلامی دعوت کے ابتدائی دنوں، مکہ سے نکلنے، غار میں پناہ لینے اور آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مشرکوں کی اذیتوں سے نجات پانے کے دنوں کی یاد کے بارے میں کہے۔ 243

مَهْضُوصُ الجَناحِ (ٹوٹے پروں والا) نبی کریم ﷺ کا مرثیہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نظم کیا۔ 251

واحدٌ قديرُ (یکتا ہے، قدرت والا ہے) زمانے کے واقعات، انسانی مسائل اور خالق مطلق کی عظمت میں غور و فکر کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 254

7:7 •- قافية السين

كُتُبٌ فيها شِفَاءٌ (یہ وہ کتابیں ہیں جن میں شفاء ہے) یہ اشعار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت سے کہے ہیں — 257

فالحق لا يَتَلَبَّسُ (حق کو چھپایا نہیں جا سکتا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش سے مخاطب ہو کر انہیں حق اور ایمان کی طرف بلاتے ہیں. — [illegible]

8:7 •- قافية العين

رَمَيْتَ حصانا (تو نے ایک پاک دامن عورت پر تہمت لگائی ہے) ان اشعار میں بھی آپؓ نے مشرکین کی مذمت کی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے اور اس ضمن میں آپ نے واقعۂ افک کی طرف بھی اشارہ کیا ہے. — 272

9:7 •- قافية الفاء

تُقًى و بِرٌّ (تقویٰ اور نیکی) یہ اشعار آپ نے دعوت نبوت پر لبیک کہتے ہوئے کہے، ان میں اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ اہل ایمان میں سے پاکیزہ لوگوں نے کس طرح اس دعوت پر لبیک کہا. — 275

اللّٰهُ يَنْصُرُنا (اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا) آپؓ نے یہ اشعار بنی ثقیف کے ساتھ جنگ کے موقع پر اظہار تعجب کے طور پر کہے کہ اہل طائف کیوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے، کیوں باطل پر مصر ہیں آپ فرماتے ہیں کہ عنقریب اُن پر اہل ایمان کو فتح نصیب ہوگی. — 285

10:7 •- قافية القاف

شَدَّ كالليث (شیر کی طرح بہادر رہے) یہ اشعار غزوۂ حنین کی مناسبت سے ہیں. — 290

11:7 •- قافية اللام

وقوم غُوًا (باغی لوگ) ان اشعار میں صدیق اکبرؓ ایمان و کفر کے دونوں گروہوں کی تصویر کشی کرتے ہیں. — 292

بابي شبيهٌ بالنبيّ (میرا باپ ان پر قربان ہو یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں) یہ شعر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت کہے جب آپ نے حضرت امام حسنؓ کو اٹھایا. — 305

واحرزا (اے وہ جز جس کو میں نے پالیا) میدانی اپنے مجمع میں اس روایت کو لائے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رات کے ابتدائی حصہ میں وتر ادا کرتے تھے اور کہتے تھے — 306

ادرَكْتَ ثَأرَكَ (تو نے اپنا بدلہ لے لیا) جب حضرت بلال حبشیؓ نے امیہ بن خلف کو ہلاک کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ اشعار کہے کہ کس طرح امیہ حضرت بلالؓ کو اذیت دیتا تھا. — 308

ردّوا نُصْحَهٗ (انہوں نے اپنے رب کی نصیحت کو ٹھکرا دیا) حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی قوم کی گمراہی کو یاد کر کے نصیحت کے انداز میں فرماتے ہیں. — 318

322	كلّ امرئٍ (ہر شخص) ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے باپ اور اپنے چچا کے پاس گئی اور ان سے ان کی حالت دریافت کی جب میں نے اپنے والد گرامی سے ان کی حالت دریافت کی کہ اب آپ کی حالت کیسی ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔	
325	فی الصّمت سِترٌ (خاموشی میں پردہ ہے)	
	قافیۃ المیم	21:7
327	تولّی الجود (سخاوت نے منہ پھیرلیا)	
334	الحمدُ للہ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) آپؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا اور مقدس شہر میں رہنے کی سعادت عطا کی۔	
340	فُجعنَا بالنّبی (نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کی وجہ سے ہم تصویر غم بن گئے) یہ قصیدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کی مناسبت سے کہا	
	قافیۃ النون	13:7
346	المَرء بالاصْغَرَیْنِ (انسان کی عظمت تو صرف دو سب سے چھوٹے اعضاء کی وجہ سے ہے) حسب معمول حضرت ابوبکر صدیقؓ شام کی طرف عازم سفر ہوئے اس بار انہیں بڑی مشکل اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا آپ تھکے ماندے مکہ مکرمہ لوٹے بنی باہلہ کی ایک خاتون اچانک ان کے راستے میں آئی اور کہنے لگی تو نے اپنے دل کو مکدر کر دیا اور اپنے آپ کو تھکا دیا میں تمہاری یہ حالت زار دیکھ کر بڑی حیران ہوئی ہوں ایسے میں آپ نے یہ اشعار کہے۔	
348	وَجَبَتْ لَکَ الجنَانُ (آپ کے لیے جنت واجب ہوگئی ہے) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نبی کریم ﷺ ان کی اس شہادت کے واقعہ کو یاد کر کے یہ اشعار لکھتے ہیں۔	
350	مُحضتُم نُصْحی (میں نے تمہیں بڑے خلوص سے نصیحت کی)	
	دیوان سے متعلقہ واقعات	-8
356	اسراء ومعراج کا ذکر	1:8
356	حضرت ابن مسعودؓ کی روایت	2:8
357	حضرت حسن بصریؒ کی روایت	3:8
359	حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت	4:8
360	حضرت معاویہؓ کی روایت	5:8
360	حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی شکل وصورت کا بیان	6:8
361	رسول اللہ ﷺ کے جمال سیرت کو حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں	7:8
362	اسراء کے بارے اُم ہانیؓ کی روایت	8:8

9:8	واقعہ معراج	363
10:8	حضرت ابو سعید خدری ؓ کی روایت	365
11:8	حضرت ابن مسعود ؓ کی روایت	367
-9	غزوہ حنین	
1:9	رسول اللہ ﷺ کا صفوان سے زرہیں عاریۃً لینا	372
2:9	عباس بن مرداس سلمیٰ کا قصیدہ	373
3:9	ذاتِ انواط	375
4:9	رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ثابت قدمی	375
5:9	حضرت حسان بن ثابت ؓ کے اشعار	377
6:9	شیبہ بن طلحہ کی بدنیتی	377
7:9	فتح	378
-10	غزوۂ بنی مصطلق میں پیش آنے والا جھوٹ کا واقعہ	380
-11	فہرس مصادر	388

اشاریہ

آیات قرآنی

احادیث نبویہ ﷺ

شخصیات

قبائل عرب

جائے ہا و اماکن

کتابھا و رسائل

آیات قرآنی

وَقُلِ ...... وَالْمُؤْمِنُوْنَ (۹:۱۰۵) ۲۵

ثَانِیَ ...... مَعَنَا (۹:۴۰) ۵۴،۳۹

وَسَیُجَنَّبُهَا ...... یَتَزَکّیٰ (۹۲:۱۷،۱۸) ۴۲

فَاَنْزَلَ ...... عَلَیْهِ (۹:۴۰) ۵۵

وَاللَّیْلِ ...... لَشَتّٰی (۹۲ تا ۴) ۵۵

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ......الی آخر السورة (۹۲:۵الی آخرالسورة) ۵۵

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی ...... الی آخر سورة (۹۲:۱۷) ۵۶

وَمَا ...... تُجْزیٰ ...... الی آخر سورة (۹۲:۱۹) ۵۶

وَالَّذِی ...... الْمُتَّقُوْنَ (۳۹:۳۳) ۵۶

وَشَاوِرْهُمْ...... الْاَمْرِ (۳:۱۵۹) ۵۶

وَلِمَنْ ...... جَنَّتَانِ (۵۵:۴۶) ۵۶

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (۶۶:۴) ۵۷

اِنَّ ...... النَّبِیِّ (۳۳:۵۶) ۵۷

هُوَالَّذِی...... وَمَلَائِکَتُه' (۳۳:۴۳) ۵۷

وَنَزَعْنَا ...... مُتَقٰبِلِیْنَ۔(۱۵:۴۷) ۵۷

وَوَصَّیْنَا ...... یُوْعَدُوْنَ (۴۶:۱۵-۱۶) ۵۷

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ ...... فِی الْغَارِ (۹:۴۰) ۵۷

یَا اَیَّتُهَا ...... الْمُطْمَئِنَّةُ (۸۹:۲۷) ۶۶

وَلَوْ اَنَّا ...... اَنْفُسَكُمْ (۶۶:۴)	۶۷
يَا اَيُّهَا ...... وَيُحِبُّوْنَهٗ (۵:۵۴)	۷۶
فَسَوْفَ ...... وَيُحِبُّوْنَهٗ (۵:۵۴)	۷۷
قُلْ ...... شَدِيْدٍ (۴۸:۱۶)	۷۷
وَعَدَ اللّٰهُ ...... الْاَرْضِ (۲۴:۵۵)	۷۷
لِلْفُقَرَاءِ ...... الصِّدِّيْقُوْنَ (۵۷:۱۶)	۷۸
لَقَدْ جَاءَكُمْ ...... سے آخر سورۃ تک	۹۴
وَجَاءَتْ ...... تَحِيْدُ (۵۰:۱۹)	۱۰۳،۱۰۴
يَاَيُّهَا ...... اَنْفُسَكُمْ (۵:۱۰۵)	۱۱۱
لَا تَرْفَعُوْا ...... صَوْتِ النَّبِيِّ (۴۹:۲)	۱۱۱
وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا (۸۰:۳۱)	۱۱۶
اَلَّذِيْنَ ...... بِظُلْمٍ (۶:۸۳)	۱۱۷
لِلَّذِيْنَ ...... وَزِيَادَةٌ (۱۰:۲۶)	۱۱۷
اِنَّ ...... اسْتَقَامُوْا (۴۱:۳۰)	۱۱۸
رَبَّنَا ...... هَدَيْتَنَا (۳:۸)	۱۱۸
اِنَّهُمْ ...... خَاشِعِيْنَ (۲۱:۹۰)	۱۲۸
اِنَّا ...... رَاجِعُوْنَ (۲:۱۵۶)	۳۲
وَاَمْرُهُمْ ...... بَيْنَهُمْ (۴۲:۳۸)	۱۵۹
فَاحْكُمْ ......مِنْهَاجًا (۵:۴۹)	۱۶۰
يَاَيُّهَا ...... اهْتَدَيْتُمْ (۵:۱۰۵)	۱۷۰
اِنَّ ...... يَحْزَنُوْنَ (۴۶:۱۳)	۱۷۰
وَالَّذِيْنَ ...... بِظُلْمٍ (۶:۸۳)	۱۷۰
فَتَفْشَلُوْا ...... رِيْحُكُمْ (۸:۴۶)	۱۸۶

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا (۷۷:۲)	۱۸۶
وَّكَذَّبُوْا ...... كِذَّابًا (۷۸:۲۸)	۱۹۳
اِنَّ الَّذِيْنَ ...... اَعْمَالَهُمْ (۴۷:۳۲)	۱۹۳
اِرْتَدُّوْا ...... الْـهُدٰى (۴۷:۲۵)	۱۹۳
قُلْ ...... الْخَبِيْثُ (۵: ۱۰۰)	۱۹۳
اِنَّ ...... اَلِيْمٍ (۳:۲۱)	۱۹۳
يَسْئَلُوْنَكَ ...... عِنْدَ اللّٰهِج (۲:۲۱۷)	۲۱۶
اِنَّ ...... رَّحِيْمٌ (۲:۲۱۸)	۲۱۷
اِنَّ ...... الْعَظِيْمُ (۹:۱۱۱)	۲۳۶
وَلَا ...... يُرْزَقُوْنَ (۳:۱۶۹)	۲۳۶
اُولٰٓئِكَ ...... مُرْتَفَقًا (۱۸:۳۱)	۲۳۶،۲۳۷
يَطُوْفُ ...... مُّخَلَّدُوْنَ (۵۶:۱۷)	۲۳۷
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (۸۱:۱۶)	۲۳۷
وَعَدَ اللّٰهُ ...... فِيْهَا (۹:۶۸)	۲۳۷
كَمَنْ ...... اَمْعَآءَهُم (۴۷:۱۵)	۲۳۷
هُوَ الَّذِىْ ...... الْمُشْرِكُوْنَ (۹:۳۳)	۲۳۷
ذُوْقُوْا ...... النَّارِ (۳۴:۴۲)	۲۳۷
فَاَمَّا ...... شَدِيْدًا (۳:۵۶)	۲۳۷
وَالسّٰبِقُوْنَ ...... اَبَدًا (۹:۱۱)	۲۳۷
يٰاَيُّهَا ...... اَقْدَامَكُمْ (۴۷:۷)	۲۳۷
وَاِنْ ...... لَنَنْصُرَنَّكُمْ (۵۹:۱۱)	۲۳۷
اَيُّهَا ...... اَتْقٰكُمْ (۴۹:۱۳)	۲۴۱
اِنَّا ...... مُّبِيْنًا (۴۸:۱)	۲۴۲

وَأَذِّنْ ...... لَهُمْ (۲۲:۲۷،۲۸)	۲۴۲
إِنَّمَا ...... فَيَكُونُ (۳۶:۸۲)	۲۴۲
وَإِذَا ...... فَيَكُونُ (۲:۱۱۷)	۲۴۲
وَكَانَ ...... مَّقْدُورًا (۳۳:۳۸)	۲۴۲
قُلْ ...... أَحَدٌ (۱۱۲:۱)	۲۵۶
وَلَمْ ...... أَحَدٌ (۱۱۲:۴)	۲۵۶
وَعِنْدَهُ ...... مُّبِينٍ (۶:۵۹)	۲۵۶
سُبْحٰنَ ...... الْبَصِيرُ (۱۷:۱)	۲۶۰
قَدْ جَآءَتْكُم ...... لِّلْمُؤْمِنِينَ (۱۰:۵۷)	۲۶۱
وَلَوْ نَشَآءُ ...... مَكَانَتِهِمْ (۳۶:۶۶)	۲۶۱
مَا يَنْظُرُونَ ...... يَرْجِعُونَ (۳۶:۴۹،۵۰)	۲۶۱
كُلُّ ...... وَالْإِكْرَامِ (۵۵:۲۶،۲۷)	۲۷۱
كُلُّ ...... الْمَوْتِ (۳:۱۸۵)	۲۷۱
وَأَقِمِ ...... لِذِكْرِي (۲۰:۱۴)	۲۸۲
وَأَقِمِ ...... النَّهَارِ (۱۱:۱۱۴)	۲۸۲
فَأَمَّا الْيَتِيمَ ...... فَلَا تَنْهَرْ (۹۳:۹،۱۰)	۲۸۲
وَمَا ...... الْقَيِّمَةِ (۹۸:۵)	۲۸۲
لَيْسَ ...... عٰهَدُوا (۲:۱۷۷)	۲۸۲
يُؤْمِنُونَ ...... الصّٰلِحِينَ (۳:۱۱۴)	۲۸۲
وَتَعَاوَنُوا ...... وَالْعُدْوَانِ (۵:۲)	۲۸۲
وَأَمَّا ...... عَاتِيَةٍ (۶۹:۶)	۲۸۹
وَمَا ...... لِّلْعَبِيدِ (۴۱:۴۶)	۳۰۱
فَمَنْ ...... شَرًّا يَرَهُ (۹۹:۷،۸)	۳۰۱

مُّبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ (۴:۱۶۵)	۳۰۲
مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا (۱۷:۱۰۵)	۳۰۲
جَآءَكُمۡ بَشِیۡرٌ وَّ نَذِیۡرٌ (۵:۱۹)	۳۰۲
وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ (۴۱:۳۰)	۳۰۲
وَلَا ...... یُرۡزَقُوۡنَ (۳:۱۶۹)	۳۰۲
اِنَّ ...... وَّغَسَّاقاً (۷۸:۲۱،۲۵)	۳۰۳
كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ (۱۱:۱)	۳۲۰
وَمَا ...... كَبِیۡراً (۱۷:۶۰)	۳۵۹
وَمَا ...... لِّلنَّاس (۱۷:۶۰)	۳۶۰
یٰبُنَیَّ ...... اَذۡبَحُكَ (۳۷:۱۰۲)	۳۶۰
اِنَّ ...... عَظِیۡمٌ (۲۴:۱۱)	۳۸۵
وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی كِبۡرَهٗ (۲۴:۱۱)	۳۸۵
لَوۡلَا ...... خَیۡراً (۲۴:۱۲)	۳۸۵
اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ ...... عَظِیۡمٌ (۲۴:۱۵)	۳۸۵
وَلَا ...... رَّحِیۡمٌ (۲۴:۲۲)	۳۸۶

احادیث نبویہ ﷺ

اِنَّ مِنْ أَمَنَ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَکْرٍ. وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ. وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتِهٖ لَایَبْقَیَنَّ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ : ۷

مادعوت احدًا الی الاسلام الا کانت لہ عنہ کَبْوَة" وَتَرَدُّد" وَنظر" اِلَّا اَبَابَکْرٍ مَاعَتَمَ عَنْهُ حِیْنَ ذَکَرْتُه، وَمَا تَرَدَّدَفِیْهِ : ۳۸

مَا کَلَّمْتُ فِی الْاِسْلَامِ اَحَداً اِلَّا اَبٰی عَلَیَّ وَرَاجَعَنِی الْکَلَامَ اِلَّا ابْنَ اَبِیْ قَحَافَةَ فَاِنِّیْ لَمْ اُکَلِّمْهُ، فِیْ شَیْءٍ اِلَّا قَبِلَه، وَاسْتَقَامَ عَلَیْهِ : ۳۸

هَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ؟ هَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ، اِنِّیْ قُلْتُ: اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ صَدَقْتَ : ۳۹

مَانَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْر : ۴۰، ۴۲

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَقْضِیْ فِیْ مَالِ اَبِیْ بَکْرٍ کَمَا یَقْضِیْ فِیْ مَالِ نَفْسِهٖ: ۴۳

مَالِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَد" اِلَّا وَقَدْ کَافَانَاه، اِلَّا اَبَابَکْرٍ فَاِنَّ لَه، عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِئُه، اللّٰهُ بِهَا. یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْر: ۴۴

اِنَّ مِنْ أَمَنَ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَکْرٍ. وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ. وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتِهٖ لَایَبْقَیَنَّ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ :۴۶

یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاءُ هُمْ لِکِتَابِ اللّٰهِ :۴۶

اُمِرْتُ اَنْ اوّل الرؤیا وان اعلمها ابابکر:۴۸

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَلَا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم :۱۰۸

شخصیات

ابراہیم بن محمد بن علی بن ابی طالب : 361
ابراہیم تیمی : 83
ابراہیم کرمانی : 137
ابراہیم نخعی : 69
ابن ابی اسامہ : 49
ابن ابی الدنیا : 67، 99، 104، 129
ابن ابی داود : 70
ابن ابی حاتم : 55، 56، 66، 77
ابن ابی حازم : 61
ابن ابی خشیمہ : 35، 68، 119
ابن ابی قلابہ : 119، 134
ابن ابی ملیکہ : 67، 104، 109، 116، 120
ابن اسحاق : 30، 38، 48، 82، 85، 137، 181، 211، 215، 216، 217، 241، 274، 291، 356، 357، 359، 360، 362، 363، 364، 366، 367، 369، 371، 374، 375، 376، 377، 378، 380، 382، 384، 385
ابن اسحاق یعقوب بن عتبہ : 48
ابن الدغنہ : 32
ابن ام عبد : 64
ابن جرید : 55
ابن جوزی : 42
ابن حبان : 34، 108، 111، 114، 115
ابن حزم : 137
ابن راہویہ : 114
ابن زنجویہ : 88
ابن سعد : 28، 31، 34، 35، 48، 61، 69، 75، 81، 83، 84، 85، 86، 94، 95، 98، 99، 101، 102، 133، 134، 136، 221، 252
ابن سیرین : 29، 40، 133، 137
ابن سینا : 137
ابن شاہین : 43، 67، 114
ابن شہاب زہری : 98، 134، 356، 374
ابن شیبہ : 36، 118، 119، 120
ابن عباس : 16، 30، 35، 38، 42، 43، 44، 45، 52، 53، 55، 56، 57، 62، 66، 67، 71، 72، 73، 107، 119، 137، 241
ابن عدی : 63، 71، 76
ابن عزہل : 377
ابن عساکر : 29، 30، 31، 32، 33، 34، 35، 36، 37، 38، 40، 41، 42، 43، 45، 48، 49، 50، 51، 56، 57، 60، 61، 63، 67، 68، 69، 70، 72، 74، 75، 84، 88، 97، 101، 105، 116، 119، 126، 131، 135، 136
ابن عمر : 43، 46، 50، 54، 57، 59، 63، 66، 69، 74، 87، 91، 98، 105، 118، 123
ابن عیینہ : 119، 57
ابن قتیبہ : 40، 77
ابن قرہ : 249
ابن کثیر : 28، 32، 37، 42، 44، 46، 48، 49، 52، 77، 78، 113، 138، 183، 388
ابن لال : 115، 114
ابن مسدی : 30
ابن معین : 29
ابن مندہ : 29، 136، 137
ابن نباتہ : 137
ابن ہشام : 181، 183، 194، 199، 200، 211، 215، 217، 244، 274، 356، 361، 371، 374، 376، 377، 382، 385، 389
ابن ہشام کلدہ : 377
ابن ہوذہ : 373
ابواروی دوسی : 35، 59
ابوالحسن اشعری : 77
ابوالحسن بکری : 137

ابوالعاص بن ربیع : 92
ابوالعالیہ الریاحی : 33،34
ابوالعباس بن شریح : 183،76
ابوالقاسم بغوی : 43،47،67،71،88،116،183
ابوالقاسم طبرانی : 137
ابوالفرج اصفہانی : 137
ابوایوب خالد بن زید: 385
ابوبرزۃ الاسلمی : 107
ابوبکر بن حفصہ : 136
ابوبکر بن زید نیشاپوری : 119
ابوبکر بن عباس : 76
ابوبکر بن عیاش : 76
ابوبکر شافعی : 75،88
ابوبکر صدیق : 7،8،24،26،30،31،33،34،35،36،37،38،39،40،41،43،45،46،47،49،51،52،53،55،56،57،58،61،62،63،64،65،66،67،68،69،70،71،73،75،77،80،91،93،107،113،117،170،174،182،185،87،188،201،207،210،212،213،220،221،224
ابوتمام : 137
ابوخزیمہ انصاری : 93
ابوحذیفہ بن عتبہ : 214،92
ابوداؤد : 74،110،118،119،120،387
ابوداؤد : 39،62،66
ابوداؤد، امام : 50،118،121،387
ابودجانہ سہاک بن حرب : 92
ابوزید : 377
ابوذر : 54،137
ابوسعید بن اعرابی : 43
ابوسعید خزری : 34،46،58،62،81،84،107،363،365،366
ابوسفیان بن حرب : 78،118،192
ابوطالب : 184
ابوعبداللہ صنابحی : 118،130
ابوعبیدہ بن الجراح :52،54،69،73،80،83،96،137
ابوعمران جونی : 121،131
ابوعمرو نوادر : 307
ابوقحافہ : 15،39،45،74
ابوقحافہ، عثمان : 15،29،39،45،74،86،105،136،137
ابومرشد غنوی : 92
ابومعشر : 31،135،137
ابومنصور بغدادی : 50
ابوموسیٰ اشعری : 73،74،107،137
ابونعیم : 38،44،68،117،123،43،49،51،66،97،129،135
ابونعیم فرات بن سائب : 36
ابونعیم فضل بن دکین : 29
ابونواس (شاعر) : 22
ابوہریرہ : 31،42،43،44،50،58،59،61،62،63،66،86،88،89،107،111،112
ابویعلی : 30،42،60،64،66،107،108،109،111،112،113،115،116
ابی السفر : 99،119
ابی امیہ : 92،121
ابی المعلی : 62
ابی بن خلف : 55
ابی بن کعب : 53،137
ابی حصین : 70،107
ابی صالح غفاری : 97
ابی معیط: 41
ابی واقد لیثی : 62
ابی وہب : 31،52
احمر بن الحارث : 369
احمد بن حنبل، امام : 29،42،51،53،60،65،72،74،84،85،94،97،101،104، 120، 121،125،129،130،131،135،136،137
احمد عبدالرحمٰن بن غنم : 61
ادریس علیہ السلام : 366
اسامہ بن زید : 28،87،89،154،155،370
اسحاق بن یسار: 385
اسلم : 126

اسلم مولیٰ عمر : 107
اسما بنت عمیس : 109،104
اسماعیل علیہ السلام : 345،344
اسماعیل : 116،135،139،363،388
اسماعیل بن کثیر قرشی : 138
اسماعیل بن محمد : 35،135
اسود بن ہلال : 117
اسید بن حضیر : 99
اسید بن خضیر : 49
اشعب : 137
اصحاب سمرہ : 378
اصمعی : 88،105،131،137
اقلیلی : 114
الفضل بن عباس : 375
الیاس بن مضر : 193،229
امام ابن ابی شیبہ : 36،121
امام نووی : 26،27،29،32،45،46،49،106،
113
اُم ایمن : 37
اُم الخیر سلمٰی بنت صخر (والدہ حضرت صدیقؓ) : 15،30،32
اُم ایوب : 385
اُم حکیم البیضا :181
اُم رمان : 382
اُم کلاب : 373
اُم مسطح بنت ابی رہم بن عبدالمطلب : 382
اُم ہانی : 31،356،362،363
اُمیہ بن ابی صلت : 37
امیہ بن خلف : 55،308،309
اُمیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان : 371
انس : 31،53،64،66،70،71،82،192،
211،265،317،320،332
انیسہ : 97
ایمن بن عبید : 376
آدم علیہ السلام : 365
بحیرہ راہب : 36
بزاز : 30،31،40،44،45،56،59،64،71،
107،109 108،110،111،112،113،136
بسام اللحام، ڈاکٹر : 25
براء بن عازب : 59،60،62،107
بستان بن قیس : 171
بستان بن مسلم : 61
بشر بن سعد : 27،29
بلالؓ : 55،60،74،76،107،308،309،
323
بیہقی: 38،64،66،68،76،78،81،88،110،
114،116،711،119،120،121،124،
128،134،135،136،183،338
ترمذی : 30،34،44،46،50،51،52،58، 59
66،71
ثابت بن اکرم : 91
ثابت بنانی : 132
ثابت بن قیس بن شماس : 92
جابر بن سمرہ : 59
جابر بن عبداللہ: 42،50،53،62،107،375
376،378
جبرئیل: 31،43،44،49،52،58،60،70،
133،261،357،358،364،365،366،
367،368
جبلہ بن حنبل : 377
جبیر بن مطعم : 48،71
جحیفہؓ : 69
جعفر : 70،184
جعفر بن عمرو : 366
جعفر طیار : 184
جندب بن عبداللہ : 61
جنید بغدادی : 139
جویبر : 76
حارث : 35،98،107،191،192،194
حاکم، ابو یحییٰ :30،31،51،52،56،58،63، 70
71،72،78،81،83،86،98،99،100، 104
112،114،126،128،131،159
حجابہ : 33،138
حذیفہ: 66،71،92،107،119
حذیفہ بن اسید : 118

حکم بن کیسان : 215
حکیم بن سعد : 31
حسان بن ثابتؓ : 35،53،377،384،385
حسن بن ابوالحسن بصری : 182
حسن بن علی بن ابی طالبؓ : 75،76،95،97،130
حسن بصری : 30،44،75،76،84،85،132، 137،183،356،357،358،359،360،361
حفصہ : 73،74،94،156،157
حمزہ : 92،337،349
حمزہ بن صہیب : 132
حمنہ بنت جحش : 384
حنظلہ بن علی اللیثی : 91
حولان : 193
خالد بن بکیر : 215
خالد بن ولیدؓ : 19،91،92،110،137،166
خدیجہؓ (اُم المومنین) : 8،36،37
خطیب بغدادی : 21،42،44،74،77،86،137، 390
خضری : 214،218
خفاف بن ندوی سلمی : 105
خلیفہ بن الخیاط : 32
خلیل : 137
داؤد بن عمر : 67
درید بن صمہ : 369،370،371
دہمان : 373
دینوری : 70
ذہبی : 51،90،91
رازی، فخر الدین : 49،137
رافع طائی : 84
ربیعہ اسلمی : 65
ربیعہ بن الحارث : 376
ربیع بن انس : 70
ربیعہ بن خزاعی بن کلاب : 386
ردینہ : 197،200،239،279،283
رفاعہ : 124
رمزی بعلبکی، ڈاکٹر : 184
زبیر بن بکر : 32،48،70،91
زعفرانی : 78
زہری، شہاب الدین امام : 32،211،217،360، 378،82،361،379،380
زیاد بن عبداللہ بکائی : 356
زیاد بن سید انصاری : 92
زیاد بن لبید انصاری : 92
زید بن ابن ارقم : 35
زید بن خطاب : 92
زید بن ثابت : 53،80،93،107،137
زید بن ارقم : 34،107
زید بن عمرو بن نفیل : 37
زینب : 91،92،125
زینت بنت عبد دہمان : 382
سالم : 36،92
سالم بن ابی جعد : 36
سالم بن عبیدؓ : 119
سائب بن عثمان : 92
سراقہ بن مالک بن جعشم : 210
سراقہ بن مدلج : 209،211
سرور عالم : 53،156،159
سعدی شیرازی، مصلح الدین : 256
سعید بن المسیب : 42،70
سعید بن زید : 58،99
سعید بن مصیب : 104،360
سعد بن عبادہ : 79،81
سعید بن منصور : 30،102،120،129،133، 134
سعید بن یرجوع : 35
سکون بن اشرس بن کندہ : 215
سلمان فارسیؓ : 67،129
سلمٰی بنت صخر : 30،15
سلیمان بن یسار : 67
سمرہ : 48
سنان بن ابی سنان : 375
سہل انصاری : 124
سہل بن خثیمہ : 95
سھل بن سعد : 48،60،68،74

سیدہ زینب : 91،92
سیف : 98،120،348
سیبویہ : 136
سیوطی، جلال الدین: 14، 27،28،29،96،106،107، 138، 139،399،392،393
شافعی، امام : 79،119
شجاع بن وہب : 92
شداد بن اوس : 54
شرجیل بن حسنہ : 124
شعبی : 35،50،70،99
شعیب علیہ السلام : 101، 120
شیبہ بن طلحہ: 377
صبح الاعشی : 193
صخر بن عامر بن کعب بن تمیم : 382
صدقہ بن میمون قرشی : 67
صدیق اکبرؓ: 11، 13، 14، 15، 16، 17، 19، 20، 21، 22، 23، 25، 29، 32، 42، 46، 48، 50، 74، 77، 78، 79، 92، 94، 96، 97، 118، 125، 126، 134، 142، 149، 152، 158، 159، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 168، 170، 171، 172، 173، 196، 208، 217، 239، 243، 283، 292، 320، 333، 355
صعب بن جثامہ لیثی : 92
ضعفا : 114
صفوان بن المعطل سلمی : 381
صفوان بن امیہ : 372،377
صفیہ بنت ابی عبیدؓ : 122
صفیہ بنت شیبہ : 241
صفیہ بنت عبدالمطلب : 181
طبرانی : 29،30،31،35،49،50،52،53،56، 57،59،60،67،69،71،9587،109، 111، 113، 114، 116، 185، 136، 137
طلحہ : 49،105، 348
طلحہ بن عبیداللہؓ : 348
ظفر اقبال کلیار : 8،11
عاتکہ : 181
عاصم : 120، 375،376،378
عائشہ صدیقہؓ : 21،29،30،31،33،34،42،43، 47،52،54،56،68،72،73، 87،88،94، 95،99، 101، 102، 103، 104، 105، 107، 124، 125، 133، 134، 136، 138، 155، 162، 169، 171، 251،252،274،322،356،359،360،380، 381،382،383،384،385،386
عامر بن ربیعہ : 215
عامر بن سعد بجلی : 117
عامر بن عبداللہ بن زبیر : 55،66
عامر بن فہیرہؓ : 322
عامر بن کعب : 30،382
عباد بن بشیر : 92
عباسؓ : 32،134، 379،386
عباس بن مرداس : 373
عباس محمود العقاد، پروفیسر: 14، 17، 18، 20، 21، 141، 394
عبدالجبار بن الورد : 67
عبدالرحمٰن اصفہانی : 97
عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ: 21، 40، 64، 69، 72، 73، 83، 104، 105، 107، 136، 169
عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ : 51،134
عبدالرحمٰن بن عوف: 61، 64، 83، 84، 96، 98، 99، 107، 126
عبدالرحمٰن بن حمید : 51
عبدالرحمٰن بن مالک بن جعشم : 211
عبدالرزاق : 118، 124،134
عبدالطفیل اللیثی : 107
عبدالغنی نابلسی، امام : 24
عبدالمناف : 215،382
عبداللہ بن ابوبکرؓ : 21،92،169، 380
عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی : 371
عبداللہ بن ابی قحافہ، ابن قحافہ : 20،27،100، 171
عبداللہ بن احمد : 35،68،104، 130
عبداللہ بن ابوثور : 241
عبداللہ بن ابی : 385
عبداللہ بن ارنقط : 245،249
عبداللہ بن الزبعری السہمی: 196، 198، 389

عبداللہ بن بریدہ : 134
عبداللہ بن جحش : 217،216،215
عبداللہ بن خطب : 59
عبداللہ بن رواحہ : 184
عبداللہ بن زبیر : 56،33،30
عبداللہ بن زمعہ : 73
عبدالرحمٰن بن سھل انصاری : 124
عبداللہ بن عباد : 215
عبداللہ بن عکرمہ : 92
عبداللہ بن عمرو بن العاص: 49،41
عبداللہ بن مغفل : 107
عبدالمطلب : 378،376،338،181
عبدرھان : 382
عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب : 194،192،188
عتاب بن اسید بن ابی العیص بن عبدالشمس : 372
عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس : 215
عتبہ بن غزوان بن جابر : 215
عتیق : 136،96،30،29،28،27،15
عثمان بن طلحہ : 241
عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ : 215
عرفجہ : 130
عروہ بن زبیرؓ : 217،104،90،86،217،41،
380،361
عروہ بن مسعود ثقفی : 361
عزرہ : 130
عطا بن سائب : 94
عطار سلیمی : 137
عقبہ بن ابی معیط : 323،41
عقبہ بن عامر : 124،107
عکاشہ بن محصن: 215،91
عکرمہ بن ابوجہل: 162،92
علامہ کافیجی : 54
علقمہ بن وقاص : 380
علی بن ابی طالب ''علی المرتضیٰ'' : 38،37،36،31،
74،70،61،60،58،57،56،51،50،48،
116،113،102،97،95،94،91،83،82،
137، 170، 172182، 224، 305، 337،
393،391،388،379،376،361،353،339
علی بن الحسین : 61،57
علی بن المدینی : 136
علی بن ہلال : 137
علاء بن حضرمی : 218،92
عمران بن حصین : 107
عمر بن ابی ربیع : 22
عمر بن الخطاب، عمر فاروق :16، 28، 36، 44، 46، 47،
48، 49، 50، 51، 52، 53، 56، 57، 58، 59، 60،
64، 65، 68، 69، 70، 77، 79، 81، 82، 93، 97،
98، 99، 100، 104، 105، 114، 120، 124، 134
135، 137، 154، 155، 156، 161، 183، 218،
372،221
عمر الطیاع، ڈاکٹر : 339،13
عمرو بن احمر : 370
عمرو بن العاص : 134،124،92،52
عمرو بن دینار : 118
عمرہ بنت عبدالرحمان : 380
عمر بن عبدالعزیز : 75
عنز بن وائل : 215
عوالی : 137
عوف بن عمرو : 370
عوف مسطح بدری : 274
عیان الصائغ : 136
عیسیٰ علیہ السلام : 202، 207، 266، 270، 356،
366،361،360،358
عیسیٰ بن یزید : 37
غالب : 193،26
غفرہ : 361
فاطمہ : 91،79
فاطمہ بنت قیس : 89
فہر : 198،192
فضل بن عباس : 376،92
فضیل بن عیاض : 137
قتادہ:30، 76، 132، 356، 359، 375، 376، 378
قارب بن الاسود بن مسعود بن معتب : 369

قاسم بن محمدؒ : 28،29،60،104،122،124، 366
قاضی فاضل : 137
قبیصہؓ : 123
قثیم بن عباس : 376
قلقشندی : 193
قیس بن ابی حازم : 85،120،125
قیس بن غیلان : 369
کثیر بن العباس : 378
کعب بن سعد : 26
کعب بن لوی : 26
کلدہ بن حنبل : 377
کوکندی : 215
کھلان : 193
لالکائی : 118
لیلیٰ بنت حلوان : 221
مالک بن عوف نصری : 369،370،371
مائین : 76،90،87
متنجی: 137
معتیق (حضرت ابوبکرؓ کے بھائی) : 29
مجاہد : 130،57،131
مجمع بن یعقوب الانصاری : 68
محمد ابن حنیفہ : 36
محمد بن جعفر بن زبیر : 241
محمد بن حاطب : 122
محمد بن زکریا : 137
محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حصین تمیمی : 38
محمد بن مسلمہؓ : 124
محمد بن نصر مروزی : 137
محمد خاں قادری : 7
محمد سعد بن ابی وقاص : 37،215،217
مرۃ بن کعب : 15،27
مریم درع ، ڈاکٹر : 25
مرۃ الطیب : 78
مزینہ : 374
مسطح بن اثاثہ : 384
مسلم، امام : 72
مسلم بن یسار : 130
معاذ بن جبل : 49،53،131
معاویہ بن ابوسفیان : 54،71،139،356،360، 387
معاویہ بن قرۃ : 78،129
معبد : 137
معتق (حضرت ابوبکرؓ کے بھائی) : 29
معصب بن زبیر : 28،29
معن بن عدی : 92
مغیرہ بن شعبہؓ : 123
مقاتل : 137
مقدام : 63،339
منور : 234
موسیٰؑ : 101،114،203،207،266،270، 357،353،360،361،368،375
موسیٰ بن طلحہ : 29
موسیٰ بن عقبہ : 82،126،136
موصلی : 137
مولوی قطب الدین احمد : 386
مہاجر بن ابی اُمیہ : 121
میکائیل : 58
میمون بن مہران : 36،97،130
نافع : 137،183،387
نخلتہ : 214
نزال بن سبرہ : 31
نوفل بن عبداللہ جو مخزومی : 215
نسائی، امام : 52،81،121
واسط بجلی : 107
واقدی : 98،390،391
وحشی : 92،319
ورقہ بن نوفل : 37
وکیع : 67
ولید بن مغیرہ : 184
ہارون بن عمران : 367
ہشام بن العاص : 92
ہشام بن المغیر : 216
ہیثم بن کلیب : 41،111

یاسین السواس، سید : 24
یاقوت حموی : 199، 235، 390
یحیٰی بن ابی کثیر : 129
یحیٰی بن حصین : 137
یزید بن الاصم : 32
یزید بن سفیانؓ : 19
یوسف بن یعقوب : 73، 101، 139، 366
یونس بن بکیر : 76

قبائل

اصحاب سمرہ : 378
اہل نجیر : 92
بنی اسد بن خزیمہ : 215
بنی اوطاس : 369، 370
بنی بکر : 378
بنی تیم : 15
بنی ثقیف : 284، 288، 269
بنی حارثہؓ : 124
بنی ربیعہ : 170
بنی زہرہ بن قلاب : 115
بنی سلیم : 374
بنی عبدالدار : 33
بنی عبدشمس عبدمناف : 215
بنی عدی بن کعب : 215
بنی عمرو بن عوف : 74
بنی فراز بن عم بن مالک بن کنانہ : 382
بنی مدلج : 241، 249
بنی مصطلق : 380
بنی نجار : 385
بنی نوفل بن عبدمناف : 215
بنی ہاشم : 32، 259
بنی ہلاب : 369
بنو بکر : 122
بنو ثقیف : 287، 289
بنو ذبیان : 374، 386
بنو رعل : 373
بنو عبدمناف : 86
بنو عبس : 374، 386
بنو کنانہ : 210
بنو مصطلق : 72
بنو مغیرہ : 86
بنو ہوازن: 369، 371، 372، 374، 378
جشم : 369
خزرج : 378
سعد بن بکر: 369
شنوٗۃ : 161، 367
شہر ظفار : 381
قبیلہ اسلم : 65
کعب : 369، 370
کھجلی : 374، 386
نصر : 369

اماکن

ابلہ : 92
اُحد: 31،39،41،50،91،138،339،377،
387
الاسدلائبریری : 25
بحرین : 92،96
بدر:28،40،50،70،114،124،129،135،
156،160،168،192،231،239،240،274،
288،353،355،383،387
بطحاء : 92
بیت اللہ : 29،33،91،109،193،214،233،
234،241،257،332،333
بیت المقدس:31،88،147،148،150،257،
260،356،357،358،359،362،363
بیضاء : 363
تنعیم : 363
تہامہ : 334،338،375
ثنیۃ المرہ : 192
جزیرہ عرب : 18،169
جنت البقیع : 88
جواثی : 92
جوالیاء : 356
حجرِاسود : 108،241،330،332
حدیبیہ : 28،49،154
حذف : 373،374
حضن : 373،374
حنین : 39،138،212،218،290،291،369،
372،374،375،378،387،395
دارارقم : 13،25،192
دارالندوہ : 33،138
دمشق : 24،25،138،390
دمغ : 226،235
ذواخمار : 218،368
ذوشوغر : 374
ذی طویٰ : 31،138
ذی خشب : 89
روم : 76،88،124،154
سخ : 84،161
سقیفہ بنی سعدہ : 48،78،82،84
سلوان : 375،372،373
شام : 7،24،28،89،93،121،125،346،
362
صدف : 215
طائف:138،210،212،215،218،284،288
عمان : 92،352،355
غارثور:7،28،66،139،182،183،243،248
غزوہ حنین:39،138،212،218،290،291،
369،372،374،375،378،387،395
فارس:76،124،154،249،266،270،
284،390
کسریٰ : 92
مدینہ : 28،175
مرج الصفر : 92
مسجد اقصیٰ : 260،356،357
مکتبہ دارالارقم : 25،210،390
مکتبہ ظاہریہ : 25
مکہ : 7،28،30،32،41،43،55،87،88،
105،109،136،138،144،150،171،189،
190،192،193،197،199،200،211،
212،215،216،217،218،233،239،
240،241،242،243، 49،250،288،328،
334،338،341،346،358 356، 362
369،372،376،377،378
نجد : 90 ،248،254،372
نجران : 199
ندوہ : 33
نقع : 90
یمامہ : 91،93،121
یمن : 49،122،181

کتب

الاصل : 64
ابن حبان اسیری : 111
احمس : 125
اربعین نووی : 138
اسدالسنہ : 78
اشتقاق ازابن درید : 192
اصابہ : 192
افراد : 114،74
الاتقان : 138،50
الادب : 130
الام : 119
البدایہ والنہایہ : 138، 183، 388
التہذیب : 27، 45، 106، 193
الدلائل : 134، 136
الطبقات الکبریٰ : 390
الکبیر : 50، 69
المجد : 192
امتاع الاسماع : 192
انجیل : 70، 207، 236
بنان : 124
تاریخ ابن خلدون : 193
ترتیب الاعلام علی الاعوام : 210
ترغیب : 114
تفسیر عبداللہ بن ابی حمید : 57
تورات : 70، 206
جمہرۃ العرب : 184
حدیث مرسل : 32، 34، 135
حریری : 137
حلیہ ابونعیم : 44، 177، 123، 129
دارقطنی : 30، 74، 90، 107، 109، 111، 112، 114، 119، 122، 123، 124
دیلمی مسند الفردوس : 48، 54، 113، 114، 115، 116
زبور : 70
زرکلی الاعلام : 192
زوائدالزہد : 35، 68، 104، 130
زوائدالمسند : 70
سنن ابن شاہین : 43
سنن اربعہ : 123
سیرت ابن اسحاق : 82، 241، 274
سیرت ابن ہشام : 194، 199، 200، 211، 214، 217، 241، 274
شعب الایمان : 68
ضیاء المقدسی فی المختارہ : 110
طبرانی کبیر : 35
طبقات ابن سعد : 252
طبقات الشفائیہ : 390
طبقات القریٰ : 390
طبقات شیخ ابواسحاق : 45
غریب ابوعبید : 123، 126، 137
غیلانیات ابوبکر شافعی : 75
فوائد ابوبکر شافعی : 88
فوائد امام رازی : 49
قرآن کریم : 28، 123، 390
کتاب الثواب : 114
کتاب الزیادات : 119
کتاب الفتوح : 121
کتاب المصاحف : 70
مجالسہ : 70
مسند احمد : 107، 108
مسند مسدد : 68
مسند ہیثم بن کلیب : 111
مصنف ابن ابی شیبہ : 118، 119، 124، 134
معجم : 116، 138، 199، 235، 390، 391
معجم البلدان : 139، 199
مغازی ابن سعد : 84، 137
مغازی ابن عاید : 84
مغازی موسیٰ بن عقبہ : 82
مکارم الاخلاق : 67، 114، 115، 220، 221
موتہ : 184
نسب قریش : 192

مُناجاتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یہ پُر درد اور پُر اثر مُناجات سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں
جسے لوگ بڑے شوق و ذوق سے پڑھتے ہیں۔ زیرِ نظر دیوان میں چونکہ یہ شامل نہیں
اس لیے ضمیمہ کی صورت میں اسے شائع کیا جا رہا ہے

☆☆☆☆☆☆

خُذْ بِلُطْفِكَ يَا اِلٰهِیْ مَنْ لَّهٗ زَادٌ قَلِيْل
مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ يَاتِیْ عِنْدَ بَابِكَ يَا جَلِيْل

اے الٰہی لطف سے اس کو کہ توشہ ہے قلیل۔ صدق سے در پر تیرے آیا ہے مفلس اے جلیل

ذَنْبُهٗ ذَنْبٌ عَظِيْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْم
اِنَّهٗ شَخْصٌ غَرِيْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيْل

ہیں گنہ اس کے بہت، سو بخش تو جرمِ عظیم۔ یہ غریب اور تیرا بندہ ہے گنہگار و ذلیل

مِنْهُ عِصْيَانٌ وَنِسْيَانٌ وَسَهْوٌ بَعْدَ سَهْو
تِلْكَ اِحْسَانٌ وَفَضْلٌ بَعْدَ اَعْطَاءِ الْجَزِيْلٍ

اس سے عصیاں اور نسیاں بھول اور بھول ہے۔ تجھ سے احسان و مہربانی نہایت ہے جزیل

قَالَ یَا رَبِّی ذُنُوبِی مِثْلُ رَمْلٍ لَا تُعَدُّ
فَاعْفُ عَنِّی کُلَّ ذَنْبٍ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْل

بیشک اے رب، جُرم میرے اَن گنت ہیں مثلِ ریت۔عفو کر سارے گنہ اور درگزر کر اے جمیل

قُلْ لِّنَارٍ اَبْرِدِی یَا رَبِّ فِیْ حَقِّیْ کَمَا
قُلْتَ قُلْ یَا نَارُ کُوْنِیْ اَنْتَ فِیْ حَقِّ الْخَلِیْل

آگ کو تو کہہ کہ ٹھنڈی مجھ پہ ہو یا رب میرے۔جیسے تو نے کہہ دیا یا نارُ کُونی بر خلیل

کَیْفَ حَالِیْ یَا اِلٰهِیْ لَیْسَ لِیْ خَیْرُ الْعَمَلْ
سُوْءُ اَعْمَالِیْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِیْ قَلِیْل

حال میرا ہے الٰہی، کچھ نہیں اچھے عمل۔ہیں بُرے اعمال میرے زادِ طاعت ہے قلیل

اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُهِمَّاتِ الْاُمُوْر
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل

سب ہماری مشکلوں میں تو ہی شافی تو ہی بس۔تو ہی مالک اور کافی تو ہی ہے بہتر وکیل

عَافِنِیْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ فَاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ
اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ مَنْ یَّشْفِی الْعَلِیْل

دے مجھے ہر درد سے آرام حاجت کر روا۔تو ہی شافی مرض والوں کا، میرا دل ہے علیل

هَبْ لَنَا مُلْكاً كَبِيراً نَجِّنَا مِمَّا نَخَافُ
رَبَّنَا اِذْ اَنْتَ قَاضِيَ وَالْمُنَادِيْ جِبْرَئِيْل

دے ہمیں گر سلطنت تو، لے بچا دہشت سے تو - رب ہمارے، جب تو قاضی ہو، منادی جبریل

رَبِّ هَبْ لِيْ كَنْزَ فَضْلٍ اَنْتَ وَهَّابٌ، كَرِيْم
اَعْطِنِيْ مَا فِيْ ضَمِيْرِيْ دُلَّنِيْ خَيْرَ الدَّلِيْل

دے خزانہ فضل کا، تو رب ہے وہاب و کریم - کر عطا دل میں جو میرے ہے دکھا بہتر دلیل

اَيْنَ مُوْسٰی اَيْنَ عِيْسٰی اَيْنَ يَحْيٰی اَيْنَ نُوْح
اَنْتَ يَا صِدِّيْق عَاصِیْ تُبْ اِلَی الْمَوْلٰی الْجَلِيْل

ہیں کہاں موسیٰ و عیسیٰ، کہاں یحییٰ و نوح - رہ تو اے صدیق رضی اللہ عنہ عاصی جانب مولیٰ جلیل

فايدة

الصلاة كانت في الامم الماضية كل يوم وليلة خمسين مرة نقل من شرح المقدمة للقرماني

والامة الى عرف اللغة ويطلق على امة المتابعة وهم المومنون وعلى امة الدعوة وهم الكفار ولكنها اذا اطلقت يراد بها امة المتابعة دون امة الدعوة واجماع الامة في الاصطلاح هو اتفاق راي علما العصر من اهل العدالة والاجتهاد على حكم كرماني

هذا ديوان شعر الامام الجليل
خليفة رسول الله ابي بكر الصديق
ابن ابي قحافة رضي الله
عنه [illegible]
امين

روى البرماوي في شرح البخاري بسنده الى النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صحب معه عصاة من لوز مر في سفر كانت امانا له من كل سبع ضار ومن كل لص عاد وكان له سبعون الفا من المعقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله وفي كتاب الدر النظيم في فضائل القران العظيم للامام اليافعي الشافعي اليمني عن علي ابن ابي طالب كرم الله وجهه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من خرج في سفره ومعه عصاة لوز مر وتلا هذه الايات وهي قوله تعالى ولما توجه تلقاء مدين الى قوله تعالى على ما نقول وكيل امنه الله تعالى من كل سبع ضار ولص عاد وكل ذات حمة [illegible] حتى يرجع الى منزله وكان معه سبعة وسبعون من المعقبات يستغفرون له حتى يرجع [illegible] لا يجاوره شيطان [illegible] انتهى

لوحتان أو صورتان من المكيروفيلم رقم ٦٢٥٤ المحفوظ في خزائن مكتبة الأسد بدمشق، الأولى (إلى اليمين)، هي الصفحة السابقة لديوان، الخليفة أبي بكر الصديق، والثانية تمثل الصفحة الأولى من هذا الديوان

صورتان متقابلتان (برقم ١٠) من الميكروفيلم المذكور وهما تمثلان الصفحتين الثانية والثالثة من ديوان الخليفة أبي بكر وفيهما القصيدة الثانية (إلى اليمين)، وأبيات من القصيدة الثانية (إلى اليسار)

صورتان متقابلتان (برقم ١١) من الميكروفيلم، والواحدة تشمل خاتمة القصيدة الثانية ومقطوعة دالية، وبداية قصيدة ميمية

تستكمل فى الصورة المقابلة إلى اليسار، وفى ذيلها مقطوعة دالية وأخرى رائية

وكم من مشرك في النار يغشى الغل والكبلا
وكم من معشر شدوا اليه مطيهم ذللا
فاظفر كل ذي امل بيسر به املا
فكم يحظى بغا نية وكم يستحول الحولا
وقوم اخرون غدوا لقوام غيبهم نكلا
فينعم ذا بمحصول ويكره ذاك ما حصلا
كذاك الله يجعل كل عبد مثل ما حملا

وقال رضي الله عنه

تولى الجود وانقرض الكرام واضحى المجد ليس له سنام
فليس يلام ان قال خلق على الدنيا وساكنها السلام
فقد نتم خير من ركب المطايا سقى جدثا تضمنه الغمام
واوحشت المعالم واقشعرت لفقدته والبسها قتام
بكاه الدين والدنيا جميعا وبكى فقده البلد الحرام
بكاه كل ذي عين الى ان بكاه في ترافعه الحمام
منتامن فجيعته بامر يشيب له الغلامة والغلام
اتانا والانام على ضلال يهدي الى هداه به الانام
ودين ابيه حجروزا (؟) نعز الدين واجتنب الاثام
وكان الحق منحرما عراه فاضحى الحق ليس به انخرام
وسهل الله ملبسة ظلاما فانسفر النبي له الظلام
فشد لنا من الاسلام ركنا وثيقا لا يكون له انهدام
وسن لنا من الاسلام نهجا صلاة الخمس يتبعها الصيام
وكلف من اطاق الحج فرضا فزاد لنا على الحجر الزحام
وقال فانه ياتي شفيعا لمن قد كان قبل به استلام
فما زال النبي بنا حفيا فطاب لنا العشيرة والمقام
فبصرنا واسمعنا وكنا قبيل كاننا الابل الهيام
نرى انا افضلنا الناس جدا ونحن بذلك الهمج الطغام
فساهمنا الزمان عليه كرها فغارت للزمان به السهام
وحم له على الدنيا انصراف وكل سوف يصرفه الحمام
وما من مهمل في الارض الا سيفجأ مهله حتف زؤام

وهذا اخر ما وجد من شعر الامام
ابي بكر الصديق رضي الله تعالى
عنه وارضاه
امين

الصورتان الأخيرتان من ديوان أبي بكر الصديق برقم (٢٠)، من الميكروفيلم ٦٢٥٤ المنوّه عنه في مقدمة هذا الإصدار

دیوان
حضرت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن ابی قحافۃ القرشی التیمی

کا اولین اردو ترجمہ معہ عربی متن

تحقیق وحواشی
ڈاکٹر عمر الطباع

ترجمہ
اُستاذ ظفر اقبال کلیار

ترتیب واشاریہ
سید اویس علی سہروردی

اورینٹل پبلی کیشنز